یعنی سیرۃ نبوی صلعم کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ خطبے

جنکو

سید سلیمان ندوی،

نے

اکتوبر اور نومبر ۱۹۲۵ء میں مدراس کے انگریزی مدرسوں کے طالب علموں

اور عام مسلمانوں کے سامنے لالی ہال (مدراس) میں ہفتہ وار دیا،

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں چھپے،

(طبع سوم ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء)

سیرۃ النبیؐ کے بعد مسلمانوں کے لئے جن مقدس ہستیوں کے کارنامے اور سوانح حیات مشعلِ راہ ہو سکتے ہیں، وہ حضرات صحابہ کرام ہیں، دار المصنفین نے پندرہ برس کی جانفشانی و کوشش سے اس عظیم الشان کام کو انجام دیا، اور اردو میں صحابہ کرام کے حالات و سوانح اور اخلاق و حسنات کی دس ضخیم جلدیں احادیث و سیر کے ہزاروں صفحات سے چھانٹکر مرتب کیں، اور بہ حسن و خوبی شائع کیں، ضرورت ہے کہ حق طلب اور ہدایت و رہنمائی کے جویاں مسلمان ان صحیفوں کو پڑھیں، اور اس شمعِ ہدایت کی روشنی میں چلیں، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ان کے سامنے جلائی گئی تھی، ان جلدوں کی علیحدہ علیحدہ قیمتیں حسب ذیل ہیں، جن کا مجموعہ ۳۳؎ ۱۲؍ ہوتا ہے، لیکن پورے سٹ کے خریدار کو صرف ۲۰؎ میں یہ دس جلدیں کامل نذر کیجاتی ہیں، پیکنگ ذمہ دار المصنفین، محصول ذمہ خریدار۔

جلد اول ۔ خلفاے راشدینؓ،	عہ ۸/	جلد ششم:۔ سیر الصحابہؓ ششم،	سے/
جلد دوم:۔ مہاجرینؓ اوّل،	للعہ/	جلد ہفتم:۔ سیر الصحابہؓ ہفتم،	سے/
جلد سوم ۔ مہاجرینؓ دوم،	عہ ۸/	جلد ہشتم:۔ سیر الصحابیاتؓ،	عہ ۴/
جلد چہارم:۔ سیر انصارؓ اوّل،	سے ۸/	جلد نہم:۔ اسوۂ صحابہؓ اوّل،	عہ ۸/
جلد پنجم:۔ سیر انصارؓ دوم،	عا ۸/	جلد دہم:۔ اسوۂ صحابہؓ دوم،	للعہ/

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ

فہرستِ خطبات،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع سوم

خدا کا شکر ہے کہ ان خطبات کو جو سرسری طور پر لکھے گئے تھے حد سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی، اور مسلمانون کے ہر طبقہ مین وہ یکسان ذوق وشوق کے ہاتھون سے لئے گئے، اور عقیدت کی آنکھون سے پڑھے گئے، مدرسون مین، اسکولون مین، مجلسون مین ہر جگہ وہ پڑھے جاتے ہین، اور ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، یہ جو کچھ ہے وہ خداوند تعالیٰ کا فضل و کرم ہے،

اس کتاب کے بعض بعض خطبون مین سیرۃ محمدیؐ کا دوسرے انبیاے کرام علیہم السلام کی سیرتون سے مقابلہ وموازنہ ہے، گو وہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے اصول سے صحیح بھی ہون تاہم ان موقعون پر یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے، کہ وہ غیر مذہب والون کے مقابلہ مین الزامی طور پر ہین اور وہ ان انبیاءؑ کی اُن سیرتون کو سامنے رکھکر کہا گیا ہے، جو اُن کے ماننے والے مانتے اور اُن کی طرف منسوب آسمانی صحیفون مین مذکور ہین، ورنہ ظاہر ہے کہ ہر نبی اسلام کی نگاہ مین کامل و بے عیب اور معصوم تھا،

اور ان مین سے ہر ایک کی اصلی سیرتین حسبِ استعداد و اختلافِ زمانہ باہم گو کسی قدر مختلف ہون، تاہم وہ ہر اعتراض سے بری اور ہر خردہ گیری سے بالاتر ہین،

یہ خطبات پہلے پہل ۱۹۲۶ء مین میری غیر حاضری مین جب مین حجاز مین تھا میرے کٹے پٹے مسودہ سے چھپے تھے، دوسری دفعہ بھی یہی ہوا، اب اس تیسرے اڈیشن مین موقع ملا کہ اس پر نظرِ ثانی کیجا سکے، اس پر بھی یہ دعوی نہین کیا جا سکتا ہے کہ ایک عاجز انسان کی ہر جنبشِ قلم ہر اعتراض اور حرف گیری سے پاک ہو سکتی ہے،
رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَأْنَا،

خاکسار

سید سلیمان ندوی،

۲۷ رشعبان ۱۳۵۵ھ

۱۴ ر نومبر ۱۹۳۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

آیندہ صفحات مین سیرۃ نبوی کے مختلف پہلوؤن پر چند خطبات (لکچر) ہین، جو جنوبی ہند کی "اسلامی تعلیمی انجمن" کی فرمایش سے اکتوبر اور نومبر ۱۹۲۵ء مین دیئے گئے تھے، مدراس مین کچھ برسون سے ایک امرکن عیسائی کی فیاضی سے مدراس یونیورسٹی کے طلبہ کے سامنے کوئی نہ کوئی ممتاز عیسائی فاضل حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات وسوانح اور مسیحی مذہب کے متعلق چند عالمانہ خطبے دیتا ہے، یہ خطبے سال بسال ہوتے ہین، اور نہایت دلچسپی سے سنے جاتے ہین، یہ دیکھ کر مدراس کے چند مخلص تعلیمی کارفرما مسلمانون کے دلون مین یہ خیال آیا کہ یہان کے انگریزی مدارس کے مسلمان طالبعلمون کے لئے بھی مسلمانون کی طرف سے اسی قسم کی کوشش کیجائے، یعنی سال بسال کسی مسلمان فاضل کے خدمات حاصل کئے جائین جو اسلام اور پیغمبر اسلامؐ پر طلبا سے انگریزی کے ذوق اور موجودہ رنگ کے مطابق خطبات دے سکے۔

خوش قسمتی سے اس کام کے مالی پہلو کی کفالت کے لئے مدراس مین ایک ایسی ہستی مل گئی جس نے ہر طرح اس کی ضمانت کرلی، یہ سیٹھ ایم جمال محمد صاحب کی ذات تھی جن کی فیاضی سے مدراس کی متعدد تعلیمی درسگاہین سیراب ہو رہی ہین،

امید ہے کہ موصوف کا اسلامی ورد اِس سلسلہ کو تا دیر قائم رکھنے کی تدبیر مین آیندہ بھی مصروف رہیگا، اور "خطباتِ اسلامیہ مدراس" کا یہ سلسلہ یورپ کے مشہور خطبات کے سلسلون کی طرح بہت مفید اور شہرت پذیر ہوگا،

یہ میری سعادت ہے کہ اس اہم اور مقدس کام کے لئے سب سے پہلے میری حقیر ذات کا انتخاب عمل مین آیا، اور اس طرح مجھے موقع ملا کہ مین اس عظیم الشان سلسلہ کی پہلی کڑی بن سکون، یہ خطبے مدراس کے لالی ہال مین مغرب کے بعد ہر ہفتہ اور بعض ہفتہ مین دو دفعہ دیئے گئے، اور اس طرح یہ آٹھ خطبے اکتوبر ۱۹۲۵ء کے پہلے ہفتہ سے شروع ہو کر نومبر ۱۹۲۵ء کے اخیر ہفتہ مین ختم ہوئے، سیٹھ حمید حسن صاحب ناظمِ مجلس کا شکر گذار ہون کہ ان خطبات کے لئے ہر قسم کا اہتمام، اعلان اور ان کے انگریزی ترجمہ کا کام انھون نے انجام دیا، مدراس کی مسلمان پبلک کا ممنون ہون کہ اس خشک بیان کو جو کبھی دو دو اور تین تین گھنٹے تک جاری رہا، انھون نے صبر و تحمل سے سنا، اور اس کی قدر کی، غیر مسلم اصحاب بھی شکریہ کے مستحق ہین جنھون نے باوجود اردو آسانی سے نہ سمجھ سکنے کے حقیقت کی جستجو کے لئے ان جلسون مین شرکت کی،

مدراس کے اردو اور انگریزی اخبارات کا بھی شکر گذار ہون جنھون نے ہر ہفتہ ان خطبون کا خلاصہ اپنے کالمون مین شائع کیا، اخبار ہندو اور ڈیلی اکسپرس مدراس خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہین، جنھون نے فیاضی کے ساتھ اپنے کالم ان خطبون کی انگریزی تلخیص کی اشاعت کے لئے وقف کئے،

آخر مین ان خطبات کو اوراق کی شکل مین ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہوئے درگاہِ الٰہی مین سربسجود ہون کہ وہ اس عقیدت کے نذرانہ کو قبول فرمائے، اور اخلاص و

توفیق کی نعمت سے ان کے محرر کو مالامال کرے،

اُمیدوارِ رحمت

سید سُلیمان ندوی،

دلیسنہ، بہار

دسمبر سنہ ۱۹۲۵ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! آج پندرہ برس کے بعد مجھے موقع ملا ہے کہ میں آپ کی تعلیمی انجمن "مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سدرن انڈیا" کی طلب پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، اور یہاں آکر آپ کے سامنے سیرۃ نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر خطبے دوں، یہ آٹھ خطبے ہوں گے، جو مختلف آٹھ صحبتوں میں آپ کے سامنے پیش ہونگے ان کی ترتیب یہ ہوگی،

۱۔ انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے ہوسکتی ہے

۲۔ عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے،

۳۔ سیرۃ نبویؐ کا تاریخی پہلو،

۴۔ سیرۃ نبویؐ کی کاملیت،

۵۔ سیرۃ نبویؐ کی جامعیت،

۶۔ سیرۃ نبویؐ کی عملیت،

۷۔ اسلام کے پیغمبر کا پیغام،

۸۔ ایمان اور عمل،

مدراس نے اپنے نوجوان فرزندوں کو ایک سلسلۂ خطبات اسلامیہ کے ذریعہ

مذہب سے واقف کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہ یقیناً ہندوستان کے صوبوں میں ہماری اسلامی تعلیمی انجمنوں کا اس راہ میں پہلا قدم ہے، مدراس کی سرزمین پورے ہندوستان میں سب سے پہلا صوبہ ہے، جہاں اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے آکر چمکیں اور یہ اس وقت ہوا جب ہندوستان کے کسی گوشہ میں بھی اسلام کے کسی سپاہی کا قدم نہیں پڑا تھا، معجزۂ شق القمر کے چاند کی روشنی تھی، جو بحرِ عرب سے گذر کر بحرِ ہند کے اس ساحل تک پہنچی، اور دلوں کو روشن کرگئی، تحفۃ المجاہدین کی یہ روایت اگر صحیح ہے جسکی تائید ہمارے ایک نومسلم دوست ڈاکٹر غلام محمد کے بیان سے ہوتی ہے، کہ انھوں نے خود مدراس میں آکر ہندوؤں کی ایک قلمی سنسکرت کتاب میں بھی اس واقعہ کو بعینہٖ درج پایا ہے، اور جس کو انھوں نے چھپوا بھی دیا ہے، تو ہمیں اس حالت میں مدراس کی ایک اسلامی تعلیمی انجمن کی اس قابلِ رشک سبقت پر کوئی تعجب نہیں ہے، کہ مدراس کو اسلام کی خدمات میں پہل کرنے کا تاریخی حق، آج سے نہیں، بلکہ تیرہ سو برس پہلے سے پہنچتا ہے، اُمید ہے کہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی اسلامی تعلیمی انجمنیں اس کی تقلید کرینگی،

حضرات! میں اس وقت آپ کے سامنے اُردو میں تقریر کر رہا ہوں، گو اُردو زبان نے ہندوستان میں اتنی ترقی کرلی ہے کہ وہ ملک کے ہر گوشہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، تاہم میں محسوس کرتا ہوں کہ مدراس کے لئے مناسب یہ تھا کہ یہ لیکچر انگریزی میں ہوتے، تاکہ ان کے فائدہ کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا، اور وہ بھی اس میں شریک ہو سکتے اور دلچسپی لے سکتے جو اردو بالکل نہیں سمجھتے، یا پوری طرح نہیں سمجھتے اسی سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ علماء پر آج انگریزی کا جاننا بھی فرض ہوگیا ہے، خدا کرے وہ دن آئے جب ہمارے علماء خدا کا پیغام خدا کی ہر بنائی ہوئی زبان میں دنیا کو پہنچا سکیں،

پہلا خطبہ

انسانیت کی تکمیل صرف انبیائے کرام علیہم السلام

کی

سیرتوں سے ہو سکتی ہے،

دنیا کا یہ طلسمی کارخانہ رنگا رنگ عجائبات سے معمور ہے، قسم قسم کی مخلوقات ہیں، ہر مخلوق کی علیحدہ علیحدہ صفتیں اور خاصیتیں ہیں، جمادات سے لیکر انسان تک اگر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ بتدریج اور آہستہ آہستہ ان میں احساس، ادراک اور ارادہ کی ترقی ہوتی جاتی ہے، جمادات کی ابتدائی قسم مثلاً ذرات (ایٹمز) یا پتھر ہر قسم کے احساس، ادراک اور ارادہ سے خالی ہے، جمادات کے اور اقسام میں ایک طرح کی زندگی کا ہلکا سا نشان ملتا ہے نباتات میں احساس کی ایک غیر ارادی کیفیت نشو و نما کی صورت میں جلوہ گر معلوم ہوتی ہے حیوانات میں احساس کے ساتھ ارادہ کی حرکت بھی ہے، انسان میں احساس، ادراک اور ارادہ پورے کمال کے ساتھ پایا جاتا ہے، یہی احساس، ادراک اور ارادہ ہماری تمام ذمہ داریوں کا اصلی سبب ہے، مخلوق کی جس صنف میں جس حد تک یہ چیزیں کم ہیں اسی

حد تک وہ ارادی فرائض کی ذمہ داریوں سے آزاد ہے، جمادات سرے سے ہر قسم کے فرائض سے محروم ہیں، نباتات میں زندگی اور موت کے کچھ فرائض پیدا ہو جاتے ہیں، حیوانات میں کچھ اور فرائض بڑھ جاتے ہیں، انسانوں کو دیکھئے تو وہ فرائض کی پابندیوں سے سراسر جکڑا ہوا ہے، پھر انسان کے مختلف افراد پر نظر ڈالئے تو مجنوں، پاگل، بیوقوف، بچے، ایک طرف' اور عاقل، بالغ، دانا، ہشیار، عالم دوسری طرف، اسی احساس، ادراک اور ارادہ کی کمی و بیشی کے لحاظ سے اپنے اپنے فرائض کچھ نہیں رکھتے، یا کم رکھتے ہیں، یا بہت زیادہ رکھتے ہیں،

دوسری حیثیت سے دیکھئے کہ جس مخلوق میں احساس، ادراک اور ارادہ کی جتنی کمی ہے، اتنی ہی فطرت اور قدرت الٰہی اس کی پرورش اور نشوونما کے فرائض کا بار خود اپنے اوپر اٹھائے ہے، اور جیسے جیسے مخلوقات آنکھیں کھولتی جاتی ہے، فطرت اس بار کو اُسکے احساس و ادراک و ارادہ کے مطابق ہر صنف مخلوق پر ڈالتی جاتی ہے، پہاڑون کے لعل و گہر کی پرورش کون کرتا ہے؟ سمندر کی مچھلیوں کو کون پالتا ہے؟ جنگل کے جانوروں کی غور و پرداخت کا فرض کون انجام دیتا ہے ؟ حیوانات کی بیماری اور گرمی سردی کی دیکھ بھال کون کرتا ہے؟ یہانتک کہ سرد یا گرم مقامات کے رہنے والے حیوانوں اور پہاڑی، جنگلی اور صحرائی جانوروں میں بھی باوجود ایک ہی قسم کی نوع حیوان ہونے کے آب و ہوا کی مختلف ضروریات کی بنا پر آپ ان کی ظاہری حالتوں میں صریح فرق پائیں گے، یورپ کے کتے اور افریقہ کے کتے کی ضرورتوں میں موسم اور آب و ہوا کے اختلاف کے سبب سے جو اختلاف ہے، اسکا سامان بھی فطرت خود اپنی طرف سے کرتی ہے، اور اسی لئے مختلف آب و ہوا اور موسم کے ملکوں کے جانوروں میں پنجہ، بال، روئیں، کھال کے رنگ اور اور چیزوں میں سخت

اختلافات پائے جاتے ہیں،

یہ تو حصولِ منفعت کی صورتیں اور شکلیں تھیں، جن سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ جہاں جس حد تک احساس، اور ادراک اور ارادہ کی کمی ہے، فطرت اور قدرت خود اس کمی کی کفالت کر لیتی ہے، اور جیسے جیسے مخلوقاتِ الٰہی درجہ بدرجہ بلوغ کے مرتبہ کو پہنچتی جاتی ہے فطرت منافع کی صورتیں خود ان کے قویٰ کے سپرد کر کے علٰحدہ ہوتی جاتی ہے، انسان کو اپنی روزی کا سامان آپ کرنا پڑتا ہے، وہ کاشتکاری اور درختوں کے لگانے اور میووں کے پیدا کرنے کی محنت اٹھاتا ہے، سردی گرمی سے بچنے کے لئے اس کو فطری کھال، روئیں اور اُون نہیں دیئے گئے، اس کا سامان مختلف لباسوں کی شکل میں اس کو خود کرنا ہوتا ہے، بیماریوں اور زخموں کو دور کرنے کے لئے اس کو خود کوشش کرنی پڑتی ہے،

دوسری طرف دیکھئے کہ جہاں جس حد تک احساس اور ارادہ کا ضعف ہے، دشمنوں سے بچاؤ، اور زندگی کی حفاظت کا سامان فطرت نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے مختلف جانوروں کو ان کی حفاظت کے لئے مختلف ذریعے دیئے گئے ہیں، کسی کو تیز پنجے کسی کو نکیلے دانت، کسی کو سینگ، کسی کو اڑنا، کسی کو تیرنا، کسی کو تیز دوڑنے کی قوت، کسی کو ڈنک کسی کو دانتوں کا زہر، غرض مختلف آلات و اسلحہ سے خود فطرت نے ان کو مسلّح کر دیا ہے مگر غریب انسان کو دیکھو کہ اس کے پاس اپنے بچاؤ کے لئے، نہ ہاتھی کے بڑے بڑے دانت اور سونڈ ہیں، نہ شیروں کے نکیلے دانت اور پنجے، نہ بیلوں کے سینگ، نہ کتوں اور سانپوں کا زہر، نہ بچھوؤں اور بھڑوں کے ڈنک، غرض ظاہری حیثیت سے وہ ہر طرح نہتّا اور غیر مسلّح بنایا گیا ہے، مگر ان سب کی جگہ اس کو احساس، ادراک تعقل

اور ارادہ کی زبردست قوتیں دی گئی ہیں، اور یہی معنوی قوتیں، اس کی ہر قسم کی ظاہری کمزوریوں کی تلافی کرتی ہیں، وہ اپنی ان معنوی قوتوں سے بڑے بڑے دانتوں اور سونڈوں والے ہاتھیوں کو زیر کر لیتا ہے، تیز پنجے اور بڑے جبڑے والے شیروں کو چیر ڈالتا ہے، خوفناک زہریلے سانپوں کو پکڑ لیتا ہے، ہوا کے پرندوں کو گرفتار کر لیتا ہے، پانی کے جانوروں کو پھنسا لیتا ہے، اور اپنے بچاؤ کے لئے سینکڑوں قسم کے ہتھیار، اسلحہ اور سامان پیدا کرتا رہتا ہے،

دوستو! تم خواہ کسی مذہب اور کسی فلسفہ کے معتقد ہو، تم کو یہ تسلیم کرنا ہوگا، کہ تمھاری انسانی ذمہ داریوں کا اصلی سبب، تمھارے احساس، ادراک، تعقل اور ارادہ کی قوتیں ہیں، اسلام میں ان ذمہ داریوں کا شرعی نام تکلیف ہے، یہ تکلیف خود تمھارے اندرونی اور بیرونی قویٰ کے مطابق تم پر عائد ہے، اسلام کا خدا یہ اصول بتاتا ہے،

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا، خدا کسی نفس کو "تکلیف" نہیں دیتا، لیکن (بقرہ) اس کی وسعت کے مطابق،

یہی "تکلیف" کی ذمہ داری اور فرض ہے، جو دوسری جگہ امانت کے لفظ سے قرآن میں ادا ہوا ہے، یہ امانت کا بار جمادات، نباتات، حیوانات، بلکہ بڑے پہاڑوں اور اونچے آسمانوں کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن ان میں سے کوئی اس کو اٹھا نہ سکا،

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ	ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اس
وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا	امانت کو پیش کیا، تو انھوں نے (فطری عدم صلاحیت
وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ	کی بنا پر زبان حال سے) اس کے اٹھانے سے
كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا،	انکار کیا، اور اس سے ڈرے، پھر انسان نے اسکو

اٹھالیا، بے شک وہ ظالم اور نادان تھا، (احزاب - ۹)

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید   قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زوند

"ظالم" و "نادان"۔ "دیوانۂ عشق" کی دوسری تعبیر ہے، "ظالم" یعنی اپنی حد سے آگے بڑھ جانے والا، یہ صفت انسان کی عملی قوت کی بے اعتدالی کا اور "جاہل و نادان" ہونا اس کی عقلی و ذہنی قوت کی بے اعتدالی کا نام ہے۔ "ظلوم" کا مقابل "عادل"، اور "جہول" کا مقابل "عالم" ہے، "عدل" اور "علم" جو بالفعل انسان کو حاصل نہیں، ان کو حاصل کرنے کے لئے اس کی عملی قوت میں عدل یعنی میانہ روی، اور اعتدال، اور ذہنی قوت میں علم اور معرفت کی ضرورت ہے، قرآن مجید کی اصطلاح میں عدل کا دوسرا نام "عملِ صالح" اور علم کا دوسرا نام "ایمان" ہے،

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ   زمانہ کی قسم، بے شک انسان گھاٹے میں
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ   ہے، لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور
(والعصر)   نیک کام کئے،

یہ نقصان اور گھاٹا، وہی ظلمِ عملی اور جہلِ علمی ہے، اور اس کا علاج "ایمان" یعنی علم صحیح اور "عدل" یعنی عمل صالح ہے، اس واقعہ کی شہادت میں کہ انسانیت اُس وقت تک گھاٹے اور ٹوٹے میں ہے، جب تک اس کو ایمان اور عمل صالح کی توفیق نہ ملے، اللہ تعالیٰ نے زمانہ کو پیش کیا ہے، زمانہ سے مقصود وہ واقعات حوادث اور آثار ہیں جو زمانہ کے آغاز سے آج تک دنیا میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، کارلائل کے مشہور فقرہ کے مطابق "تاریخ صرف بڑے لوگوں کی سوانحعمریوں کے سلسلہ" کا نام ہے، زمانہ کی تاریخ خود اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں وہ تمام

قومیں اور قوموں کے وہ تمام افراد ہمیشہ گھاٹے اور ٹوٹے میں رہے ہیں، اور برباد و ہلاک ہوئے ہیں، جو ایمان اور عملِ صالح سے محروم تھے،

دنیا کے تمام آسمانی صحیفے، تمام مذہبی کتابیں، تمام اخلاقی قصے، اور انسانوں کے بننے اور بگڑنے کی تمام حکایتیں ظلم و جہل اور ایمان و عملِ صالح کی دو رنگیوں سے معمور ہیں، ایک طرف ظلم، جہل، شر، تاریکی، دوسری طرف عدل، عملِ صالح، خیر اور نور کی حکایتیں، داستانیں اور تاریخیں ہیں، اور جن افراد نے ان انسانی ذمہ داریوں کو قبول کیا، ان کی تعریف، اور جنھوں نے ان سے انکار کیا ان کی برائی کے بیانات ہیں، یونانی ایلڈ، رومی پیرڈیل لانوز، ایرانی شاہنامہ، ہندی مہابھارت اور رامائن اور گیتا کیا ہیں؟ ہر قوم کے سامنے اس کے بڑے بڑے اشخاص، اور اکابر رجال کی زندگیوں سے علم و جہل، ظلم و عدل، خیر و شر اور ایمان و کفر کی معرکہ آرائیوں کی عبرت آموز مثالیں ہیں، تاکہ ہر قوم ظلم، شر اور کفر کے برے نتیجوں سے بچکر، عدل، خیر اور ایمان کی مثالوں سے فائدہ اٹھائے،

توراۃ، انجیل، زبور، اور قرآن پاک کے بیشتر مضامین کیا ہیں؟ ظالم، شریر اور کافر قوموں اور افراد کی تباہی اور عادل، نیک اور مومن قوموں اور افراد کی سعادت اور فلاح و کامیابی کی نظیریں، تاکہ ان کو سنکر ظالم عادل بنیں، شریر نیک ہوں، اور کافر مومن بنجائیں، اسی لئے خاتم النبیین علیہ السلام سے پہلے ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں خدا کے پیغمبر اور فرستادے آئے کہ وہ اپنی اپنی قوموں کے سامنے اپنی زندگی نمونہ کے طور پر پیش کریں، تاکہ ان کی پوری قوم یا اس کے نیک افراد فلاح اور کامیابی حاصل کریں، اور آخر میں آنحضرت صلعم کو رحمتِ عالم بنا کر بھیجا گیا، تاکہ وہ تمام عالم کیلئے

دنیا میں اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں، آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے قرآن مجید نے یہ اعلان کیا،

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ، (یونس)

تو (اے قریشیو!) میں اس (دعوائے نبوت) سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر رہا ہوں، کیا تم نہیں سمجھتے،

اس آیتِ پاک میں درحقیقت وحیِ الٰہی نے خود اپنے پیغمبر کی سوانحمری اور سیرت کو اُس کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے،

بہرحال تاریخ کی دنیا میں ہزاروں لاکھوں اشخاص نمایاں ہیں، جنھوں نے آنے والوں کے لئے اپنی اپنی زندگیاں نمونہ کے طور پر پیش کی ہیں، ایک طرف شاہانِ عالم کے باشان وشکوہ دربار ہیں، ایک طرف سپہ سالاروں کے جنگی پرے ہیں، ایک طرف حکماء اور فلاسفروں کا متین گروہ ہے، ایک طرف فاتحینِ عالم کی پرجلال صفین ہیں، ایک طرف شعراء کی بزمِ رنگیں ہے، ایک طرف دولتمندوں اور خزانوں کے مالکوں کی نرم گدیاں اور کھنکھناتی تجوریاں ہیں، اُن میں سے ہر ایک کی زندگی آدم کے بیٹوں کو اپنی اپنی طرف کھینچتی ہے، کارتھیج کا ہنیبال، مقدونیہ کا سکندر، روم کا سیزر، ایران کا دارا، یورپ کا نپولین، ہر ایک کی زندگی ایک کشش رکھتی ہے، سقراط، افلاطون، ارسطو، دیوجانیں اور یونان کے دوسرے مشہور فلسفیوں سے لے کر اسپنسر تک تمام حکماء اور فلاسفروں کی زندگیوں میں ایک خاص رنگ نمایاں ہے، نمرود و فرعون، اور ابوجہل و ابولہب کی دوسری شخصیتیں ہیں، قارون کی ایک الگ زندگی ہے، غرض دنیا کے اسٹیج پر ہزاروں

قسم کی زندگیوں کے نمونے ہیں، جو بنی آدم کی عملی زندگی کے لئے سامنے ہیں، لیکن بتاؤ کہ ان مختلف اصنافِ انسانی میں سے کس کی زندگی نوعِ انسان کی سعادت، فلاح اور ہدایت کی ضامن اور کفیل اور اس کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہے،

ان لوگوں میں بڑے بڑے فاتح اور سپہ سالار ہیں، جنھوں نے اپنی تلوار کی نوک سے دنیا کے طبقے الٹ دیئے ہیں، لیکن کیا انسانیت کی فلاح و ہدایت کیلئے انھوں نے کوئی نمونہ چھوڑا، کیا ان کی تلوار کی کاٹ میدانِ جنگ سے آگے بڑھکر انسانی اوہام وخیالاتِ فاسدہ کی بیڑیوں کو بھی کاٹ سکی؟ انسانوں کے باہمی برادرانہ تعلقات کی گتھی بھی سلجھا سکی؟ انسانی معاشرت کا کوئی خاکہ پیش کر سکی؟ ہماری روحانی مایوسیوں اور نا اُمیدیوں کا کوئی علاج بتا سکی؟ ہمارے دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو مٹا سکی؟ ہمارے اخلاق اور اعمال کا کوئی نقشہ بنا سکی؟

دنیا میں بڑے بڑے شاعر بھی پیدا ہوئے ہیں، لیکن خیالی دنیا کے یہ شہنشاہ عملی دنیا میں بالکل بیکار ثابت ہوئے، اسی لئے افلاطون کے مشہور نظامِ حکومت میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی گئی، ہومر سے لیکر آج تک فوری جوش وہنگامہ کی پیدائش اور خیالی لذت والم کی افزائش کے سوا نسلِ انسانی کو اس کی زندگی کے مشکلات دور کرنے کے لیے یہ لوگ کوئی صحیح مشورہ نہ دے سکے، کیونکہ اُنکی شیریں زبانیوں کے پیچھے ان کے حسنِ عمل کا کوئی خوشنما نمونہ نہ تھا، اسی لیے قرآن پاک نے کہا،

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ، اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ	اور شاعر ان کی پیروی بھکے ہوئے لوگ کرتے ہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے

وَاَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ اِلَّا — رہتے ہیں، اور وہ جو کہتے ہیں اس کو کرتے نہیں
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، — لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے

(شعراء ع-۱۱)

قرآن پاک نے ان کی شیریں زبانی کے بے اثر ہونے کا فلسفہ بھی بتا دیا کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں، اور ایمان وعمل صالح کے جوہر سے خالی ہوتے ہیں، لیکن اگر وہ اس دولت سے مالامال ہوں تو کچھ نہ کچھ ان کی باتوں میں ضرور اثر ہوگا، تاہم وہ اصلاح و ہدایت کے عظیم الشان فریضہ کو ادا نہیں کر سکتے، دنیا کی تاریخ خود اس واقعہ پر گواہ ہے،

حکماء اور فلاسفر جنھوں نے بارہا اپنی عقل رسا سے نظام عالم کے نقشے بدل دیئے ہیں، جنھوں نے عجائباتِ عالم کی طلسم کشائی کے حیرت انگیز نظریئے پیش کئے ہیں، وہ بھی انسانیت کے نظامِ ہدایت کا کوئی عملی نقشہ پیش نہ کر سکے، اور نہ فرائض انسانی کی طلسم کشائی میں کوئی عملی امداد دے سکے، کہ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے بھی حسنِ عمل کا کوئی نمونہ نہ تھا، ارسطو نے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد ڈالی، ہر یونیورسٹی میں اس کے ایتھکس پر بہترین لکچر دیئے جاتے ہیں، اور اخلاقی مسائل میں اس کی نکتہ آفرینیوں کی داد دیجاتی ہے، لیکن سچ بتاؤ اس کو پڑھکر یا سنکر نوعِ انسانی کے کتنے افراد راہِ راست پر آئے، آج دنیا کی ہر یونیورسٹی میں ایتھکس کے بڑے بڑے لائق پروفیسر اور اساتذہ موجود ہیں، مگر ان کے علم اخلاق کے فلسفیانہ رموز و اسرار کا دائرۂ اثر ان درسگاہوں کی چہار دیواریوں سے کبھی آگے بڑھ سکا؟ یا بڑھ سکتا ہے؟ اس لئے کہ جب ان کمروں سے نکل کر وہ باہر میدان میں آتے ہیں

تو ان کی عملی زندگی، عام افرادِ انسانی سے ایک انچ بھی بلند نہیں ہوتی، اور انسان کانوں سے نہیں آنکھوں سے بنتا ہے،

دنیا کے اسٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ اور حکمراں بھی رونما ہوئے ہیں، جنھوں نے کبھی کبھی چار دانگِ عالم پر حکومت کی ہے، قوموں کی جان و مال پر قابض ہوئے ہیں، ایک ملک کو اُجاڑا، اور دوسرے کو بسایا ہے، ایک قوم کو گھٹایا اور دوسری کو بڑھایا ہے، ایک سے چھینا اور دوسرے کو دیا ہے، مگر ان کا عام نقشہ وہی رہا، جس کو قرآنِ پاک نے ایک آیت میں ملکۂ سبا کی زبان سے ادا کیا ہے،

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً	بے شک بادشاہ جب کسی آبادی میں داخل
اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ	ہوتے ہیں تو اس کو بگاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے
اَذِلَّةً ، (سبا - ع ۳)	معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں،

ان کی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں اور مجمعوں کے مجرموں کو روپوش کر دیا، لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے روپوش مجرموں کو وہ باز نہ رکھ سکی، انھوں نے بازاروں اور راستوں میں امن و امان قائم کیا، لیکن دلوں کی بستی میں وہ امن و امان قائم نہ کر سکے، انھوں نے ملک کا نظم و نسق درست کیا، لیکن روحوں کی مملکت کا نظم و نسق ان سے درست نہ ہو سکا، بلکہ ہر قسم کی روحانی بربادی انھی کے درباروں سے نکل کر ہر جگہ پھیلتی رہی، کیا سکندر اور سیزر جیسے بڑے بڑے بادشاہ بھی ہمارے لئے کچھ چھوڑ گئے؟

بڑے بڑے مقنن سولن سے لے کر اس وقت تک پیدا ہوئے ہیں، لیکن انکے قانون کی عمر نے بقا کی دولت نہ پائی، اور اس کے ماننے والوں کو دل کی صفائی

کارازنہ ملا، دوسرے دور کے حاکموں اور عدالتوں نے خود اس کو حرفِ غلط سمجھ کر مٹادیا، اور اپنی مرضی اور اپنی مصلحتوں کے مطابق، نہ کہ انسانوں کی اصلاح کی خاطر اس کی جگہ دوسرا قانون بنالیا، اور آج بھی یہی حالت قائم ہے، آج اس مہذب دور حکومت میں بھی یہی صورت قائم ہے کہ آئین ساز مجلسیں بنائی گئی ہیں، جو اپنے ہر اجلاس میں آج جو بناتی ہیں کل اس کو مٹاتی ہیں، اور یہ سب کچھ انسانوں کی خاطر نہیں، بلکہ حکومتوں کی خاطر ہوتا رہتا ہے،

عزیز دوستو! تم نے صنفِ انسانی کے بلند پایہ طبقوں میں سے جن سے انسانوں کی بھلائی اور سدھار کی توقعات ہوسکتی ہیں، ہر ایک کا جائزہ لے لیا، غور سے دیکھو! اس وقت دنیا میں جہاں کہیں بھی نیکی کی روشنی، اور اچھائی کا نور ہے، جہاں کہیں بھی خلوص اور دل کی صفائی کا اجالا ہے کیا وہ صرف انہی بزرگوں کی تعلیم اور ہدایت کا نتیجہ نہیں ہے، جن کو تم انبیاے کرامؑ کے نام سے جانتے ہو؟ پہاڑوں کے غار، جنگلوں کے جھنڈ، شہروں کی آبادیاں، غرض جہاں بھی رحم، انصاف، غریبوں کی مدد، یتیموں کی پرورش، اور نیکیوں کا سراغ ملتا ہے وہ اسی برگزیدہ جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی دعوت اور پکار کا دائمی اثر ہے، قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق:۔

اِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ (ملائکہ) کوئی قوم نہیں، جس میں کوئی انسانوں کا ہشیار کرنے والا نہ گذرا،

وَلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ۔ (رعد) اور ہر قوم کے لئے ایک رہنما ہے،

آج ہر قوم اور ہر ملک میں انہی کی برکتوں کا اُجالا نظر آتا ہے، اور ہر طرف انہی کی پکاروں کی آواز بازگشت سنائی دیتی ہے، افریقہ کے وحشی ہوں، یا یورپ کے

مہذب، سب کے دلوں کی صفائی انھیں کے سرچشموں سے ہوتی ہے، اور ہو رہی ہے،
اوپر جتنے بلند پایہ اور عالی رتبہ انسانی طبقوں کے نام آئے ہیں، ان میں سب سے
بلند اور سب سے اعلیٰ وہ طبقہ ہے جو بادشاہوں کی طرح جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر حکومت
کرتا ہے، اس کی حکمرانی کی زمین، دنیا کی مملکت نہیں، بلکہ دلوں کی مملکت ہے، جو گو
سپہ سالاروں کی طرح تیغ بکف نہیں، تاہم وہ گناہوں کے پرے، اور آلودگیوں کی
صفیں دم کے دم میں الٹ دیتا ہے، وہ گو خیالی شاعر نہیں، لیکن اس کی شیریں بیانیوں
کے ذائقہ سے اب تک انسانوں کے کام و دہن لطف اٹھا رہے ہیں، وہ گو ظاہری
طور پر قانون ساز اور مجلسوں کے سینیٹر نہ تھے، لیکن صدہا اور ہزارہا سال گذر جانے
کے بعد بھی ان کا قانون اسی طرح زندہ ہے، جو خود حاکموں اور عدالتوں پر حکمراں ہے
اور بلا تفریق شاہ و گدا، اور بادشاہ و رعایا سب پر یکساں جاری ہے،

یہاں مذہب اور اعتقاد کا سوال نہیں، بلکہ علمی تاریخ کا سوال ہے، کہ آیا یہ
واقعہ ہے یا نہیں؟ پاٹلی پتر کے راجہ اشوکا کے احکام صرف پتھر کی لاٹوں پر کندہ ہیں،
مگر بودھ کا حکم دلوں کی تختیوں پر منقوش ہے، اجین، ہستنا پور (دہلی) اور قنوج
کے راجاؤں کے احکام مٹ چکے ہیں، لیکن منوجی کا دھرم شاستر اب تک نافذ
اور جاری ہے، بابل کے سب سے پہلے قانون ساز بادشاہ حمورابی کے قانونی دفعات
مدت ہوئی کہ مٹی کے ڈھیر میں دفن ہو گئے، مگر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی تعلیم
آج بھی موجود ہے، فرعون کی ندائے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کے دن قائم رہی؟ مگر
حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے اعجاز کا آج بھی زمانہ معترف ہے، سولن کے بنائے ہوئے
قانون کے کے دن چل سکے؟ مگر توراۃ کا آسمانی قانون آج بھی انسانوں میں عدل

کی ترازو ہے، وہ رومن لا جس نے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو عدالت میں گنہگار ٹھہرایا تھا، صدیاں گذریں کہ معدوم ہو چکا، مگر حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم و ہدایت آج بھی گنہگاروں کو نیک اور مجرموں کو پاک بنانے میں اسی طرح مصروف ہے، مکہ کے ابو جہل، ایران کے کسریٰ، اور روم کے قیصر کی حکومتیں مٹ گئیں، مگر شہنشاہِ مدینہ کی فرمانروائی بدستور قائم اور مسلم ہے،

دوستو! میرے گذشتہ بیانات نے اگر تمہارے دلوں میں تشفی کا کوئی اثر پیدا کیا ہے، تو صرف اپنے عقیدہ سے نہیں، بلکہ عقلی استدلال، اور دنیا کی عملی تاریخ سے تمہارے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو گیا ہوگا کہ بنی نوعِ انسان کی حقیقی بھلائی، اعمال کی نیکی، اخلاق کی بہتری، دلوں کی صفائی، اور انسانی قویٰ میں اعتدال اور میانہ روی پیدا کرنے کی کامیاب کوششیں اگر کسی طبقۂ انسانی نے انجام دی ہیں تو وہ صرف انبیاے کرام کا طبقہ ہے، جو خدا کے فرستادہ ہو کر اس دنیا میں آئے، اور دنیا کو نیک تعلیم اور ہدایت دے کر اپنے بعد بھی لوگوں کے لئے چلنے کا ایک راستہ بنا کر چھوڑ گئے، جن کی تعلیم و عمل کے سرچشمہ سے بادشاہ و رعایا، امیر و غریب، جاہل و عالم سب برابر کا فیض پا رہے ہیں،

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ	اور ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر (اپنی حجت
عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ	پیش کرنے کے لئے) یہ دلیل عنایت کی، ہم جسکو
نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ	چاہتے ہیں بدرجہا بلند کر دیتے ہیں، بیشک
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ	تیرا پروردگار حکمت والا اور علم والا ہے، اور
كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ	ہم نے اُن (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے

قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ (انعام ۱۰)

ہر ایک کو (ان میں سے) ہدایت بخشی، اور ہم نے (ابراہیم سے) پہلے نوح کو ہدایت دی، اور ان (ابراہیم) کی نسل سے داؤد، اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی) اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں، اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت دی) ہر ایک (ان میں کا) صلح لوگوں میں تھا، اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ان میں سے ہر ایک کو دنیا (میں اس کے زمانہ کے لوگوں) پر فضیلت بخشی، اور ان کے بزرگوں اور اُنکی اولادوں اور ان کے بھائیوں میں سے، اور ان کو چنا، اور ان کو سیدھے راستہ کیطرف ہدایت کی، یہی خدا کی ہدایت ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے، اگر وہ شرک کرتے تو ان کے سارے کام برباد جاتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، قوت فیصلہ اور پیغمبری عنایت کی، تو اگر یہ لوگ (جو ان کے نام لیوا آج موجود ہیں)

ان پاک ہستیوں میں انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اصنافِ انسانی میں سے ایک خاص طبقہ کے بیشتر افراد کے نام بتائے گئے ہیں جن کی پیروی اور تقلید ہماری روحانی بیماریوں کا علاج اور اخلاقی کمزوریوں کا درماں ہے، یہی وہ مقدس گروہ ہے جو خدا کی بسائی تمام آبادیوں میں پھیلا، اور مختلف زمانوں میں اپنی تعلیم وہدایت کا چراغ روشن کرتا رہا، آج انسان کے سرمایہ میں فلاح، سعادت، اخلاق، نیک اعمال اور بہترین زندگیوں کے جو کچھ اثرات و نتائج ہیں، وہ سب انہی بزرگوں کے فیوض وبرکات ہیں وہ جگہ جگہ اپنے نقشِ قدم چھوڑ گئے، اور دنیا کم وبیش انہی پر چل کر اپنی کوششوں کی کامیابی کو ڈھونڈھ رہی ہے،

نوحؑ کا جوشِ تبلیغ، ابراہیمؑ کا ولولۂ توحید، اسحاقؑ کی وراثتِ پدری، اسمٰعیلؑ کا ایثار موسیٰؑ کی سعی وکوشش، ہارونؑ کی رفاقتِ حق، یعقوبؑ کی تسلیم، داؤدؑ کا غربتِ حق پر ماتم، سلیمانؑ کا سرود وحکمت، زکریاؑ کی عبادت، یحییٰؑ کی عفت، عیسیٰؑ کا زہد، یونسؑ کا اعترافِ قصور، لوطؑ کی جانفشانی، ایوبؑ کا صبر یہی وہ حقیقی نقش ونگار ہیں جن سے ہماری روحانی اور اخلاقی دنیا کا ایوان آراستہ ہے، اور جہاں کہیں ان صفاتِ عالیہ کا وجود ہے، وہ انہی بزرگوں کی مثالوں اور نمونوں کا عکس ہے،

انسانوں کی عمدہ معاشرت، صحیح تمدن، اور اعلیٰ مسرت کی تکمیل اور کائنات کے اندر اس کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ حاصل کرانے میں یقیناً تمام کارکن طبقاتِ انسانی کا حصہ ہے، ہیئت دانوں نے ستاروں کی چالیں بتائیں، حکماء نے چیزوں کے خواص ظاہر کئے، طبیبوں نے بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے، مہندسوں نے عمارتوں کا فن نکالا، صناعوں نے ہنر اور فن پیدا کئے، ان سب کی کوششوں سے مل کر یہ دنیا تکمیل کو

پہنچی، اس لئے ہم ان سب کے شکرگذار ہیں، مگر سب سے زیادہ ممنون ہم ان بزرگوں کے ہیں جنھوں نے ہماری اندرونی دنیا کو آباد کیا، جنھوں نے ہماری حرص و ہوس کی اندرونی چالیں درست کیں، ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے ترتیب دیئے، ہمارے جذبات ہمارے احساسات اور ہمارے ارادوں کے نقشے درست کئے، ہمارے نفوس و قلوب کے عروج و تنزل کا فن ترتیب دیا جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور صحیح معاشرت کی تکمیل ہوئی، اخلاق و سیرت انسانیت کا جوہر قرار پایا، نیکی اور بھلائی ایوان عمل کے نقش و نگار ٹھہرے، خدا و بندہ کا رشتہ باہم مضبوط ہوا، اور روز الست کا بھولا ہوا وعدہ ہم کو یاد آیا، اگر ہم انسانی سرشت کے ان رموز و اسرار اور نیکی و سعادت کے ان پیغمبرانہ تعلیمات سے ناواقف ہوتے تو کیا یہ دنیا کبھی تکمیل کو پہنچ سکتی، اس لئے اس برگزیدہ اور پاک طبقۂ انسانی کے احسانات ہم انسانوں پر سب سے زیادہ ہیں، اور اس لئے ہر فرد انسانی پر خواہ وہ کسی صنف سے تعلق رکھتا ہو، ان کی شکرگذاری کا اظہار واجب ہے، اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے، جو ہمیشہ انبیاے کرام کے نام نامی کے ساتھ ساتھ ہم ادا کرتے ہیں، اللّٰھم صلّ علیھم وسلم،

حضرات یہ نفوس قدسیہ اپنے اپنے وقت پر آئے اور گذر گئے، اس عالم فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں، ان کی زندگیاں خواہ کتنی ہی مقدس اور معصوم ہوں تاہم وہ دوام و بقا کی دولت سے سرفراز نہ تھیں، اس لئے آیندہ آنے والے انسانوں کے لئے جو چیز رہبر ہوسکتی ہے، وہ ان کی زندگیوں کی تحریری اور روایتی عکس اور تصویریں ہیں، ہمارے پاس اس کے سوا اس سرمایۂ سعادت کی حفاظت کا کوئی اور طریقہ نہیں دنیا میں پچھلے عہد کے علوم، فنون، خیالات، تحقیقات، واقعات اور حالات کے جاننے کا

اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں، انسانی زندگیوں کے انہی تحریری اور روایتی عکسوں اور تصویروں کا نام تاریخ اور سیرت ہے، ہماری زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں ممکن ہو کہ ہر سانحۂ زندگی میں کوئی نہ کوئی عبرت و بصیرت ہو، لیکن ہماری اخلاقی اور روحانی زندگی کی تکمیل و تزکیہ کے لئے صرف انبیاے کرامؑ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والی ہستیوں کی تاریخیں اور سیرتیں ہی کارآمد اور مفید ہو سکتی ہیں، اب تک دنیا نے انہی سے فیض پایا ہے، اور آیندہ بھی انہی سے فیض پا سکتی ہے، اس لئے دنیا کا اپنے تزکیہ اور تکمیلِ روحانی کے لئے ان برگزیدہ ہستیوں کی سیرتوں کی حفاظت سب سے بڑا اہم فرض ہے،

بہتر سے بہتر فلسفہ، عمدہ سے عمدہ تعلیم، اچھی سے اچھی ہدایت زندگی نہیں پا سکتی، اور کامیاب نہیں ہو سکتی، اگر اس کے پیچھے کوئی ایسی شخصیت اس کی حامل اور عامل ہو کر قائم نہیں ہے، جو ہماری توجہ، محبت اور عظمت کا مرکز ہو، جس جہاز کرو کو دیا نامی سے ہم اوائل فروری ۱۹۲۴ء میں حجاز و مصر سے واپس آرہے تھے، اتفاق سے مشہور شاعر ڈاکٹر ٹیگور بھی اسی پر امریکہ کے سفر سے واپس ہو رہے تھے، ایک رفیقِ سفر نے ان سے سوال کیا کہ برہمو سماج کی ناکامی کا سبب کیا ہے؟ حالانکہ اس کے اصول بہت منصفانہ، صلح کل کے تھے، اس کی تعلیم تھی کہ سارے مذہب سچے اور کل مذہبوں کے بانی اچھے اور نیک لوگ تھے، اس میں عقل اور منطق کے خلاف کوئی چیز نہ تھی، وہ موجودہ تمدن، موجودہ فلسفہ اور موجودہ حالات کو دیکھ کر بنایا گیا تھا، تاہم اس نے کامیابی حاصل نہ کی، فلسفی شاعر نے جواب میں کتنا اچھا نکتہ بیان کیا کہ یہ اس لئے ناکامیاب ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی، اور عملی سیرت نہ تھی، جو ہماری

توجہ کا مرکز بنتی، اور ہماری نیکوکاری کا نمونہ بنتی، اس نکتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگی کے بغیر ناکام ہے،

غرض ہم کو اپنی ہدایت اور رہنمائی کے لئے معصوم انسانوں، بے گناہ ہستیوں اور ہر حیثیت سے باکمال بزرگوں کی ضرورت ہے، اور وہ صرف انبیاے کرام ہیں، صلوات اللہ علیھم اجمعین،

(۲)

عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل

حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے

دوستو! آج ہماری بزم کا دوسرا دن ہے، اس سے پہلے جو کچھ عرض ہو چکا ہے، وہ پیش نظر رہے، تو سلسلۂ سخن آگے بڑھے، میری پچھلی تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انسان کے حال و مستقبل کی تاریکی کو چاک کرنے کے لئے ماضی کی روشنی سے فیض حاصل کرنا ضرور ہے، جن مختلف انسانی طبقون نے ہم پر احسان کئے ہین، وہ سب شکریہ کے مستحق ہین، لیکن سب سے زیادہ ہم پر جن بزرگون کا احسان ہے، وہ انبیاے کرام علیہم السلام ہین، اُن مین سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت مین اپنی اپنی قومون کے سامنے اس زمانہ کے مناسب حال اخلاقِ عالیہ اور صفاتِ کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا، کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوشِ توحید، کسی نے ولولۂ حق، کسی نے تسلیم، کسی نے عفت، کسی نے زہد، غرض ہر ایک نے دنیا مین انسان کی پرپیچ زندگی کے راستہ مین ایک ایک منار قائم کر دیا ہے، جس سے صراطِ مستقیم کا پتہ لگ سکے، مگر ضرورت تھی ایک ایسے رہنما اور راہبر کی جو اس سرے سے لے کر اس سرے تک پوری راہ کو اپنے ہدایات اور عملی مثالون سے روشن

کر دے، گویا ہمارے ہاتھ مین اپنی عملی زندگی کا پورا گائڈ بک دیدے، جس کو لے کر اسی کی تعلیم و ہدایت کے مطابق ہر مسافر بے خطر منزلِ مقصود کا پتہ پالے، یہ راہنما سلسلۂ انبیاءؑ کے آخری فرد محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہین، قرآن نے کہا،

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا، وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا، (احزاب-ع-۶)

اے پیغمبر ہم نے تجھکو گواہی دینے والا، اور (نیکوں کو) خوشخبری سنانے والا اور (غافلون کو) ہشیار کرنے والا، اور خدا کی طرف اس کے حکم سے پکارنے والا، اور ایک روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے،

آپ عالم مین خدا کی تعلیم و ہدایت کے شاہد ہین، نیکوکارون کو فلاح و سعادت کی بشارت سنانے والے مبشر ہین، ان کو جو ابھی تک بیخبر ہین، ہشیار اور بیدار کرنے والے نذیر ہین، بھٹکنے والے مسافرون کو خدا کی طرف پکارنے والے داعی ہین اور خود ہمہ تن نور اور چراغ ہین، یعنی آپ کی ذات اور آپ کی زندگی راستہ کی روشنی ہے، جو راہ کی تاریکیون کو کافور کر رہی ہے، یون تو ہر پیغمبر خدا کا شاہد، داعی، مبشر اور نذیر وغیرہ بنکر اس دنیا مین آیا ہے، مگر یہ کل صفتین سب کی زندگیون مین عملاً یکسان نمایان ہو کر ظاہر نہین ہوئین، بہت سے انبیاءؑ تھے جو خصوصیت کے ساتھ شاہد ہوئے، جیسے حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت اسمٰعیلؑ وغیرہ، بہت سے تھے جو نمایان طور پر مبشر بنے، جیسے حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، بہت سے تھے جن کا خاص وصف نذیر تھا، جیسے حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہودؑ و حضرت شعیبؑ، بہت سے تھے جو امتیازی حیثیت سے داعئ حق تھے، جیسے حضرت یوسفؑ، حضرت

یونسؑ، لیکن وہ جو شاہد، مبشر، نذیر، داعی، سراجِ منیر، سب کچھ بیک وقت تھا، اور جس کے مرقعِ حیات میں یہ سارے نقش ونگار عملاً نمایاں تھے، وہ صرف محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتحیات تھے، اور یہ اس لئے ہوا کہ آپ دنیا کے آخری پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے جس کے بعد کوئی دوسرا آنے والا نہ تھا، آپ ایسی شریعت لے کر بھیجے گئے جو کامل تھی، جس کی تکمیل کے لئے پھر کسی دوسرے کو آنا نہ تھا،

آپ کی تعلیم دائمی وجود رکھنے والی تھی، یعنی قیامت تک اس کو زندہ رہنا تھا اس لئے آپ کی ذاتِ پاک کو مجموعۂ کمال، اور دولتِ بے زوال بنا کر بھیجا گیا،

دوستو! یہ جو کچھ مین نے کہا، یہ میرے مذہبی عقیدہ کی بنیاد پر محض کوئی دعویٰ نہین ہے، بلکہ یہ وہ واقعہ ہے، جس کی بنیاد دلائل اور شہادتون پر قائم ہے،

وہ سیرت یا نمونۂ حیات جو انسانون کے لئے ایک آئیڈیل سیرت کا کام دے اس کے لئے متعدد شرطون کی ضرورت ہے، جن مین سب سے پہلی اور اہم شرط تاریخیت ہے،

تاریخیت تاریخیت سے مقصود یہ ہے کہ ایک کامل انسان کے جو سوانح اور حالات پیش کئے جائین وہ تاریخ اور روایت کے لحاظ سے مستند ہون، ان کی حیثیت قصون اور کہانیون کی نہ ہو، روزمرہ کا تجربہ ہے کہ انسان کی ایک سائیکالوجی یہ ہے کہ کسی سلسلۂ حیات کے متعلق اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فرضی اور خیالی ہے، یا مشتبہ ہے، تو خواہ وہ کسی قدر مؤثر انداز مین کیون نہ پیش کیا جائے، طبیعتین اس سے دیرپا اور گہرا اثر نہین لیتین، اس لئے ایک کامل سیرت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کے تمام اہم اجزا کی تاریخیت پر یقین ہو، یہی سبب ہے کہ تاریخی افسانون سے جو اثر طبیعتون مین پیدا ہوتا ہے، وہ خیالی افسانون سے نہین ہوتا،

دوسرا سبب تاریخی سیرت کے ضروری ہونے کا یہ ہے، کہ آپ اس سیرتِ کاملہ کا نقشہ محض دلچسپی یا فرصت کے گھنٹون کی مشغولی کے لئے نہین پیش کرتے، بلکہ اس غرض سے پیش کرتے ہین، کہ ہم اپنی زندگی اس نمونہ پر ڈھالین، اور اس کی پیروی و تقلید کرین، لیکن وہ زندگی اگر تاریخی اور واقعی طور سے ثابت نہین، تو آپ کیونکر اس کے قابلِ عمل اور پیروی و تقلید کے لائق ہونے پر زور دے سکتے ہین، کہا جا سکتا ہے، کہ یہ فرضی اور میتھالوجیکل قصے ہین، جن پر کوئی انسان اپنی عملی زندگی کی بنیاد نہین ڈال سکتا، اس لئے کیا پُر اثر ہونے کے لئے اور کیا قابلِ عمل اور لائقِ تقلید ہونے کے لئے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ اس کامل انسان کی سیرت، تاریخی اسناد کے معیار پر پوری اترے۔

ہم تمام انبیاے کرام علیہم السّلام کا ادب اور احترام کرتے ہین اور ان کے سچے پیغمبر ہونے پر یقین رکھتے ہین، لیکن بفحواے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ "یہ پیغمبر ہین جن مین سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے" دوام، بقاء ختم نبوت اور آخری کامل انسانی سیرت ہونے کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم کو جو خاص شرف عطا ہوا ہے، وہ دیگر انبیاءؑ کو اس لئے نہین مرحمت ہوا، کہ ان کو دائمی، آخری اور خاتم نبوت نہین بنایا گیا تھا، ان کی سیرتون کا مقصد ایک خاص قوم کو ایک خاص زمانہ تک نمونہ دینا تھا، اس لئے اس زمانہ کے بعد بتدریج وہ دنیا سے مفقود ہو گئین۔

غور کرو کہ ہر ملک مین، ہر قوم مین، ہر زمانہ مین، ہر زبان مین کتنے لاکھ انسان خدا کا پیغام لے کر آئے ہون گے، ایک اسلامی روایت کے مطابق ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر آئے، مگر آج ان مین سے کتنون کے نام ہم جانتے ہین، اور جتنون کے نام جانتے بھی ہین، ان کا حال کیا جانتے ہین؟ دنیا کی تمام قومون مین سب سے زیادہ قدیم

اور پرانے ہونے کا دعویٰ ہندوؤن کو ہے، گو وہ مسلم نہین لیکن بغور دیکھو کہ اُن کے
مذہب مین سینکڑون کیرکٹرون کے نام ہین، مگر ان مین سے کسی کو "تاریخی" ہونے کی
عزت حاصل نہین ہے، ان مین سے بہتیرے کے تو نام کے سوا کسی اور چیز کا ذکر
تک نہین، اور میتھالوجی سے آگے بڑھ کر تاریخ کے میدان مین ان کا گذر بھی نہین،
ان مین بہتر سے بہتر معلوم کیرکٹر وہ ہین جو مہابھارت اور رامائن کے ہیرو ہین، مگر
ان کی زندگی کے واقعات مین سے تاریخ کس کو کہہ سکتے ہین، یہ بھی نہین معلوم کہ یہ
زمانہ کے کس دور، اور دور کی کس صدی، اور صدی کے کس سال کے واقعے ہین،
اب یورپ کے بعض علمار بیسیون قیاسات سے کچھ کچھ تقریبی یا تخمینی زمانون کی تعین
کرتے ہین، اور انہی کو ہمارے ہندو تعلیم یافتہ اصحاب اپنے علم کی سند جانتے ہین،
لیکن یورپ کے محققین مین سے زیادہ تر توان کو تاریخ کا درجہ ہی نہین دیتے، اور یہ تسلیم
نہین کرتے کہ یہ فرضی داستانین کبھی عالمِ وجود مین بھی آئی تھین،

ایران کے پرانے مجوسی مذہب کا بانی زرتشت اب بھی لاکھون آدمیون
کی عقیدت کا مرکز ہے، مگر اس کی تاریخی شخصیت بھی قدامت کے پردہ مین گم ہے،
یہانتک کہ اس کے تاریخی وجود کے متعلق بھی بعض شکی مزاج امریکی اور یورپین علمار
کو شبہہ ہے، مستشرقین مین سے جو لوگ اس کے تاریخی وجود کو تسلیم کرتے ہین، سیکڑون
قیاسات سے اس کے حالاتِ زندگی کی کچھ کچھ تعیین کرتے ہین، تاہم وہ بھی مختلف
محققین کی باہمی متضاد رایون سے اس قدر مشکوک ہین کہ کوئی انسان اُن کے بھروسہ
پر اپنی عملی زندگی کی بنیاد نہین قائم کرسکتا، زرتشت کی جاے پیدائش، سالِ پیدائش،
قومیت، خاندان، مذہب، تبلیغِ مذہب، مذہبی صحیفہ کی اصلیت، زبان، سالِ وفات،

جائے وفات، ان مین سے ہر ایک مسئلہ سیکڑون اختلافات کا مرجع ہے، اور صحیح روایتون کا اس قدر فقدان ہے کہ بجز تخمینی قیاسات کے اور کوئی روشنی، ان سوالات کی تاریکیون کو دور نہین کر سکتی، با این ہمہ پارسی اصحاب ان مشکوک قیاسی باتون کا علم براہ راست اپنی روایتون سے نہین رکھتے بلکہ یورپین اور امریکن اسکالرس کی تلقینات سے وہ ابھی سمجھنے کی کوشش کر رہے ہین، اور جو ان کے ذاتی ذرائع علم ہین، وہ فردوسی کے شاہنامہ سے آگے نہین بڑھتے، یہ عذر بے کار ہے، کہ یونانی دشمنون نے ان کو مٹا دیا، یہان بہرحال ہم کو صرف اتنا بتانا ہے، کہ وہ مٹ گئے، خواہ وہ کسی طرح سے مٹے ہون، اور یہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو دوام اور بقا کی زندگی نہ ملی، اور کرن (Kern) اور ڈوارمٹیٹر (Dan meleter) جیسے محققین کو زرتشت کی شخصیت تاریخی سے انکار کرنا پڑا،

قدیم ایشیا کا سب سے زیادہ وسیع مذہب بودھ ہے جو کبھی ہندوستان، چین اور تمام ایشیائے وسطی، افغانستان، ترکستان تک پھیلا ہوا تھا، اور اب بھی برما، سیام، چین، جاپان اور تبت مین موجود ہے، ہندوستان مین تو یہ کہنا آسان ہے کہ برہمنون نے اس کو مٹا دیا اور ایشیائے وسطی مین اسلام نے اس کا خاتمہ کر دیا، مگر تمام ایشیائے اقصیٰ مین تو اس کی حکومت، اس کی تہذیب، اس کا مذہب تلوار کی قوت کے ساتھ ساتھ قائم ہے، اور اُس وقت سے اب تک غیر مفتوح ہے، لیکن کیا یہ چیزین بودھ کی زندگی اور سیرت کو تاریخی روشنی مین برقرار رکھ سکین؟ اور ایک مورخ اور سوانح نگار کے تمام سوالات کا وہ تشفی بخش جواب دے سکتی ہین؟ خود بدھ کے زمانۂ وجود کی تعیین مگدھ دیس کے راجاؤن کے واقعات سے کی جاتی ہے،

ورنہ کوئی دوسرا ذریعہ نہین ہے، اور ان راجاؤن کا زمانہ بھی اس طرح متعین ہوسکا ہے، کہ ان کے سفارتی تعلقات اتفاقاً یونانیون سے قائم ہوگئے تھے، جینی مذہب کے بانی کا حال اس سے بھی زیادہ غیر یقینی ہے، اور چین کے ایک بانیِ مذہب کنفیوشس کی نسبت ہم کو بودھ سے بھی کم واقفیت ہے، حالانکہ اس کے ماننے والون کی تعداد کرورون سے بھی زیادہ ہے،

سامی قوم مین سیکڑون پیغمبر آئے، لیکن نام کے سوا تاریخ نے ان کا اور کچھ حال نہ جانا، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ کے حالات اور سیرتون کے ایک ایک حصہ کے علاوہ کیا ہم کو کوئی کچھ بتا سکتا ہے؟ ان کی سیرتون کے ضروری اجزا، تاریخ کی کڑیون سے بہرحال گم ہین، اب ان کی مقدس زندگیون کے ادھورے اور نامربوط حصے کیا ایک کامل انسانی زندگی کی تقلید اور پیروی کا سامان کرسکتے ہین؟ قرآن مجید کو چھوڑ کر یہودیون کے جن اسفار مین ان کے حالات درج ہین ان مین سے ہر ایک کی نسبت محققین کو مختلف شکوک ہین، اور اگر ان شکوک سے ہم قطعِ نظر بھی کرلین تو ان کے اندر ان بزرگون کی تصویرین کس درجہ ادھوری ہین،

حضرت موسیٰؑ کا حال ہم کو تورات سے معلوم ہوتا ہے، مگر خود وہ تورات جو آج موجود ہے، اہلِ تحقیق کے بیان کے مطابق جیسا کہ خود مصنفینِ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا تسلیم کرتے ہین، حضرت موسیٰؑ کے صدہا سال کے بعد عالمِ وجود مین آئی ہے اس پر بھی اب جرمن اسکالرس نے پتہ لگایا ہے کہ موجودہ تورات مین پہلو بہ پہلو ہر واقعہ کے متعلق دو مختلف صورتون یا روایتون کا سلسلہ ہے جو باہم کہین کہین متضاد

ہین، اور یہی سبب ہے کہ تورات کے سوانح و واقعات مین ہر قدم پر ہم کو تضاد بیان سے سابقہ پڑتا ہے، اس تھیوری کی تفصیل انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے اخیر اڈیشن کے آرٹکل "بائبل" مین موجود ہے، اب ایسی صورت مین حضرت موسیٰؑ بلکہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ تک کے واقعات کی تاریخی حیثیت کیا رہ جاتی ہے،

حضرت عیسیٰؑ کے حالات انجیلون مین درج ہین، مگر ان بہت سی انجیلون مین سے آج عیسائی دنیا کا بڑا حصہ صرف چار انجیلون کو تسلیم کرتا ہے، باقی انجیل طفولیت انجیل برنا باس وغیرہ نامستند ہین، ان چار انجیلون مین سے ایک انجیل کے لکھنے والے نے بھی حضرت عیسیٰؑ کو خود نہین دیکھا تھا، انھون نے کس سے سنکر یہ حالات کا مجموعہ لکھا، یہ بھی معلوم نہین، بلکہ اب تو یہ بھی مشکوک سمجھا جاتا ہے کہ جن چار آدمیون کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے، وہ نسبت صحیح بھی ہے، یہ بھی واضح طور سے ثابت نہین کہ وہ کن زبانون مین اور کن زمانون مین لکھی گئین، ۶۰ءسے لیکر بعد کے متعدد مختلف سالون تک مختلف مفسرین اناجیل، ان کی تصنیف کا زمانہ بتاتے ہین، حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش، وفات اور تثلیث کی تعلیم ان سب کو سامنے رکھ کر اب بعض امرکین نقاد اور رشنلسٹ یہ کہنے لگے ہین، کہ حضرت عیسیٰؑ کا وجود محض فرضی ہے، اور انکی پیدائش اور تثلیث کا بیان یونانی و رومی متھالوجی کی محض نقالی ہے، کیونکہ اس قسم کے خیالات ان قومون مین مختلف دیوتاؤن اور ہیرودن کے متعلق پہلے سے موجود تھے، چنانچہ چیکاگو کے مشہور رسالہ روپن کورٹ مین مہینون حضرت عیسیٰؑ کے فرضی وجود ہونے پر بحث رہی ہے، اس بیان سے عیسائی روایتون کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کی تاریخی حیثیت کتنی کمزور معلوم ہوتی ہے،

کاملیت کسی انسانی سیرت کے دائمی نمونۂ عمل بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے صحیفۂ حیات کے تمام حصّے ہماری نگاہون کے سامنے ہون، کوئی واقعہ پردۂ راز اور ناواقفیت کی تاریکی مین گم نہ ہو، بلکہ اس کے تمام سوانح اور حالات روزِ روشن کی طرح دنیا کے سامنے ہون، تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس کی سیرت کہان تک انسانی سوسائٹی کے لئے ایک آئیڈیل زندگی کی صلاحیت رکھتی ہے،

اس معیار پر اگر شارعینِ ادیان اور بانیانِ مذاہب کے سوانح اور سیرتون پر نظر ڈالو، تو معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے سوا اور کوئی ہستی اس معیار پر پوری نہین اترتی، اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہوکر دنیا مین تشریف لائے تھے، ہم کہہ چکے ہین کہ ہزارون لاکھون انبیا علیہم السّلام اور مصلحینِ دین کے زمرہ مین سے صرف تین چار ہی ہستیان ایسی ہین جو تاریخی کہی جاسکتی ہین، لیکن کاملیت کی حیثیت سے وہ بھی پوری نہین ہین، غور کرو کہ مردم شماری کے لحاظ سے آج بودھ کے پیرو دنیا کی آبادی کے چوتھائی حصہ پر قابض ہین، مگر بااین ہمہ تاریخی حیثیت سے بدھ کی زندگی صرف چند قصون اور کہانیون کا مجموعہ ہے، لیکن اگر ہم انہی قصون اور کہانیون کو تاریخ کا درجہ دے کر بودھ کی زندگی کے ضروری سے ضروری اور اہم سے اہم اجزا تلاش کرین تو ہم کو ناکامی ہوگی، ان قصّون اور کہانیون سے ہم کو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین نیپال کی ترائی کے کسی ملک مین ایک راجہ کا لڑکا تھا، جس نے فطرۃً سوچنے والی طبیعت پائی تھی، جوان ہونے اور ایک بچہ کا باپ بننے کے بعد اتفاقًا اس کی نظر چند مصیبت زدہ انسانون پر پڑی، اس کی طبیعت بیحد متاثر ہوئی، اور وہ گھربار چھوڑ کر دیس سے نکل گیا، اور بنارس گیا، پاٹلی پتر (پٹنہ) اور راجگیر

(بہار) کے کبھی شہرون مین اور کبھی جنگلون اور پہاڑون مین پھرتا رہا، اور خدا جانے عمر کی کتنی منزلین طے کرنے کے بعد اس نے گیا کے ایک درخت کے نیچے انکشاف حقیقت کا دعویٰ کیا، اور بنارس سے بہار تک اپنے نئے مذہب کا وعظ کہتا رہا، پھر اس دنیا سے رخصت ہوگیا، یہ خلاصہ ہے بودھ کے متعلق ہمارے معلومات کا؟

زرتشت بھی ایک مذہب کا بانی ہے، مگر ہم بتا چکے ہین کہ قیاسات کے سوا اس کی زندگی اور سیرت کا بھی سراغ نہین ملتا، ان قیاسات سے بھی جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کو ہم بجائے اپنی زبان سے کہنے کے بیسوین صدی کے مستند خلاصۂ معلومات انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے آرٹیکل زراسٹر سے یہان نقل کرتے ہین:

"زرتشت کی جس شخصیت سے (گاتھاکے) ان اشعار مین ہماری ملاقات ہوتی ہے، وہ نئے اوستا کے زرتشت سے بالکل مختلف ہی، وہ ٹھیک متضاد ہے، اس دوسرے افسانہ کی معجزانہ شخصیت سے (اس کے بعد گاتھا کے کچھ واقعی حالات نقل کر کے مضمون نگار لکھتا ہی) تاہم ہم یہ توقع نہ کرین کہ ہم گاتھا سے زرتشت کے فیصلہ کن حالات جان سکتے ہین، وہ ہم کو زرتشت کی لائف کا کوئی تاریخی بیان نہین دیتی، اور جو کچھ ملتا بھی ہے، اس کے معنی یا تو صاف نہین ہین یا غیر مفہوم ہین"

زرتشت کے متعلق موجودہ زمانہ کی تصنیفات کا باب شروع کرتے ہوئے یہ مضمون نگار لکھتا ہے،

"اس کی جاے پیدایش کی تعیین کے متعلق شہادتین متضاد ہین"

ا؎ گیارہوان ایڈیشن؛

اس کے زمانہ کے تعین کے متعلق بھی یونانی مورخین کے بیانات، نیز موجودہ محققین کے قیاسات مختلف ہین، مضمون نگار لکھتا ہے،

"زرتشت کے زمانہ سے ہم قطعاً ناواقف ہین"

بہرحال جو کچھ ہم کو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ آذربائیجان کے کسی مقام مین پیدا ہوا، بلخ وغیرہ کی طرف تبلیغ کی، ہشتاسپ بادشاہ نے اس کے مذہب کو اختیار کیا، کچھ اس نے غیر معمولی معجزے دکھائے، اس نے شادی بیاہ کیا، اولادین ہوئین، اور پھر کہین مرگیا، کیا ایسی نامعلوم ہستی کے متعلق کوئی کاملیت کا گمان بھی کرسکتا ہے، اور اس کی زندگی انسانی سوسائٹی کے لئے چراغِ راہ بن سکتی ہے، یا بنائی جاسکتی ہو؟

انبیاے سابقینؑ مین سب سے مشہور زندگی حضرت موسیٰؑ علیہ الصلوٰۃ و السّلام کی ہے، موجودہ توراۃ کے مستند یا غیر مستند ہونے کی بحث سے قطع نظر کر کے ہم اس کے بیانات کو بالکل صحیح تسلیم کئے لیتے ہین، تاہم توراۃ کی پانچون کتابون سے ہم کو حضرت موسیٰؑ کی زندگی کے کس قدر اجزا، ہاتھ آتے ہین؟ جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ پیدا ہوکر فرعون کے گھر پرورش پاتے ہین، جوان ہوکر فرعونیون کے مظالم کے خلاف بنی اسرائیل کی ایک دو موقعون پر مدد کرتے ہین، پھر مصر سے بھاگ کر مدین آتے ہین، یہان شادی ہوتی ہے، اور معتدبہ زمانہ تک یہان زندگی بسر کر کے مصر واپس جاتے ہین، راہ مین نبوت سے سرفراز ہوتے ہین، فرعون کے پاس پہنچتے ہین، معجزات دکھاتے ہین، اور بنی اسرائیل کو مصر سے لیجانے کی رخصت چاہتے ہین رخصت نہین ملتی، بالآخر غفلت مین مع اپنی قوم کے نکل جاتے ہین، خدا کے حکم سے سمندر مین ان کو راہ ملجاتی ہے، فرعون غرق ہوجاتا ہے، اور وہ اپنی قوم کو لیکر

عرب اور شام مین داخل ہوتے ہین، کافرباشندون سے لڑائیان پیش آتی ہین، اسی حالت مین جب وہ بہت بوڑھے ہوجاتے ہین تو ایک پہاڑی پر ان کی وفات ہوجاتی ہے تورات استثنا کے اختتامی فقرے مین ہی،

"سو خداوند کا بندہ موسیٰ خداوند کے حکم کے موافق مواب کی سرزمین مین مرگیا، اور اس نے اسے مواب کی ایک وادی مین بیت فغور کے مقابل گاڑا، پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہین جانتا، اور موسیٰ اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا، اور اب تک بنی اسرائیل مین موسیٰؑ کے مانند کوئی نبی نہین ہوا"

۱- یہ توراۃ کی پانچوین کتاب کے فقرے ہین جس کی تصنیف بھی حضرت موسیٰؑ کی طرف منسوب ہے، ان فقرون مین سب سے پہلے آپ کی نظر اس پر پڑنی چاہیئے، کہ یہ پوری کتاب یا اس کے آخری اجزا حضرت موسیٰؑ کی تصنیف نہین، لیکن با این ہمہ دنیا حضرت موسیٰؑ کے اس سوانح نگار سے واقف نہین ہی،

۲- ان ورسون کے الفاظ "آج تک اس کی قبر کو کوئی نہین جانتا، اور اب تک ویسا کوئی نبی بنی اسرائیل مین نہین ہوا" ظاہر کرتے ہین کہ سوانح موسویؑ کے یہ تکمیلی اجزاء اتنی مدت دراز کے بعد لکھے گئے ہین، جس مین ایک مشہور یادگار کو لوگ بھول جاسکتے ہین، اور ایک نئے پیغمبر کے ظہور کی توقع کیجا سکتی تھی،

۳- حضرت موسیٰؑ نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی، مگر غور سے دیکھو کہ اس ۱۲۰ برس کی عمر کے طویل زمانہ کی وسعت کو بھرنے کے لئے ہم کو حضرت موسیٰؑ کے کیا واقعات معلوم ہوئے ہین، اور ان کے سوانح کے ضروری اجزاء ہمارے ہاتھ مین کیا ہین، پیدائش

جوانی مین ہجرت، شادی، اور نبوت کے واقعات معلوم ہین، پھر چند لڑائیون کے بعد بوڑھاپے مین ۱۲۰ برس کی عمر مین ان سے ملاقات ہوتی ہے، ان واقعات کو جانے دیجئے، یہ تو شخصی حالات ہین جو ہر شخص کی زندگی مین الگ الگ پیش آتے ہین، انسان کو اپنی سوسائٹی کے عملی نمونہ کے لئے جن اجزاء کی ضرورت ہے، وہ اخلاق و عادات اور زندگانی کے طور و طریق ہین، اور یہی اجزاء حضرت موسیٰؑ کی پیغمبرانہ سوانحعمری سے گم ہین، ورنہ عام جزئی حالات یعنی اشخاص کے نام و نسب، مقامات کے پتے، مردم شماریان اور قانونی قال واقول بہت کچھ تورات مین مذکور ہین، مگر یہ معلومات خواہ جغرافیہ، کرانولوجی، نسب ناموں اور قانون دانی کے لئے کسی قدر ضروری کیون نہ ہون، مگر عملی حیثیت سے بالکل بیکار، اور اجزاے سوانح کی کاملیت سے معرا ہین،

اسلام سے سب سے قریب العہد پیغمبر حضرت عیسیٰؑ ہین، جن کے پیرو آج یورپ مین مردم شماری کے مطابق تمام دوسرے مذاہب کے پیروون سے زیادہ ہین، مگر یہ سنکر آپ کو حیرت ہوگی، کہ اسی مذہب کے پیغمبر کی زندگی کے اجزاء تمام دوسرے مشہور مذاہب کے بانیون اور پیغمبرون کے سوانح سے سب سے زیادہ کم معلوم ہین، آج عیسائی یورپ کے تاریخی ذوق کا یہ حال ہے، کہ وہ بابل و اسیریا، عرب و شام، مصر و افریقہ، ہندوستان و ترکستان کے ہزارہا برس کے واقعات کتابون اور کتبون کو پڑھکر اور کھنڈرون، پہاڑون اور زمین کے طبقون کو کھود کر منظر عام پر لا رہا ہے، اور دنیا کی تاریخ کے گم شدہ اوراق از سر نو ترتیب دے رہا ہے، مگر اس کا مسیحائی معجزہ جس چیز کو زندہ نہین کر سکتا، وہ خود حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے مدفون واقعات ہین، پروفیسر رینان نے کیا کیا نہ کیا، مگر حضرت عیسیٰؑ کے واقعات زندگی نہ ملنا تھا، نہ مل سکے، انجیل کے بیان کے مطابق

حضرت عیسیٰ کی زندگی ۳۳ برس کی تھی، موجودہ انجیلون کی روایتین اولاً تو نامعتبر ہین،
اور جو کچھ ہین بھی وہ صرف ان کے آخری تین سالون کی زندگی پر مشتمل ہین، ہم کو انکی
تاریخی زندگی کے صرف یہ حصے معلوم ہین، وہ پیدا ہوے اور پیدایش کے بعد مصر
لائے گئے، لڑکپن مین ایک دو معجزے دکھائے، اس کے بعد وہ غائب ہو جاتے
ہین، اور پھر یک بیک تیس برس کی عمر مین بپتسمہ دیتے اور پہاڑیون، اور دریاؤن
کے کنارے ماہی گیرون کو وعظ کہتے نظر آتے ہین، چند شاگرد پیدا ہوتے ہین یہودیو
سے چند مناظرے ہوتے ہین، یہودی اُن کو پکڑوا دیتے ہین، رومی گورنر کی عدالت
مین مقدمہ پیش ہوتا ہے، اور سولی دے دیجاتی ہے، تیسرے دن ان کی قبران کی
لاش سے خالی نظر آتی ہے، تیس برس اور کم ازکم پچیس برس کا زمانہ کہان گذرا اور کیونکر
گذرا؟ دنیا اس سے ناواقف ہے، اور رہیگی، ان تین آخری برسون کے واقعات
مین بھی کیا ہے؟ چند معجزے اور مواعظ اور آخر سولی!

جامعیت کسی سیرت کے عملی نمونہ بننے کے لئے تیسری ضروری شرط "جامعیت" ہے۔
جامعیت سے مقصود یہ ہے کہ مختلف طبقاتِ انسانی کو اپنی ہدایت اور روشنی کیلئے
جن نمونون کی ضرورت ہوتی ہے یا ہر فرد انسان کو اپنے مختلف تعلقات و روابط
اور فرائض و واجبات کو ادا کرنے کے لئے جن مثالون اور نمونون کی حاجت ہوتی ہے
وہ سب اس "آئیڈیل زندگی" کے آئینہ مین موجود ہون، اس نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھئے
تو معلوم ہوگا کہ سوائے خاتم الانبیاء علیہ السّلام والصّلوٰۃ کے کوئی دوسری شخصیت
اس معیار پر پوری نہین اترتی، مذہب کیا چیز ہے، خدا اور بندون، اور باہم بندون
کے متعلق جو فرائض اور واجبات ہین ان کو تسلیم کرنا اور ادا کرنا، دوسرے لفظون

مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا لانے کا نام ہے۔ اس لئے ہر مذہب کے پیروون کا فرض ہے کہ وہ اپنے پیغمبرون اور بانیون کی سیرتون مین ان حقوق، فرائض اور واجبات کی تفصیلات تلاش کرین، اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو اس قالب مین ڈھالنے کی کوشش کرین، حقوق اللہ اور حقوق عباد دونون حیثیتون سے جب آپ تفصیلات ڈھونڈھین گے تو وہ پیغمبر اسلام کے سوا آپ کو کہین نہین ملینگی۔

مذاہب دو قسم کے ہین، ایک وہ جن مین یا تو خدا تسلیم ہی نہین کیا گیا ہے، جیسا کہ بودھ اور جین مذہب کے متعلق کہا جاتا ہے، اس لئے ان مذہبون مین تو خدا، اس کی ذات، صفات اور دیگر حقوق الٰہی کا پتہ ہی نہین، اور اس لئے ان کے بانیون مین محبت الٰہی، خلوص، توحید پرستی وغیرہ کی تلاش ہی بیکار ہے، دوسرے وہ مذاہب ہین جنھون نے خدا کو کسی نہ کسی رنگ مین تسلیم کیا ہے، ان مذہبون کے پیغمبرون اور بانیون کی زندگیون مین بھی خدا طلبی کے واقعات مفقود ہین، خدا کے متعلق ہم کو کیا اعتقادات رکھنے چاہئین، اور ان کے کیا اعتقادات تھے، اور ان اعتقادات پر ان کو کس حد تک عملاً یقین تھا، اس کی تفصیل سے ان کی سیرتین خالی ہین، پوری توراۃ پڑھ جاؤ، خدا کی توحید اور اسکے احکام اور قربانی کے شرائط کے علاوہ توراۃ کی پانچ کتابون مین کوئی ایسا فقرہ نہین جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت موسیٰؑ کے تعلقات قلبی، اور طاعت وعبادت، اور خدا پر توکل ویقین، خدا کے صفات کاملہ والٰہیہ کی جلوہ گری ان کے قلب اقدس مین کہان تک تھی، حالانکہ اگر موسوی مذہب ہمیشہ کے لئے اور آخری مذہب کے طور پر آیا ہوتا تو اس کے پیروون کا فرض تھا کہ وہ ان واقعات کو قید تحریر مین لاتے، مگر خدا کی مصلحت یہ نہ تھی، اس لئے ان کو اس کی توفیق نہ ملی،

حضرت عیسیٰ کی زندگی کا آئینہ انجیل ہے، انجیل مین اس ایک مسئلہ کے علاوہ کہ خدا حضرت عیسیٰؑ کا باپ تھا، ہم کو یہ نہین معلوم ہوتا کہ اس دنیاوی زندگی مین اس مقدس باپ اور بیٹے مین کیا تعلقات اور روابط تھے، بیٹے کے اقرار سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ باپ کو بیٹے سے بڑی محبت تھی، مگر یہ نہین معلوم ہوتا کہ بیٹے کو باپ سے کس درجہ محبت تھی، وہ کہان تک اپنے باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری مین مصروف تھا، وہ اس کے آگے شب و روز مین کبھی جھکتا بھی تھا، اور "آج کی روٹی" کے علاوہ کوئی اور چیز بھی اس نے کبھی اس سے مانگی، گرفتاری کی رات سے پہلے کوئی ایک رات بھی اس پر ایسی گذری جب وہ باپ کے حضور مین دعا مانگ رہا ہو، پھر ایسی سیرت سے ہم روحانی حیثیت سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہین، اگر حضرت عیسیٰؑ کی سیرت مین خدا اور بندہ کے تعلقات واضح ہوتے تو ساڑھے تین سو برس کے بعد پہلے عیسائی بادشاہ کو نیس مین تین سو عیسائی علما کی مجلس اس کے فیصلہ کے لئے فراہم کرنی نہ پڑتی اور وہ اب تک ایک ناقابل فہم راز نہ بنے رہتے،

اب حقوق عباد کی حیثیت کو لیجئے تو اس سے بھی حضرت خاتم النبیین صلعم کے سوا تمام دیگر انبیا علیہم السّلام اور بانیان مذاہب کی سیرتین خالی ہین، بودھ نے اپنے تمام اہل و عیال اور خاندان کو چھوڑ کر جنگل کا راستہ لیا، اور پھر کبھی اپنی پیاری بیوی سے جس سے اس کو محبت تھی اور اپنے اکلوتے بیٹے سے کوئی تعلق نہ رکھا، دوستون کے جھرمٹ سے علیحدہ ہوگیا، حکومت اور سلطنت کے بار گران سے سبکدوشی حاصل کی اور نروان یا موت کے حصول کو انسانی زندگی کا آخری مقصد قرار دیا، ان حالات مین کیا کوئی انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا کے بسنے والون کے لئے جن مین حکومت و

رعیت، شاہ وگدا، آقا و نوکر، باپ بیٹے، بھائی بہن، اور دوست احباب کے تعلقات
ہین، بودھ کی سیرت کچھ کارآمد ہوسکتی ہے؟ کیا بودھ کی زندگی مین کوئی ایسی جامعیت
ہے جو تارک الدنیا بھکشوؤن اور کاروباری انسانون دونون کے لئے قابلِ تقلید ہو؟
اسی لئے اس کی زندگی کبھی بھی اس کے ماننے والے کاروباریون کے لیے قابلِ تقلید
نہ بنی، ورنہ چین وجاپان، سیام وانام، تبت وبرما کی تمام سلطنتین، تجارتین، صناعیان
اور دیگر کاروباری مشاغل فوراً بند ہوجاتے، اور بجاے آباد شہرون کے صرف سنسان
جنگلون کا وجود رہ جاتا،

حضرت موسیٰؑ کی زندگی کا ایک ہی پہلو نہایت واضح ہے، اور وہ جنگ اور
سپہ سالاری کا پہلو ہے، ورنہ اس کے علاوہ ان کی سیرت کی پیروی کرنے والون
کے لئے دنیاوی حقوق، واجبات، فرائض اور ذمہ داریون کا کوئی نمونہ موجود نہین
ہے، میان بیوی، باپ بیٹے، بھائی بھائی، دوست واحباب کے متعلق ان کا کیا طرز
عمل تھا، صلح کے فرائض مین ان کا کیا دستور تھا، اپنے مال و دولت کو کن مفید کامون
مین انھون نے لگایا، بیمارون، یتیمون، مسافرون اور غریبون کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ
تھا، اور ان کے ماننے والے ان امور مین ان کی زندگی کی مثالون سے کیونکر فائدہ
اٹھائین، حضرت موسیٰؑ بیوی رکھتے تھے، بچے رکھتے تھے، بھائی رکھتے تھے، دوسرے
اعزہ اور متعلقین رکھتے تھے، اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ان کا پیغمبرانہ طرزِ عمل یقیناً ہر حرف گیری
سے پاک ہوگا، مگر ان کی موجودہ سیرت کی کتابون مین ہم کو یہ ابواب نہین ملتے،
جو ہمارے لیئے قابلِ تقلید اور نمونہ ہون،

حضرت عیسیٰؑ علیہ السّلام کی مان تھین، اور انجیل کے بیان کے مطابق ان کے

بھائی بہن بھی تھے، بلکہ مادی باپ تک بھی موجود تھا، مگر ان کی زندگی کے واقعات
ان عزیزون اور رشتہ دارون کے ساتھ ان کا تعلق، طرزِ عمل، سلوک اور برتاؤ نہین
ظاہر کرتے، حالانکہ دنیا ہمیشہ انہی تعلقات سے آباد رہی ہے، اور رہیگی، مذہب کا بڑا
حصہ انہی کی متعلقہ ذمہ داریون کے اوا کرنے کا نام ہے، علاوہ ازین حضرت عیسیٰؑ
نے محکومی کی زندگی بسر کی، اس لیے ان کی سیرت تمام حاکمانہ فرائض کی مثالون سے
خالی ہے، وہ متاہل نہ تھے، اس لئے ان دو جوڑون کے لئے جن کے درمیان
تورات کے پہلے ہی باب نے مان باپ سے زیادہ مضبوط رشتہ قائم کیا ہے، حضرت
عیسیٰؑ کی زندگی تقلید کا کوئی سامان نہین رکھتی، اور چونکہ دنیا کی بیشتر آبادی متاہلانہ زندگی
رکھتی ہے، اس لئے اس کے معنی یہ ہین کہ دنیا کے بیشتر حصۂ آبادی کے لئے ان کی سیرت
نمونہ نہین بن سکتی، جس نے گھربار، اہل وعیال، مال و دولت، صلح و جنگ، دوست
و دشمن کے تعلقات سے کبھی واسطہ ہی نہ رکھا ہو، وہ اس دنیا کے لئے جو انہی تعلقات
سے معمور رہے، کیونکر مثال ہو سکتا ہے، اگر آج دنیا یہ زندگی اختیار کرلے تو کل وہ سنسان
قبرستان بنجائے، تمام ترقیان دفعتہً رک جائین، اور عیسائی یورپ تو شاید ایک منٹ
کے لئے بھی زندہ نہ رہے،

عملیت "آئیڈیل لائف" کا سب سے آخری معیار عملیت ہے، عملیت سے یہ مقصود ہے
کہ شارعِ دین اور بانیِ مذہب جس تعلیم کو پیش کر رہا ہو، خود اس کا ذاتی عمل اسکی مثال
اور نمونہ ہو، اور خود اس کے عمل نے اس کی تعلیم کو عملی یعنی قابلِ عمل ثابت کیا ہو،
خوش کن سے خوش کن فلسفہ، دلچسپ سے دلچسپ نظریہ، اور
خوش آیند سے خوش آیند اقوال، ہر شخص ہر وقت پیش کر سکتا ہے، لیکن جو چیز ہر شخص

ہر وقت نہین پیش کرسکتا وہ عمل ہے، انسانی سیرت کے بہتر اور کامل ہونے کی دلیل اس کے نیک اور معصوم اقوال، خیالات اور اخلاقی و فلسفیانہ نظریئے نہین، بلکہ اس کے اعمال اور کارنامے ہین، اگر یہ معیار قائم نہ کیا جائے تو اچھے اور برے کی تمیز اٹھ جائے، اور دنیا صرف بات بنانے والون کا مسکن رہجائے، اب مجھے پوچھنے دیجئے کہ لاکھون پیشوا ہین اور ہزارون بانیانِ مذاہب ہین سے کون اپنی عملی سیرت کو اس ترازو پر تلوانے کے لئے آگے بڑھ سکتا ہے؟

"تو اپنے خداوند خدا کو اپنی ساری جان اور دل سے پیار کر، تو دشمن کو پیار کر، جو تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے اپنا بایان گال بھی پھیر دے، جو تجھکو ایک میل بے گار لے جائے تو اس کے ساتھ دو میل جا، جو تیرا کوٹ مانگے تو اسکو کرتا بھی دیدے، تو اپنے تمام مال و اسباب کو خدا کی راہ مین دیدے، تو اپنے بھائی کو سترہ دفعہ معاف کر، آسمان کی بادشاہت مین دولتمند کا داخل ہونا مشکل ہے۔" یہ اور اسی قسم کی بہت سی نصیحتین نہایت دل خوش کن ہین، مگر عمل سے ان کی تصدیق نہ ہو تو وہ سیرت کا ٹکڑا نہین، بلکہ وہ صرف معصومانہ شیرین زبانیون کا ایک مجموعہ ہین جس نے اپنے دشمن پر قابو نہ پایا ہو، وہ عفو کی عملی مثال کیسے پیش کرسکتا ہے، جس کے پاس خود کچھ نہ ہو، وہ غریبون اور مسکینون اور یتیمون کی مدد کیونکر کرسکتا ہے، جو عزیز و اقارب بیوی بچے نہ رکھتا ہو، وہ انہی تعلقات سے آباد دنیا کے لئے مثال کیونکر بن سکتا ہے، جس نے بیمارون کی تیمارداری اور عیادت نہ کی ہو، وہ اس کا وعظ کیونکر کہہ سکتا ہے، جس کو خود دوسرون کے معاف کرنے کا موقع نہ ملا ہو اس کی زندگی ہم مین سے غضبناک اور غصہ ور لوگون کے لئے نمونہ کیسے بنے گی،

غور فرمائیے! نیکیان دو قسم کی ہوتی ہین، ایک سلبی اور ایک ایجابی، مثلاً آپ پہاڑ کے ایک کھوہ مین جا کر عمر بھر کے لئے بیٹھ گئے تو صرف یہ کہنا صحیح ہوگا، کہ بدیون اور برائیون سے آپ نے پرہیز کیا، یعنی آپ نے کوئی کام ایسا نہین کیا جو آپ کیلئے قابلِ اعتراض ہو، مگر یہ تو سلبی تعریف ہوئی، ایجابی پہلو آپ کا کیا ہے؟ کیا آپ نے غریبون کی مدد کی، محتاجون کو کھانا کھلایا، کمزورون کی حمایت کی، ظالمون کے مقابلہ مین حق گوئی سے کام لیا، گرتون کو سنبھالا، گمراہون کو راستہ دکھایا، عفو، کرم، سخا، مہمان نوازی، حق گوئی، رحم، حق کی نصرت کے لئے جوش، جد وجہد، مجاہدہ، ادائے فرض، ذمہ داریون کی بجاآوری، غرض تمام وہ اخلاق جن کا تعلق عمل سے ہے، وہ صرف سلبِ فعل اور عدمِ عمل سے نیکیان نہین بنجائین گے، نیکیان صرف سلبی ہی پہلو نہین رکھتین، زیادہ تر ایجابی اور عملی پہلو پر ان کا مدار ہوتا ہے، اس تقریر سے ظاہر ہوگا کہ جس سیرت کا عملی حصہ سامنے نہ ہو اس کو "آیڈیل لائف" اور قابلِ تقلید زندگی کا خطاب نہین دیا جاسکتا، کہ انسان اس کی کس چیز کی نقل کرے گا؟ اور کس عمل سے سبق حاصل کرے گا؟ ہم کو تو صلح وجنگ، فقر و دولت، ازدواج و تجرد، تعلقاتِ خداوندی و تعلقاتِ عباد، حاکمیت و محکومیت، سکون وغضب، جلوت و خلوت، غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق عملی مثال چاہیئے، دنیا کا بیشتر بلکہ تمام تر حصہ انہی مشکلات اور تعلقات مین الجھا ہوا ہے، اس لئے لوگون کو انہی مشکلات کے حل کرنے اور انہی تعلقات کو بوجہ احسن انجام دینے کے لئے عملی مثالون کی ضرورت ہے، قولی نہین بلکہ عملی، لیکن یہ کہنا شاعری اور خطابت نہین بلکہ تاریخی واقعہ ہے کہ اس معیار پر بھی سیرتِ محمدی ﷺ کے سوا کوئی دوسری سیرت پوری نہین اتر سکتی،

مین نے آج جو کچھ کہا ہے، اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے، مین یہ کہنا اور دکھانا چاہتا ہون کہ آئیڈیل لائف، اور نمونۂ تقلید بننے کے لئے جو حیاتِ انسانی منتخب کیجائے ضرور ہے کہ اس کی سیرت کے موجودہ نقشہ مین یہ چار باتین پائی جائین، یعنی تاریخیت، جامعیت، کاملیت اور عملیت، میرا یہ مقصد نہین کہ دیگر انبیاء علیہم السّلام کی زندگیان اُن کے عہد اور زمانہ مین ان خصوصیات سے خالی تھین، بلکہ یہ مقصد ہے کہ انکی سیرتین جو اُنکے بعد عام انسانون تک پہنچین، یا جو آج موجود ہین، وہ ان خصوصیات سے خالی ہین، اور ایسا ہونا مصلحتِ الٰہی کے مطابق تھا، تاکہ یہ ثابت ہوسکے کہ وہ انبیاءؑ محدود زمانہ اور متعین قومون کے لئے تھے، اس لئے اُن کی سیرتون کو دوسری قومون اور آیندہ زمانہ تک محفوظ رہنے کی ضرورت نہ تھی صرف محمد رسول اللہ صلعم تمام دنیا کی قومون کے لئے اور قیامت تک کے لئے نمونۂ عمل اور قابلِ تقلید بناکر بھیجے گئے تھے، اس لئے آپ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمّل، دائمی اور ہمیشہ کے لئے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختمِ نبوّت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے،

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۙ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

---

(۳)

تاریخیّت

آیئے اب ان چارون معیارُون کے مطابق پیغمبرِ اسلام علیہ السّلام کی سیرۃ مبارکہ پر نظر ڈالین، سب سے پہلی چیز تاریخیّت ہے، اس باب مین تمام دنیا متفق ہے، کہ اس حیثیت سے اسلام نے اپنے پیغمبر کی اور نہ صرف اپنے پیغمبر کی بلکہ ہر اس چیز کی اور اس شخص کی جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی حضرتؐ کی ذاتِ مبارک سے تھا جس طرح حفاظت کی ہے، وہ عالم کے لئے مایۂ حیرت ہے، ان لوگون کو جو آنحضرت صلعم کے اقوال، افعال اور متعلقاتِ زندگی کی روایت، تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے تھے، راویانِ حدیث و روایت یا محدثین اور ارباب سیر کہتے ہین، جن مین صحابہ رضؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہین جب تمام سرمایۂ روایت، تحریری صورت مین آگیا، تو ان تمام راویون کے نام و نشان تاریخ زندگی، اخلاق و عادات کو بھی قیدِ تحریر مین لایا گیا، جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے اور ان سب کے مجموعۂ احوال کا نام اسماء الرّجال ہے، مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر جو ۱۸۵۴ء اور اس کے بعد تک ہندوستان کے علمی و تعلیمی صیغہ سے متعلق تھے، اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سکریٹری تھے، اور ان کے عہد مین خود ان کی محنت سے واقدی کی مغازی، وان کریمر کی اڈیٹرشپ مین ۱۸۵۶ء مین شائع ہوئی، اور صحابۂ کرام رضؓ

کے حالات مین حافظ ابن حجر کی اصابہ فی احوال الصحابہ طبع ہوئی، اور جنھون نے (جیساکہ ان کا دعویٰ ہے[1] کہ وہ پہلے یورپین شخص ہین جس نے خاص ابتدائی عربی ماخذون سے) "لائف آف محمدؐ" لکھی[2] ہے، اور مخالفانہ لکھی ہے، وہ بھی اصابہ کے انگریزی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء - ۱۸۶۴ء مین لکھتے ہین،

"کوئی قوم دنیا مین ایسی گذری، نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانون کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصون کا حال معلوم ہوسکتا ہو"

صحابۂ کرام کی تعداد حیاتِ نبویؐ کے اخیر سال حجۃ الوداع مین تقریبًا ایک لاکھ تھی، ان مین گیارہ ہزار آدمی ایسے ہین جن کے نام ونشان آج تحریری صورت مین تاریخ کے اوراق مین جو خاص انھی کے حالات مین لکھے گئے ہین، اس لئے موجود ہین، کہ یہ وہ لوگ ہین جن مین سے ہر ایک نے کم وبیش آنحضرت صلعم کے اقوال وافعال وواقعات مین سے کچھ نہ کچھ حصہ دوسرون تک پہنچایا ہے، یعنی جنھون نے روایت کی خدمت انجام دی ہے، اور یہی سبب ان کی تاریخی زندگی کا ہے،

سنہ ۱۱ھ مین آنحضرت صلعم نے وفات پائی، اور تقریبًا سنہ ۴۰ھ تک اکابر صحابہؓ عالم وجود مین رونق افزا رہے، سنہ ۶۰ھ تک اصاغر صحابہؓ کی جو عہدِ نبوت مین کم سن تھے، خاصی تعداد موجود تھی، اور صدی کے ختم ہوتے تک اس نورِ نبوت کا تقریبًا ہر چراغ گل ہوگیا تھا، ہر شہر مین سب سے آخر وفات پانے والے صحابیون کے نام اور سالِ وفات یہ ہین:

---

[1] On The origin and Progress of writing down histor-ical facts among Musalmans

[2] ۱۸۵۱ء - ۱۸۶۱ء مین لکھی اور الہ آباد سے شائع ہوئی

شمار	اسم گرامی	نام شہر	سال وفات
۱	ابوامامہ باہلی رضؓ	شام	سنہ ۸۶ھ
۲	عبداللہ بن حارث بن جزءؓ	مصر	سنہ ۸۶ھ
۳	عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ	کوفہ	سنہ ۸۷ھ
۴	سائب بن یزیدؓ	مدینہ	سنہ ۹۱ھ
۵	انس بن مالکؓ	بصرہ	سنہ ۹۳ھ

حضرت انس بن مالکؓ جنھون نے اس فہرست مین سب سے آخر جگہ پائی ہے، وہ آنحضرت صلعم کے خادم خاص تھے، دس برس تک متصل آنحضرت صلعم کی خدمت مین رہے ہین، وہ سنہ ۹۳ھ مین وفات پاتے ہین،

تابعینؒ یعنی صحابہؓ کے تلامذہ کا دور سنہ ۱ھ کے آغاز سے اس طرح شروع ہوتا ہے، کہ گو وہ پیدا ہوچکے تھے، مگر آنحضرتؐ کی زیارت سے محروم رہے، یا بہت بچے تھے، اور آنحضرت صلعم کا فیض نہ حاصل کرسکے، چنانچہ عبدالرحمٰن بن حارث تابعیؒ تقریباً سنہ ۳ھ مین قیس بن ابی حازمؒ سنہ ۴ھ مین، سعید بن مسیبؒ سنہ ۱۴ھ مین پیدا ہوچکے تھے، یہ دکھانے کے لئے کہ صحابہؓ کے بعد گروہ درگروہ تابعین جو دنیاے اسلام کے گوشہ گوشہ مین پھیلے تھے اور رسول اللہ صلعم کے وقائع وحالات، اور احکام وقضایا کی تعلیم وتبلیغ اور اشاعت مین مصروف تھے، ان کی مجموعی تعداد کیا ہوگی، مین صرف ایک مدینہ کے تابعین کی تعداد ابن سعد کے حوالہ سے بتاتا ہون، طبقۂ اولیٰ یعنی ان تابعیون کی تعداد جنھون نے بڑے بڑے صحابہؓ کو دیکھا تھا، اور ان سے واقعات ومسائل سنے تھے، ۱۳۹ ہے، طبقۂ دوم یعنی وہ تابعی جنھون نے مدینہ مین عام صحابیون کو دیکھا اور اُن سے سُنا ۱۲۹ ہین، طبقۂ سوم

کے وہ تابعین جنھون نے متعدد یا کسی ایک صحابی کو دیکھا اور اُن سے سنا، ۸۰ ہین، اس طرح تابعین کی کل تعداد ۳۵۵ ہے، یہ تعداد صرف ایک شہر کی ہے، اسی سے مکہ معظمہ، طائف، بصرہ، کوفہ، دمشق، یمن، مصر، وغیرہ کے ان تابعیون کا اندازہ لگاؤ جو اپنے اپنے شہرون مین صحابۂ کرامؓ کے تلمذ کا شرف رکھتے تھے، اور جن کے روز وشب کا مشغلہ ہی آنحضرت صلعم کے قول وفعل کی اشاعت وتبلیغ تھی، اس اہتمام کو خیال کرو کہ ہر صحابیؓ سے جو کچھ روایتین ہین ان مین سے ہر ایک کا شمار کر لیا گیا، اور وہ گن لی گئین، اس سے اندازہ کرو کہ آنحضرت صلعم کے حالات واقوال کی فراہمی مین کس قدر بلیغ اہتمام کیا گیا ہے، صحابۂ کرامؓ مین سے جن اصحاب کی سب سے زیادہ روایتین ہین وہ حسب ذیل ہین،

شمار	اسماے گرامی	روایتون کی تعداد	سال وفات
۱	حضرت ابوہریرہؓ،	۵۳۷۴	سنہ ۵۹ ھج
۲	حضرت عبداللہ بن عباسؓ،	۲۶۶۰	سنہ ۶۸ ھج
۳	حضرت عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰	سنہ ۵۸ ھج
۴	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۱۶۳۰	سنہ ۷۳ ھج
۵	حضرت جابر بن عبداللہؓ	۱۵۶۰	سنہ ۷۸ ھج
۶	حضرت انس بن مالکؓ	۱۲۸۶	سنہ ۹۳ ھج
۷	حضرت ابوسعید خدریؓ،	۱۱۷۰	سنہ ۷۴ ھج

یہی وہ لوگ ہین جن کی روایات آج سیرت نبویؐ کا سب سے بڑا سرمایہ ہین، انکی وفات کی "تاریخون" پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا، کہ ان کی وفات کے سال اس قدر متاخر ہین

کہ ان سے فیض اٹھانے اور ان کی روایتون کو حفظ اور تدوین کرنے والون کی تعداد بیشمار
ہوگئی، انہی باتون کی واقفیت اور آگاہی کا نام اس زمانہ مین علم تھا، اور وہ دینی اور دنیاوی
دونون عزتون کا ذریعہ تھین اس لئے ہزارون صحابہؓ نے جو کچھ دیکھا اور جانا تھا، آنحضرت
صلعم کے حکم بَلّغوا عنّی (مجھ سے جو کچھ سنو اور دیکھو اس کی اشاعت کرو) یا فلیبلّغ
الشاھد الغائب (جو مجھے دیکھ رہے ہین اور مجھ سے سن رہے ہین وہ ان کو مطلع
کر دین، جو اس سے محروم رہے ہین) کے مطابق وہ سب اپنی اپنی اولادون، عزیزون،
دوستون، اور ملنے والون کو سناتے اور بتاتے رہتے تھے، یہی ان کی زندگی کا کام اور یہی
ان کے روز و شب کا مشغلہ تھا، اس لئے صحابہؓ کے بعد فوراً ہی دوسری نوجوان پود ان
معلومات کی حفاظت کے لئے کھڑی ہوگئی، ان مین سے ہر ایک کو ہر واقعہ کا لفظ لفظ یاد
کرنا پڑتا تھا، ان کو دہرانا پڑتا تھا، اور حرفاً حرفاً محفوظ رکھنا پڑتا تھا، آنحضرت صلعم نے جہان
اپنے اقوال اور افعال کی اشاعت کی تاکید کی تھی، وہان یہ بھی تہدید کردی تھی کہ جو کوئی
میرے متعلق قصداً کوئی غلط یا جھوٹ بات بیان کرے گا، اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا" اس
اعلان کا یہ اثر تھا، کہ بڑے بڑے صحابہؓ روایت کرتے وقت کانپنے لگتے تھے حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک دفعہ آنحضرت صلعم کی کوئی بات نقل کی، تو چہرے کا رنگ
بدل گیا، تھرا گئے، پھر کہا "حضورؐ نے ایسا ہی فرمایا تھا، یا اسی کے قریب قریب فرمایا تھا"

عربون کا حافظہ فطرۃً نہایت قوی تھا، وہ سیکڑون شعر کے قصیدے زبانی
یاد رکھتے تھے، اس کے علاوہ فطرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس قوت سے جس قدر کام
لیا جائے اسی قدر زیادہ اس کو ترقی ہوتی ہے، صحابہؓ اور تابعینؒ نے قوت حفظ کو معراج
کمال تک پہنچایا، وہ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث کو اس طرح زبانی

سنکر یاد کرتے تھے، جیسے آج مسلمان قرآن مجید یاد کرتے ہین، ایک ایک محدث کئی کئی ہزار اور کئی کئی لاکھ حدیثین زبانی یاد کرتا تھا، اور یاد رکھتا تھا، اور گو بعد مین لوگ اپنی یادداشت کے لئے لکھ بھی لیتے تھے مگر جب تک وہ زبانی یاد نہ رکھتے اہل علم کی نگاہون مین اُن کی عزت نہین ہوتی تھی، اور وہ خود اپنی تحریری یادداشتون کو عیب کی طرح چھپاتے تھے، تاکہ لوگ ایسا نہ سمجھین کہ ان کو یہ چیزین یاد نہین ہین،

دوستو! بعض اورنٹیلسٹ اسکالرس، اور بعض پڑھے لکھے مشنریون نے جن مین سب سے آگے سر ولیم میور اور گولڈزیہر ہین، اس بنا پر کہ روایات نبوی کی تحریر وتدوین کا کام آنحضرت صلعم کی وفات کے ۹۰ برس بعد شروع ہوا، ان کی صحت اور وثوق مین شک پیدا کرنا چاہا ہے، مگر ہم نے جس طرح اور بتفصیل آپ کے سامنے پوری روداد رکھی ہے اور بتایا ہے کہ صحابہؓ کس طرح واقعات کو یاد رکھتے تھے کس طرح احتیاط برتتے تھے، کس طرح آنے والی نسلون کو وہ امانت سپرد کرتے تھے، اس سے خود اندازہ ہوگا کہ گو وہ روایات تحریری صورت مین بہت بعد کو آئی ہون تاہم ان کی صحت اور وثوق مین کوئی شک نہین کیا جاسکتا،

صحابہؓ نے اپنے معلومات کو عموماً تین اسباب سے قید تحریر مین لانا مناسب نہین سمجھا

۱- ابتداءً آنحضرت صلعم نے قرآن مجید کے علاوہ کسی اور چیز کو کتاب کی صورت مین رکھنے کی ممانعت کردی تھی، اور فرمایا تھا کہ قرآن کے علاوہ مجھ سے کچھ نہ لکھو لا تکتبوا عنی غیر القران، اور یہ اس لئے تھا کہ عام لوگون کو قرآن اور غیر قرآن مین باہمی التباس نہ ہو جائے، چنانچہ جب قرآن مسلمانون مین پوری طرح محفوظ ہوگیا تو آخر مین خود آنحضرت صلعم نے بعض صحابہؓ کو احادیث کی تحریر کی اجازت دیدی، اس پر بھی

اکثر صحابہؓ ان کو قیدِ تحریر مین لانے سے اخیر دم تک احتیاط برتتے رہے،

۲۔ صحابہؓ کو ڈر تھا کہ وقائع کے تحریری صورت مین آجانے کے بعد لوگون کو پھر ان کے ساتھ وہ اعتنا، توجہ اور مشغولیت باقی نہین رہیگی، اور لوگ تحریری مجموعہ کے موجود رہنے کے سببسے ان کے حفظ اور زبانی یاد رکھنے کی محنت سے جی چرائین گے، یہ ڈر بالکل صحیح ثابت ہوا، چنانچہ جیسے جیسے سفینون کا علم بڑھتا گیا، سینون کا علم گھٹتا گیا، نیز اسی سلسلہ مین ان کو یہ بھی خیال تھا کہ ہرکس وناکس کتاب کے مجموعہ کو ہاتھ مین لے کر عالم بننے کا دعویٰ کر بیٹھے گا، چنانچہ یہ بھی ہوا،

۳۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ ابھی تک عرب مین کسی واقعہ کو لکھکر اپنے ذہن مین محفوظ رکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا، لوگ اس کو اپنی کمزوری کا اعلان خیال کرتے تھے، اسلیے کوئی چیز تحریر بھی کرلیتے تو اس کو چھپائے رکھتے تھے،

محدثین کا خیال تھا کہ زبانی یادداشت تحریری یادداشت سے زیادہ محفوظ صورت ہے، یادداشت کو دوسرون کے تصرف سے محفوظ نہین رکھا جاسکتا، ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ کوئی اس مین کمی بیشی نہ کردے، مگر جو نقوش دلون کی لوحون پر کندہ ہوجاتے ہین، ان مین تغیر وتبدل ممکن نہین،

آج پہلی دفعہ آپ کی مجلس مین، اور سب سے پہلے آپ کی مجلس مین اس حقیقت کو آشکارا کیا جاتا ہے، کہ یہ قطعاً غلط ہے کہ سو برس یا نوے برس تک وقائع واقوالِ نبوی کا دفتر صرف زبانی روایتون تک محدود رہا، اس غلط فہمی کا اصلی سبب یہ ہے کہ احادیث واخبار نبویؐ کی پہلی کتاب امام مالکؒ کی موطا اور مغازی وسیرت مین ابن اسحاقؒ کی کتاب المغازی سمجھی جاتی ہے، یہ دونون بزرگوار ہمعصر تھے، اوران کی وفات

بہ ترتیب ۱۴۹ھ اور ۱۵۱ھ مین ہوئی، اس لئے اخبار و سیر کی سب سے پہلی تدوین کا زمانہ دوسری صدی ہجری کا اوائل سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس سے بہت پہلے احادیث و اخبار کی ترتیب و تدوین کا سراغ لگتا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے ۱۰۱ھ مین وفات پائی، وہ خود بڑے عالم تھے، مدینہ کے امیر بھی رہ چکے تھے، ۹۹ھ مین خلیفہ ہوئے، انھون نے اپنی خلافت کے زمانہ مین مدینہ منورہ کے قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو جو حدیث و خبر کے بڑے امام تھے، فرمان بھیجا کہ "آنحضرت صلعم کے سنن و اخبار کی تحریر و تدوین کا کام شروع کر دو کیونکہ مجھے رفتہ رفتہ علم کے گم ہو جانے کا ڈر ہو رہا ہے" یہ واقعہ تعلیقات بخاری، موطا اور مسند دارمی وغیرہ مین مذکور ہے، چنانچہ اس فرمان کی تعمیل کی گئی، اور اخبار و احادیث و سنن دفاتر مین لکھ کر دار الخلافہ مین آئے، اور ان کی نقلین تمام ممالک اسلامیہ کے مرکزی شہرون مین بھیجی گئین[۱]، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کا انتخاب اس کام کے لئے اس لئے ہوا کہ وہ خود امام تھے، مدینۃ العلم مدینہ منورہ مین قاضی وقت تھے، لیکن اس کے علاوہ اس لئے بھی یہ انتخاب موزون تھا، کہ ان کی خالہ عمرہ، حضرت عائشہؓ کی سب سے بڑی شاگرد تھین، اور ان کی روایتین جو حضرت عائشہؓ سے تھین ان کا سرمایہ ابوبکر بن حزم کے پاس پہلے سے جمع تھا، چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ان کو خاص عمرہ کی روایتون کی تدوین کے متعلق بھی حکم دیا تھا،

عہد نبوی کا تحریری سرمایہ، آگے بڑھ کر ہم دعویٰ کرتے ہین کہ خود عہد نبوی ہی مین اخبار و سیر اور احکام و سنن کا تحریری سرمایہ جمع ہونا شروع ہو چکا تھا، فتح مکہ کے موقعہ پر آپ نے ایک خطبہ دیا تھا، صحیح بخاری مین ہے کہ ابوشاہؓ ایک یمنی صحابی کی درخواست

---

[۱] مختصر جامع بیان العلم ابن عبد البر صفحہ ۳۰ مطبوعہ مصر،

پر آپ نے یہ خطبہ لکھ کر ان کے حوالہ کرنے کا حکم دیا، (باب کتابۃ العلم) آنحضرت صلعم نے سلاطین عالم کے نام جو خطوط روانہ کئے وہ لکھے ہوئے تھے، دس پندرہ برس ہوئے کہ مصر مین آپکا وہ خط جو مقوقس شاہِ مصر کے نام آپ نے بھیجا تھا، ایک عیسائی گرجے کی کسی کتاب کی جلد مین لگا ہوا ملا ہے، گمان کیا جاتا ہے کہ وہ بعینہٖ وہی نامہ ہے، جو آپنے لکھوایا تھا، اس کے فوٹو عام طور سے ملتے ہین، یہ پرانے عربی خط مین ہے، اور اس کی بعینہٖ وہی عبارت ہے، اور مُہر مین نام کے وہی الفاظ اور صورت تحریر ہے، جس طرح حدیثون مین بیان آیا ہے، یہ اسلامی روایات کی صداقت کی کتنی بڑی دلیل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہین کہ کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کو حدیث یاد نہین، مجھ سے زیادہ ان کے پاس حدیثون کا سرمایہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلعم سے جو کچھ سنتے اسکو لکھتے جاتے تھے، اور مین لکھتا نہ تھا، (بخاری باب کتابۃ العلم) ابو داؤد اور مسند ابن حنبل مین ہے کہ بعض لوگون نے عبد اللہ بن عمروؓ سے کہا کہ آنحضرت صلعم کبھی غصہ کی حالت مین ہوتے ہین، کبھی خوش رہتے ہین اور تم سب کچھ لکھ لیتے ہو، عبد اللہ بن عمروؓ نے اس بنا پر لکھنا چھوڑ دیا، اور آنحضرت صلعم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "تم لکھ لیا کرو، اس سے جو کچھ نکلتا ہے، حق نکلتا ہے" (ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۷۷) عبد اللہ بن عمروؓ نے اپنے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا تھا، (ابن سعد ج ۲ قسم ۲ ص ۱۲۵) اور کہا کرتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی کی آرزو صرف دو چیزون نے پیدا کر دی ہے، جن مین ایک یہ صادقہ ہے، اور صادقہ وہ صحیفہ ہے جو مین نے رسول اللہ صلعم سے سنکر لکھا ہے، (دارمی ۶۹) مجاہد کہتے ہین کہ ہم نے عبد اللہ بن عمرو صحابیؓ کے پاس ایک کتاب رکھی دیکھی، دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ صادقہ ہے جس کو مین نے

خود آنحضرت صلعم سے سنا جس مین میرے اور آپ کے درمیان کوئی دوسرا نہین ہے (ابن سعد ۲-۲-۱۲۵) صحیح بخاری مین ہے کہ آپ نے مدینہ آنے کے کچھ مدت بعد مسلمانون کی مردم شماری کرائی اور ان کے نام لکھوائے تو پندرہ سو ہوئے (باب الجہاد) زکوٰۃ کے احکام، مختلف چیزون پر زکوٰۃ اور اس زکوٰۃ کی مختلف شرحین جو پورے دو صفحون مین ہین، اُن کو لکھوا کر آنحضرت صلعم نے امراء کو بھیجا تھا، اور وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ابوبکر بن عمرو بن حزم کے خاندان مین، اور متعدد اشخاص کے پاس موجود تھین، (دار قطنی کتاب الزکوٰۃ ۲۰۹) زکوٰۃ کے محصلین کے پاس دیگر تحریری ہدایتین بھی موجود تھین، (دار قطنی ۲۰۴) حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا، جو ان کی تلوار کے نیام مین پڑا رہتا تھا اس مین متعدد حدیثین متعلقہ احکام قلمبند تھین اور انھون نے اسکو لوگون کی درخواست پر دکھایا (بخاری ۲ صفحہ ۱۰۸۴ و ۱۰۲۰) حدیبیہ مین جو صلحنامہ آنحضرت صلعم اور کفار قریش کے درمیان حضرت علیؓ نے لکھا تھا اسکی ایک نقل قریش نے لی، اور ایک آنحضرت صلعم نے اپنے پاس رکھی، (ابن سعد مغازی ص ۱۷) عمرو بن حزم کو جب رسول اللہ صلعم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر لکھوا کر حوالہ کی جس مین فرائض، صدقات، دیات وغیرہ کے متعلق بہت سی ہدایتین تھین، (کنز العمال ۳ صفحہ ۱۸۶) عبد اللہ بن الحکیمؓ کے پاس رسول اللہ صلعم کا نامہ پہنچا، جس مین مُردہ جانور کے متعلق حکم درج تھا (معجم صغیر طبرانی صفحہ ۲۱۷) وائل بن حجر صحابیؓ جب بارگاہ نبوی سے اپنے وطن حضرموت جانے لگے تو آنحضرت صلعم نے ان کو خاص طور پر ایک نامہ لکھوا کر دیا، جس مین نماز، روزہ، ربوٰ، شراب اور دیگر احکام تھے، (طبرانی صغیر صفحہ ۲۴۲) ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مجمع سے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم نے شوہر کی دیت مین سے بیوی

کیا دلایا؟ ضحاک بن سفیان نے کھڑے ہوکر کہا، مجھے معلوم ہے، آنحضرت صلعم نے ہم کو یہ لکھوا کر بھیجا تھا، (دارقطنی ۲ صفحہ ۴۸۵)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے عہد خلافت (۹۹ھ ـ ۱۰۱ھ) مین آنحضرت صلعم کے فرمان متعلق صدقات کی تلاش کے لئے اہل مدینہ کے پاس قاصد بھیجا تو وہ آل عمرو بن حزم کے ہان مل گیا (دارقطنی ۱۵۴) آپنے اہل یمن کو جو احکام لکھوا کر بھجوائے تھے، ان مین یہ مسئلے تھے، قرآن صرف پاکی کی حالت مین چھوا جائے، غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہین کیا جا سکتا، اور نکاح سے پہلے طلاق نہین، (دارمی صفحہ ۲۹۳) حضرت معاذؓ نے آنحضرت صلعم سے لکھکر غالبًا یمن سے یہ دریافت کیا کہ کیا سبزیون مین زکوٰۃ ہے؟ آپنے تحریری جواب دیا کہ سبزیون پر زکوٰۃ نہین، (دارقطنی صفحہ ۲۰۵) مروان نے خطبہ مین بیان کیا کہ مکہ حرم ہے، رافع بن خدیج صحابیؓ نے پکار کر کہا "اور مدینہ بھی حرم ہے، اور یہ حکم میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے، اگر تم چاہو تو مین اس کو پڑھ کر سناؤن" (ابن حنبل ج ۴ ص ۱۴۱) ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر صحابیؓ کو لکھا کہ آنحضرت صلعم جمعہ کی نماز مین سورۂ جمعہ کے سوا اور کون سورہ پڑھتے تھے، انھون نے جواب لکھا کہ هَلْ أَتَاكَ (مسلم ۲۲۳) حضرت عمرؓ نے عتبہ بن فرقد کو خط لکھا کہ آنحضرت صلعم نے حریر پہننے سے منع فرمایا ہے، (مسلم ۲ - ۳۰۷)

یہ وہ احکام و مسائل ہین جو آنحضرت صلعم نے مختلف لوگون کو لکھوا کر دیئے، یا بھجوائے، ہمارے پاس ایسے شواہد بھی ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہؓ احکام و سنن کو کتابی صورت مین لائے یا لانا چاہا، حضرت ابوبکرؓ نے ایک مجموعہ اپنے زمانۂ خلافت مین مرتب کیا، پھر اس کو پسند نہ کیا، اور مٹا دیا، (تذکرۃ الحفاظ) حضرت عمرؓ نے

اس مسئلہ پر اپنے زمانۂ خلافت مین غور کیا، اور بہت کچھ سوچتے رہے، مگر پھر ہمت نہ کی،
ابھی آپ سُن چکے ہین، کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے خود آنحضرت صلعم کی اجازت سے
ایک نسخہ لکھا تھا جس مین آپ کے ملفوظات تھے، مختلف لوگ اس کو دیکھنے آتے تھے،
اور وہ اس کو دکھاتے تھے" (ترمذی ۵۰۶) حضرت علیؓ کے فتاویٰ کا بڑا حصہ لکھا ہوا
حضرت ابن عباسؓ کی خدمت مین لایا گیا (مسلم مقدمہ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایتون
کے مختلف تحریری مجموعے تھے، اہلِ طائف مین سے کچھ لوگ ان کا ایک مجموعہ ان کو
پڑھ کر سنانے کے لئے لائے (کتاب العلل ترمذی صفحہ ۶۹۱) سعید بن جبیر ان کی روایتون
کو لکھا کرتے تھے، (دارمی ۶۹) عبداللہ بن عمروؓ کا صحیفہ صادقہ ان کے پوتے عمرو بن
شعیب کے پاس موجود تھا، (ترمذی ۶۱ و ۱۱۳) اور یہ بیچارے اس لئے ضعیف سمجھے جاتے
تھے کہ وہ اپنے دادا کی کتاب دیکھ کر روایت کرتے ہین، خود حافظ نہین ہین (تہذیب
۸ - ۴۹) حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایتون کا مجموعہ وہب تابعی نے تیار کیا
تھا جو اسمٰعیل بن عبدالکریم کے پاس تھا اور وہ اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے (تہذیب
ج ۱ ص ۳۱۶) حضرت جابرؓ کی روایتون کا دوسرا مجموعہ سلیمان بن قیس یشکری نے تیار
کیا تھا، اور ابوالزبیر، ابوسفیان اور شعبی نے جو ائمۂ حدیث مین ہین، اور تابعی ہین،
حضرت جابرؓ کے صحیفہ کو ان سے سنا تھا، (تہذیب ج ۶ ص ۲۱۱) سمرہ بن
جندب صحابیؓ سے ان کے بیٹے سلیمان روایتون کا ایک نسخہ روایت کرتے ہین،
اور ان سے ان کے بیٹے حبیب، (تہذیب التہذیب ۱۹۸) حضرت ابوہریرہؓ جن سے
زیادہ صحابہؓ مین کوئی حافظِ حدیث نہ تھا، ان کی روایتون کا کچھ مجموعہ ہمام بن منبہ
نے تیار کیا تھا جو صحیفۂ ہمام کے نام سے احادیث مین مشہور ہے، اس کو امام احمد

حنبل نے مسند جلد ۲ مین صفحہ ۳۱۲ سے صفحہ ۳۱۰ تک نقل کیا ہے، بشیر ابن نہیک نے حضرت ابوہریرہؓ سے ان کی روایتون کا مجموعہ لکھا، اور پھر اس کی روایت کی ان سے اجازت لی، (کتاب العلل ترمذی ۶۹۱، دارمی ۶۸) حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ ایک صاحب کو اپنے مستقر پر بلا کر لائے اور دکھایا کہ یہ اوراق میرے مرویات ہین، راوی کہتا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ کے نہین بلکہ کسی اور کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۸۴، ۱۸۵)

حضرت انسؓ دوسرے صحابی ہین جن سے بکثرت روایتین ہین، وہ خود اپنے بیٹون سے کہا کرتے تھے کہ "میرے بچو علم کو تحریر کی قید و بند مین لاؤ" (دارمی ۶۸) ابان اُن کے شاگرد ان کے سامنے بیٹھکر ان کی روایتین قید تحریر مین لایا کرتے تھے (دارمی ۶۸) سلمیٰ ایک خاتون کہتی ہین کہ انھون نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ ابو رافع آنحضرت صلعم کے غلام سے آنحضرت صلعم کے کارنامے لکھا کرتے تھے (ابن سعد ۲ قسم ۲ ص ۱۲۳) واقدی سیرت نبویؐ کے ابتدائی مصنفین مین سے ایک سے بیان کرتا ہے کہ منذر بن ساوی رئیس عمان کے نام آنحضرت صلعم نے جو خط بھیجا تھا، وہ ابن عباسؓ کی کتابون کے ساتھ مین نے دیکھا (زاد المعاد ۲ - ۵۷) غزوۂ بدر کا مفصل حال عروہ بن زبیر نے لکھ کر خلیفہ عبدالملک کو بھیجا تھا، (طبری ۱۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلعم کے خادم خاص تھے، اور ان کو آنحضرت صلعم کی بارگاہ مین حاضری کا اذن عام تھا، ان کو شکایت تھی کہ لوگ میرے پاس آکر سُن جاتے ہین، اور پھر اس کو جا کر لکھ لیتے ہین، اور مین قرآن کے سوا کسی اور چیز کے لکھنے کو حلال نہین جانتا (دارمی ۶۷) سعید بن جبیر تابعی کہتے ہین کہ مین حضرت عبداللہ

ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے رات کو روایتین سنتا تھا، تو پالان پر لکھتا تھا، صبح کو پھر مین اس کو صاف کر لیتا تھا، (دارمی ۶۹) براءؓ بن عازب صحابیؓ کے پاس لوگ بیٹھکر ان کی روایتون کو لکھا کرتے تھے (دارمی ۶۹) نافع جو حضرت ابن عمرؓ کی خدمت مین ۳۰ برس رہے تھے، وہ اپنے سامنے لوگون کو لکھوایا کرتے تھے، (دارمی ۶۹) عبداللہ ابن مسعودؓ کے صاحبزادہ عبدالرحمان ایک کتاب نکال لائے اور قسم کھاکر کہا یہ خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے (جامع ۱۷) سعید بن جبیر کہتے ہین کہ ہم لوگون مین بعض باتون مین اختلاف ہوتا تھا تو ان کو لکھتے تھے، پھر حضرت ابن عمرؓ کے پاس اس یادداشت کو چھپا کر لاتے تھے، ان سے پوچھتے تھے، اگر ان کو اس کا پتہ چل جاتا تو بس ہمارے ان کے درمیان فیصلہ ہی تھا (جامع ۳۳) اسود تابعی کہتے ہین کہ مجھ کو اور علقمہ کو ایک صحیفہ مل گیا، اس کو لے کر ہم حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے تو انھون نے مٹا دیا (جامع ۳۳) حضرت زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے، ان کو بھی روایتون کو تحریر مین لانے سے انکار تھا، تو مروان نے یہ تدبیر کی کہ ان کو سامنے بٹھایا اور پردہ کے پیچھے کاتب مقرر کئے کہ وہ جو بولتے جائین یہ لکھتے جائین (جامع ۳۳) حضرت معاویہؓ نے بھی ان کی ایک حدیث اسی طرح لکھوائی تھی لیکن وہ تاڑ گئے اور زبردستی مٹوا دی (احمد ۵ ص ۱۸۲)

حضرات! شاید آپ ٹھوس واقعات اور اشخاص کے نام سنتے سنتے گھبرا اٹھے ہون، لیکن اطمینان رکھیے کہ اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہین جہان سے صاف اور سیدھا راستہ نظر آ رہا ہے، مین نے ان اقتباسات اور حوالون مین یہ دکھایا ہے کہ تحریری سرمایہ ہی اگر دنیا مین قابلِ وثوق ہو سکتا ہے، تو خود عہدِ نبوی مین صحابہؓ نے اپنے ہاتھون

سے اس کو جمع کیا، اور پچھلون کے لیے یادگار چھوڑا، اور پچھلون نے اس کو اپنی کتابون
مین داخل کر لیا، اب ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ صحابہؓ ہی کی زندگی مین تابعین نے ان کے تمام
مرویات، واقعات اور حالات کو ایک ایک سے پوچھکر، ایک ایک کے دروازہ پر جاکر بوڑھے
جوان، عورت، مرد سب سے تحقیق کر کے ہمارے لئے فراہم کر دیا تھا، محمد بن شہاب زہری،
ہشام بن عروہ، قیس بن ابی حازم، عطار بن ابی رباح، سعید بن جبیر، ابو الزناد، وغیرہ
سیکڑون تابعین ہین جنھون نے دیوانہ وار ایک ایک گوشہ سے دانہ دانہ جمع کیا، اور
ہمارے سامنے اس کا انبار لگا دیا، شہاب زہری نے جو حدیث و سیرت کے بڑے
امام ہین، آنحضرت صلعم کی ایک ایک چیز کو لکھا، ابو الزناد کہتے ہین کہ ہم صرف حلال و حرام
لکھتے رہتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے تھے وہ سب لکھتے جاتے تھے (جامع ۳۷) ابن
کیسان کہتے ہین کہ مین اور زہری طلب علم مین ساتھ تھے، مین نے کہا کہ مین سنن لکھونگا،
چنانچہ جو کچھ آنحضرت صلعم سے متعلق تھا، سب لکھا، زہری نے کہا صحابہؓ سے جو کچھ متعلق
ہے وہ بھی لکھو کہ وہ بھی سنت ہی، مین نے کہا وہ سنت نہین، چنانچہ مین نے نہین لکھا،
انھون نے لکھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیاب ہوئے اور مین برباد ہوگیا، (ابن سعد ۲ قسم
۲ - صفحہ ۱۳۵) ان امور کو قید تحریر مین لانے والے سیکڑون تابعی تھے، جن مین سے
ایک امام زہری ہین، صرف ان کی تحریرون کا انبار اتنا تھا کہ ولید بن یزید کے
قتل کے بعد زہری کے یہ دفتر جانورون پر بار کر کے خزانہ سے لائے گئے تھے،

امام زہری ۵۰ھ مین پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ مین وفات پائی، وہ نسباً قریشی
تھے، انھون نے جس محنت، کاوش اور استقصا سے آنحضرت صلعم کے حالات اور اقوال
جمع کئے اس کا اندازہ مورخین کے اس بیان سے کرو، کہ وہ مدینہ منورہ کے ایک ایک

انصاری کے گھر جاتے، جوان، بڈھے، عورت، مرد جو مل جاتا یہانتک کہ پردہ نشین عورتون سے جاکر آنحضرت صلعم کے اقوال اور حالات پوچھتے اور قلمبند کرتے (تہذیب ترجمۂ زہری) اس زمانہ مین بکثرت صحابہؓ زندہ تھے، زہری کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، اور یہ کل کے کل روز و شب آنحضرت صلعم کے اقوال، افعال اور احوال کی جمع و ترتیب تعلیم و تدریس اور نشر و اشاعت مین مشغول تھے، یہی اُن کی زندگی کا کام تھا، اس کے سوا دنیا کے ہر کام سے وہ کنارہ کش ہوگئے تھے،

غلط فہمی کا بڑا سبب یہ ہے کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہین کہ احادیث و سیر کی تدوین و تحریر کا کام تابعین نے شروع کیا، اور تابعین ان کو کہتے ہین جنھون نے صحابہؓ کو دیکھا اور ان سے فیض پایا، اور صحابہؓ کا زمانہ سو برس تک تقریبًا رہا تو گویا تابعین کا عہد سَو برس کے بعد شروع ہوا، اور اس طرح گویا تدوین و تحریر کے سلسلہ کا آغاز سو برس کے بعد ہوا، حالانکہ یہ تمامتر غلط ہے، تابعین ان کو کہتے ہین جنھون نے آنحضرت صلعم کی زیارت کا شرف حاصل نہین کیا، اور صحابہؓ کی زیارت کی اور ان سے مستفید ہوئے عام اس سے کہ وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ہون، مگر زیارت کا موقع نہ ملا ہو، یا عہد نبوی کے آخر مین پیدا ہوئے، اس لئے آپ سے فیضیاب نہ ہوئے، یا آپ کی وفات (ربیع الاول ۱۱ھ) کے بعد پیدا ہوئے، وہ سب تابعین مین داخل ہین، اس طرح دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ تابعین کا عہد خود آپ کی زندگی ہی مین اور کم سے کم یہ کہ ۱۱ھ سے شروع ہوگیا تھا، اس لئے ۱۱ھ سے جو کام شروع ہوا اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہین کہ تابعین نے اس کام کا آغاز کیا، تابعین کا کارنامہ ہونے کے لئے ایک ایک صحابی کے دنیا سے رخصت ہوجانے کی ضرورت نہین، اور نہ سو برس کا زمانہ گذرنے

کی حاجت ہی، وہ تو تابعیت کا آخری عہد ہے، جس کے بعد تابعیت کے شرف کا خاتمہ ہوتا ہے، کیونکہ صحابہؓ کے وجود کا خاتمہ ہوگیا جن کے دیدار کے شرف سے لوگ تابعی بنتے تھے، الغرض اس تفصیل سے ثابت ہوگا کہ یہ کہنا کس درجہ دھوکا ہے کہ مسلمانون مین اخبار وسیر کی ترتیب کا کام سو برس کے بعد شروع ہوا،

مسلمانون مین اخبار وسیر اور احکام وسنن کی ترتیب اور تدوین کے درحقیقت تین دور ہین، اوّل جب ہر شخص نے صرف اپنے ذاتی معلومات کو یکجا کیا، دوسرا دور وہ آیا جب ہر شہر کے معلومات ایک جگہ فراہم کئے گئے، تیسرا دور وہ تھا جب تمام دنیاے اسلام کے معلومات اکٹھا کئے گئے، اور ان کو موجودہ کتابون کی صورت مین جمع کیا گیا، پہلا دور غالباً سنہ۱۰۰ھ تک قائم رہا، دوسرا دور سنہ۱۵۰ھ تک رہا، اور تیسرا دور سنہ۱۵۰ھ سے تیسری صدی کے کچھ دنون بعد تک قائم رہا، پہلا دور صحابہؓ اور اکابرِ تابعین کا تھا، دوسرا دور تبع تابعین کا، اور تیسرا دور امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام احمد بن حنبل وغیرہ کا تھا، پہلے دور کا تمام سرمایہ دوسرے دور کی کتابون مین ہے اور دوسرے دور کی کتابون کا تمام مواد تیسرے دور کی کتابون مین کھپا دیا گیا ہے اور دوسرے اور تیسرے دور کی کتابون کا سرمایہ آج ہزارون اوراق مین ہمارے پاس موجود ہے، اور دنیا کی تاریخ کا سب سے گران بہا سرمایہ اور معتبر ومستند ذخیرہ ہے جس سے زیادہ مستند اور معتبر دنیا کی تاریخ کے خزانہ مین کوئی اور ذخیرہ نہین،

حضرۃ الاستاذ علامہ شبلی نعمانیؒ کے بقول "اس قسم کی زبانی روایتون کے قلمبند کرنے کا موقع جب دوسری قومون کو پیش آیا ہے، یعنی کسی زمانہ کے حالات مدت کے بعد قلمبند کئے جاتے ہین، تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، کہ ہر قسم کی بازاری افواہین قلمبند

کرلیجاتی ہین، جن کے راویون کا نام و نشان تک معلوم نہین ہوتا، ان افواہون مین سے وہ واقعات انتخاب کرلیے جاتے ہین، جو قرائن اور قیاسات کے مطابق ہوتے ہین، تھوڑے زمانہ کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بنجاتے ہین، یورپ کی اکثر یورپین تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئی ہین "

"لیکن مسلمانون نے اس فن سیرت کا جو معیار قائم کیا، وہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا، اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریکِ واقعہ تھا، اور اگر خود نہ تھا تو شریکِ واقعہ تک تمام درمیانی راویون کے نام بہ ترتیب بیان کئے جائین، اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کیجائے کہ جو اشخاص سلسلۂ روایت مین آئے، کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا چال چلن کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتون کا پتہ لگانا سخت مشکل تھا، لیکن سیکڑون ہزارون محدثین نے اپنی عمرین اسی کام مین صرف کردین، ایک ایک شہر مین گئے راویون سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کے حالات دریافت کئے، انھی تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت کم از کم لاکھ شخصون کے حالات معلوم ہو سکتے ہین،"

یہ تو صرف روایت کے متعلق تھا، اصولِ تنقید او درایت یعنی عقلی حیثیت سے روایتون کے پرکھنے کے اصول و قواعد الگ ترتیب دیئے اور بتایا کہ کیونکر اس حیثیت سے روایتون کی تصحیح یا تغلیط کیجاسکتی ہی راویون کی چھان بین اور تحقیق مین اس درجہ دیانتداری اور حقگوئی سے کام لیا کہ وہ واقعات آج اسلام کے مفاخر مین ہین، راویون مین بڑے بڑے خلفاء اور امراء بھی تھے جن کی تلوارون

کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، مگر محدثین نے نڈر ہو کر سب کی پردہ دری کی، اور ان کو وہی درجہ دیا جو اس بارگاہ مین ان کو مل سکتا تھا، امام وکیع بڑے محدث تھے لیکن ان کے باپ سرکاری خزانچی تھے، اس بنا پر وہ خود ان سے جب روایت کرتے تو ان کی تائید مین کسی دوسرے راوی کو ضرور ملا لیتے، یعنی تنہا اپنے باپ کی روایت کو تسلیم نہین کرتے تھے، اس احتیاط اور حق پسندی کی کوئی حد ہے؟[1]

مسعودی ایک محدث ہین ۱۵۴ھ مین ایک امام معاذ بن معاذ نے ان کو دیکھا کہ انکو اپنی تحریری یادداشت کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انھون نے فوراً ان کے حافظہ سے اپنی بے اعتباری ظاہر کر دی[2] یہی امام معاذ بن معاذ وہ بزرگ ہین، کہ انکو ایک شخص نے دس ہزار دینار جس کی قیمت آج دس ہزار گنی سے زیادہ ہے، صرف اس معاوضہ مین پیش کرنے چاہے کہ وہ ایک شخص کو معتبر (عدل) اور غیر معتبر کچھ نہ کہین، یعنی اس کے متعلق خاموش رہین، انھون نے اشرفیون کے اس توڑے کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ مین کسی حق کو چھپا نہین سکتا[3] کیا تاریخ اس سے زیادہ احتیاط، اور اس سے زیادہ دیانتداری کی کوئی مثال پیش کرسکتی ہے؟

اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام کچا پکا، صحیح اور غلط، قوی اور ضعیف، قابلِ قبول اور ناقابل قبول روایتون کا انبار آج بھی دنیا کے سامنے موجود ہے، اور آج بھی انہی اصول کے مطابق ہر ایک واقعہ کی پوری تنقید کیجا سکتی ہے، اور کھرے کھوٹے کو الگ کیا جاسکتا ہے،

حضرات! ان خشک تحقیقات مین مین نے آپ کا بڑا وقت لیا، آنحضرت صلعم کی سیرت مبارکہ کا تاریخی پہلو اب بڑی حد تک آپ کے سامنے آگیا ہوگا، اب مین

[1] تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۰ [2] ایضاً جلد ۶ صفحہ ۲۱۱ [3] ایضاً جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۴۲ ۱۲

آپ کو بتانا چاہتا ہون کہ آنحضرت صلعم کے حالات اور واقعات کا جو سرمایہ فراہم ہوا اس کے کیا کیا ماخذ قرار پائے، اور اس کو کس کس طرح ترتیب دیا گیا، سیرتِ مبارکہ کا سب سے اہم، سب سے مستند سب سے زیادہ صحیح تو وہ حصّہ ہے جس کا ماخذ خود قرآن پاک ہے جس کی صحت اور معتبری مین دوست کیا دشمن بھی شک نہ کر سکے، آنحضرت صلعم کی سیرت کے تمام ضروری اجزا، قبل نبوت کی زندگی، یتیمی، غربت، تلاشِ حق، نبوت، وحی، اعلان و تبلیغ، معراج، مخالفین کی دشمنی، ہجرت، لڑائیان، وقائع، اخلاق، سب اس مین موجود ہین، اور اس سے زیادہ معتبر تاریخی سیرت دنیا کے پردہ پر کوئی موجود نہین ہے،

۲۔ دوسرا ماخذ احادیث ہین جو ایک لاکھ کے قریب ہین، جنمین صحیح الگ، کمزور الگ اور جعلی الگ ہین، صحاح ستہ کا سرمایہ ہے جس کا ایک ایک واقعہ تولا اور پرکھا ہوا ہے، مسانید ہین، جنمین سب سے ضخیم امام ابن حنبل کا مسند ہے جو چھ جلدون مین ہے، اور ان مین سے ہر جلد کی ضخامت مصر کے بڑے باریک صفحہ کے ٹائپ مین پانچ پانچ سو صفحون سے کم نہ ہوگی، اس مین ایک ایک صحابی کی روایتین الگ الگ ہین، ان مجموعون مین آنحضرت صلعم کے حالات اور تعلیمات سب کچھ ملے جلے ہین،

۳۔ تیسرا ماخذ مغازی ہین، یعنی وہ کتابین جن مین زیادہ تر آنحضرت صلعم کے صرف غزوات اور لڑائیون کا حال، اور ضمناً اور واقعات بھی موجود ہین، ان مین مغازیِ عروہ بن زبیر، المتوفی ۹۴ھ، مغازی زہری المتوفی ۱۲۴ھ، مغازی موسیٰ ابن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ، مغازی ابن اسحاق المتوفی ۱۵۰ھ، مغازیِ زیاد بکائی المتوفی ۱۸۳ھ، مغازی واقدی المتوفی ۲۰۷ھ وغیرہ قدیم ہین،

۴ - چوتھا ماخذ عام تاریخ کی کتابین ہین، جن کا پہلا حصہ خاص آنحضرت صلعم کے سوانح پر ہے، ان مین سب سے زیادہ معتبر اور مبسوط طبقات ابن سعد اور تاریخ الرسل والملوک امام ابو جعفر طبری، تاریخ صغیر و کبیر امام بخاری، تاریخ ابن حبان اور تاریخ ابن ابی خیثمہ بغدادی المتوفی ۲۹۹؁ھ وغیرہ ہین،

۵ - آنحضرت صلعم کے معجزات اور روحانی کارنامون کا الگ دفتر ہے جن کو کتب دلائل کہتے ہین، مثلاً دلائل النبوت ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶؁ھ دلائل النبوت ابو اسحاق حربی المتوفی ۲۵۵؁ھ، دلائل امام بیہقی المتوفی ۴۳۰؁ھ، دلائل ابو نعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰؁ھ، دلائل مستغفری المتوفی ۴۳۲؁ھ، دلائل ابو القاسم اسمٰعیل اصفہانی المتوفی ۵۳۵؁ھ، اور سب سے زیادہ مبسوط کتاب اس فن مین امام سیوطی کی خصائص کبریٰ ہے،

۶ - پانچوان ماخذ کتب شمائل ہین یعنی وہ کتابین جو آنحضرت صلعم کے صرف اخلاق و عادات اور فضائل و معمولات زندگی پر لکھی گئی ہین، ان مین سب سے پہلی اور سب سے مشہور کتاب امام ترمذی المتوفی ۲۷۹؁ھ کی کتاب الشمائل ہے، جس کی بڑے بڑے علمار نے بیسیون شرحین لکھی ہین، اور سب سے ضخیم اور بڑی کتاب اس فن کی کتاب الشفا فی حقوق المصطفےٰ قاضی عیاض کی اور اس کی شرح نسیم الریاض شہاب خفاجی کی ہے، اسی فن کی دوسری کتابین شمائل النبی ابو العباس مستغفری المتوفی ۴۳۲؁ھ اور شمائل النور الساطع ابن المقری غرناطی المتوفی ۵۵۲؁ھ، اور سفر السعادہ مجد الدین فیروز آبادی المتوفی ۸۱۶؁ھ کی ہین،

۷ - اس سے الگ وہ کتابین ہین جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات مین ہین،

جن مین ان شہرون کے عام حالات کے علاوہ آنحضرت صلعم کے مقامی حالات اور ان مقامات کے نام و نشان ہین، جن کو آنحضرت صلعم سے کوئی تعلق ہے، اس قسم کی کتابون مین سب سے قدیم اخبار مکہ للازرقی المتوفی سنہ ۲۲۳ھ، اخبار مدینہ عمر بن شبہ المتوفی سنہ ۲۶۲ھ، اخبار مکہ فاکہی، اخبار مدینہ ابن زبالہ وغیرہ ہین،

حضرات! مین نے سیرت مبارکہ کے تاریخی سرمایہ کا جو نقشہ آپ کے سامنے آج کے خطبہ مین پیش کیا ہے، اس سے موافق و مخالف ہر ایک کو اندازہ ہو سکتا ہے، کہ سیرت محمدیؐ کی تاریخی حیثیت کیا ہے، صرف اس زبانی حفظ اور تحریری یادداشت ہی پر محدثین سلف اور خلفاے اسلام نے قناعت نہین کی، بلکہ اس فن کے بڑے بڑے امامون کے لیے مغازی کی تعلیم کی غرض سے درسگاہون اور مسجدون مین حلقے قائم کئے، حضرت قتادہؓ انصاری صحابی تھے، ان کے پوتے عاصم بن عمر جو مغازی کے امام تھے اور جنھون نے سنہ ۱۲۱ھ مین وفات پائی، ہی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے پایۂ تخت دمشق کی جامع مسجد مین بیٹھکر اس کا درس دیتے تھے (تہذیب) غرض آنحضرت صلعم کے عہد مبارک سے لے کر اس وقت تک ہر زمانہ مین، ہر ملک مین، ہر زبان مین، آپ کے واقعات، حالات اور ارشادات مین جو کتابین لکھی گئین ان کا اندازہ کئی ہزار سے زیادہ ہوگا، اردو کا تحریری ذخیرہ سو دوسو برس سے زیادہ کا نہین، اس مین بھی ٹھوس تصنیف کا عہد سنہ ۱۸۵۷ء کے پس و پیش سے شروع ہوتا ہے، تاہم اس وقت تک کئی سو چھوٹی بڑی کتابین اس موضوع پر اس مین لکھی جا چکی ہین،

مسلمانون کو چھوڑو کہ ان کا تو دین و ایمان ہی اس سرکار کی عقیدت و

غلامی ہے، دشمنون کے کیمپ مین آؤ، ہندوستان مین ہنڈؤن نے سکھون نے، عیسائیون نے، برہموسماجیون نے آپ کی سیرتین لکھی ہین، یورپ جس کو سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کے ساتھ عقیدت نہین، وہان بھی مشنری کی خدمت کے لئے یا علمی ذوق، یا تاریخ عالم کی تکمیل کے لئے لائف آف محمدؐ پر کتابین لکھی گئین، آج سے غالباً ۱۶-۱۷ برس پہلے دمشق کے ایک علمی رسالہ المقتبس مین شمار چھپا تھا کہ اس وقت تک یورپ کی مختلف زبانون مین پیغمبر اسلام ؐ کے متعلق ۱۳۰۰ سو کتابین لکھی جا چکی ہین، اس کے بعد اس عہد کی اور کتابون کو ملاؤ تو یہ شمار کہان تک پہنچیگا، انگریزی زبان مین پرفیسر مارگولیس (D.S. Margoliouth جو اوکسفورڈ یونیورسٹی مین عربی زبان کے پروفیسر ہین) کی کتاب محمدؐ سے جو ۱۹۰۵ء مین ہیروز آف دی نیشنس کے سلسلہ مین چھپی ہے زیادہ زہریلی کوئی کتاب سیرت نبوی پر انگریزی مین نہین لکھی گئی، اس مین اس شخص نے ہر واقعہ کے متعلق انتہائی سند بہم پہنچا کر اس کو بگاڑ کر دکھانے مین کوئی کسر اٹھا نہین رکھی ہے، تاہم وہ اپنے مقدمہ میں اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا،

"محمد کے سوانح نگارون کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے، لیکن اس مین جگہ پانا قابل عزت ہے،

The biographers of the Prophet Mohammad form a long series it is impossible to end but in which it would be honourable to find a place.

جان ڈیون پورٹ صاحب نے ۱۸۷۰ء مین انگریزی مین سب سے زیادہ ہمدردانہ

کتاب ''اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن'' لکھی ہے، اس کتاب کو وہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہین،

''اس مین کچھ شبہ نہین کہ تمام متقنین اور فاتحون مین ایک بھی ایسا نہین ہے، کہ جس کے وقائع عمری محمدؐ کے وقائع عمری سے زیادہ ترمفصل اور سچے ہون''

ریورنڈ باسورتھ اسمتھ (BASWORTH SMITH) فیلو آف ٹرینٹی کالج اوکسفورڈ نے ۱۸۷۴ء مین ''محمد اینڈ محمڈنزم'' کے نام سے رائل انسٹیٹیوشن آف گریٹ برٹین مین جو لکچر دیئے تھے اور جو کتاب کی صورت مین چھپے ہین، اس مین ریورنڈ موصوف نے نہایت خوبی سے کہا ہے:-

''جو کچھ عام طور سے مذہب کی (ابتدا نا معلوم ہونے کی) نسبت صحیح ہے، وہی بدقسمتی سے ان تین مذہبون اور ان کے بانیون کی نسبت بھی صحیح ہے جنکو ہم کسی بہتر نام موجود نہ ہونے کے سبب سے تاریخی کہتے ہین، ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنون کی نسبت بہت کم، اور ان کی نسبت جنھون نے انکی محنتون مین بعد کو اپنی محنتین ملائین، شاید زیادہ جانتے ہین، ہم زرتشت اور کنفیوشس کے متعلق اس سے کم جانتے ہین، جو سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہین، موسیٰ اور بودھ کے متعلق اس سے کم واقف ہین، جو ہم ایمبروس (AMBRASE) اور سیزر کے متعلق جانتے ہین، ہم درحقیقت مسیح کی زندگی کے ٹکڑے مین سے ٹکڑا جانتے ہین، ان تین برسون کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے، جس نے تین سال کے لئے راستہ تیار کیا، جو کچھ ہم جانتے ہین اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے، اور شاید

اور بہت زیادہ کرے، ایک "آئیڈیل لائف" جو بہت دور بھی ہے اور قریب
بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی، لیکن اس کا کتنا حصّہ ہے جو ہم جانتے ہی نہین،
ہم مسیح کی مان، مسیح کی خانگی زندگی، اُن کے ابتدائی احباب، اُن کے ساتھ
اُن کے تعلقات، ان کے روحانی مشن کے تدریجی طلوع، یا یک بیک
ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہین؟ ان کی نسبت کتنے سوالات ہم مین سے
ہر ایک کے ذہن مین پیدا ہوتے ہین، جو ہمیشہ سوالات ہی رہین گے، لیکن
اسلام مین ہر چیز ممتاز ہے، یہان دھندلا پن اور راز نہین ہے، ہم تاریخ
رکھتے ہین، ہم محمدؐ کے متعلق اس قدر جانتے ہین جس قدر لیوتھر اور ملٹن کے
متعلق جانتے ہین، میتھالوجی، فرضی افسانے اور ما فوق الفطرت واقعات
ابتدائی عرب مصنفین مین نہین، یا اگر ہین تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے
الگ کئے جا سکتے ہین، کوئی شخص یہان نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے اور
نہ دوسرے کو، یہان پورے دن کی روشنی ہے، جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور
ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے، (ص ۱۴-۱۵ ۱۸۸۹ء)

آنحضرت صلعم کی سیرت کے بیان مین مسلمانون نے ہزارون لاکھون کتابین
لکھین، اور لکھ رہے ہین، اور ان مین سے ہر ایک کتاب دوسرے انبیاؑ کی سیرتون
کے مقابلہ مین زیادہ صاف، زیادہ معتبر اور زیادہ تاریخی ہے، سیرت و اخبار نبوی
کی ابتدائی کتابین، ہر مصنف سے سینکڑون اور ہزارون اشخاص نے سنکر اور پڑھکر
اور اُن کا ہر ایک حرف سمجھکر دوسرون تک پہنچا تین حدیث کی پہلی کتاب موطا کو
اس کے مصنف امام مالکؒ سے ۱۰۰۰ آدمیون نے سنا جن مین سلاطینِ زمانہ،

علما، فقہا، حکما، ادبا، اور صوفیہ ہر طبقہ کے آدمی تھے، امام بخاری کی تصنیف جامع صحیح کو صرف ان کے ایک شاگرد فربری سے ساٹھ ہزار آدمیون نے سُنا اس احتیاط، اس استناد، اور اس اہتمام سے بتاؤ کس شارع یا بانیِ دین کی سیرت واخبار کا مجموعہ مرتب ہوا، اور یہ تاریخیت محمد رسول اللہ صلعم کے سوا اور کس کے حصہ مین آئی ؟

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ

۴

کاملیت

دوستو! آج کی گفتگو کا موضوع کاملیت ہی، کوئی زندگی خواہ کسی قدر تاریخی ہو، جب تک وہ کامل نہ ہو، ہمارے لئے نمونہ نہین بن سکتی، کسی زندگی کا کامل، اور ہر نقص سے بری ہونا، اس وقت تک ثابت نہین ہوسکتا جب تک اس زندگی کے تمام اجزا، ہمارے سامنے نہ ہون، پیغمبر اسلام کی زندگی کا ہر لمحہ پیدایش سے لے کر وفات تک ان کے زمانہ کے لوگون کے سامنے، اور ان کی وفات کے بعد تاریخ عالم کے سامنے ہے، ان کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہین گذرا جب وہ اپنے اہل وطن کی آنکھون سے اوجھل ہوکر آیندہ کی تیاری مین مصروف ہون پیدایش، شیرخوارگی، بچپن، ہوش وتمیز، جوانی، تجارت، آمد و رفت، شادی، احباب قبل نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے مین شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ مین پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی، غار حرا کی گوشہ نشینی، وحی اسلام کا ظہور، دعوت، تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، معراج، ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کے نامہ و پیام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، حجۃ الوداع وفات، ان مین سے کونسا زمانہ ہے جو دنیا کی نگاہون کے سامنے نہین، اور آپ کی

کونسی حالت ہے جس سے اہلِ تاریخ ناواقف ہین، سچ جھوٹ، صحیح غلط ہر چیز الگ الگ موجود ہے، اور اس کو ہر شخص جان سکتا ہے، کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ محدثین نے موضوع اور ضعیف روایتون تک کو کیون محفوظ رکھا، مگر خیال آیا کہ اس مین مصلحت الٰہی یہ تھی کہ معترضون کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ان لوگون نے اپنے پیغمبر کی کمزوریون کو چھپانے کے لئے بہت سی روایتون کو غائب کر دیا، جیسا کہ آج عیسائی لٹریچر پر اعتراض کیا جاتا ہے، اس لئے ہمارے محدثین کرام نے، اپنے پیغمبر کے متعلق صحیح و غلط سارا مواد سب کے سامنے لاکر رکھ دیا ہے، اور ان دونون کے درمیان تفرقے بتا دیئے ہین، اور اصول مقرر کر دیئے ہین،

اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست احباب، نماز روزہ، دن رات کی عبادت، صلح و جنگ، آمد و رفت، سفر و حضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق، بولنا چالنا، خلوت جلوت، ملنا جلنا، طور و طریق، رنگ و بو، خط و خال، قد و قامت، یہانتک کہ میان بیوی کے خانگی تعلقات اور بہ خوابی و طہارت کے واقعات ہر چیز پوری روشنی مین مذکور، معلوم اور محفوظ ہے، مین یہان پر آپ کو شمائل نبوی کی صرف ایک قدیم ترین کتاب شمائل ترمذی کے ابواب پڑھ کر سناتا ہون جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے جزئی جزئی واقعات بھی کس طرح قلمبند کئے گئے ہین،

۱۔ آنحضرت صلعم کے حلیہ اور صورت و شکل کے بیان مین،

۲۔ آنحضرتؐ کے بالون کے بیان مین، ۴۔ آنحضرتؐ کے پکے ہوئے بالون کے بیان مین،

۳۔ ؍؍ کنگھی ؍؍ ۵۔ خضاب ؍؍

۴۰ آنحضرت صلعم کے گھر مین نفل پڑھنے کے بیان مین
۴۱ ” روزہ کے ”
۴۲ ” قرآن پڑھنے ”
۴۳ ” گریہ و بکا ”
۴۴ ” بستر ”
۴۵ ” تواضع ”
۴۶ - آنحضرت صلعم کے اخلاق کے بیان مین
۴۷ ” حجامت ”
۴۸ ” اسماے گرامی ”
۴۹ ” زندگی کی صورت حال ”
۵۰ ” سن وسال اور عمر ”
۵۱ ” وفات ”
۵۲ ” میراث متروکہ ”

یہ آپکے تمام ذاتی حالات ہین، ان مین سے ہر ایک عنوان کے متعلق کہین چند یہ کہین بکثرت واقعات ہین، اور ان مین سے ہر پہلو صاف اور روشن ہے، آنحضرت صلعم کی زندگی کا کوئی لمحہ پردہ مین نہ تھا، اندر آپ بیویون اور بال بچّون کے مجمع مین ہوتے تھے، باہر معتقدون اور دوستون کی محفل مین،

دوستو! بڑے سے بڑا آدمی بھی اپنے گھر مین معمولی آدمی ہوتا ہے، اسی لیے والٹیر کے مشہور فقرہ کے مطابق کوئی شخص اپنے گھر کا ہیرو نہین ہوسکتا (NO MAN IS A HERO TO HIS VALET) باسورتھ اسمتھ کی رائے مین کم از کم یہ اصول پیغمبر اسلامؐ کے متعلق صحیح نہین[1]، گبن نے لکھا ہے کہ "تمام پیغمبرون مین سے کسی نے اپنے پیرون کا اس قدر سخت امتحان نہین لیا، جس قدر محمدؐ نے، انھون نے دفعۃً اپنے کو سب سے پہلے ان لوگون کے سامنے بحیثیت پیغمبر کے پیش کیا، جو ان کو بحیثیت انسان کے بہت اچھی طرح جانتے تھے، اپنی بیوی، اپنے غلام، اپنے بھائی، اپنے سب سے

[1] باسورتھ اسمتھ کی کتاب لائف آف محمد پر خطبات صفحہ ۱۰۵،

واقفکار دوست کے سامنے، اوران سب نے بلاپس وپیش آپکے دعویٰ کی صداقت
کو تسلیم کرلیا۔" بیوی سے بڑھ کر انسان کی اندرونی کمزوریون کا واقفکار کوئی دوسرا نہین
ہوسکتا، مگر کیا یہ واقعہ نہین ہے کہ آنحضرت صلعم کی صداقت پر سب سے پہلے آپ ہی کی بیوی
ایمان لائین، وہ نبوت سے پہلے پندرہ برس تک آپ کی رفاقت مین رہ چکی تھین،
اور آپ کے ہر حال اور ہر کیفیت کی نسبت ذاتی واقفیت رکھتی تھین، بااین ہمہ
جب آنحضرت صلعم نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے انہی نے اس دعویٰ کی سچائی
کو تسلیم کیا،

بڑے سے بڑا انسان جو ایک ہی بیوی کا شوہر ہو وہ بھی یہ ہمت نہین کرسکتا
کہ وہ اس کو یہ اذنِ عام دیدے کہ تم میری ہر بات، ہر حالت، اور ہر واقعہ کو برملا کہدو
اور جو کچھ چھپا ہے وہ سب پر ظاہر کردو، مگر آنحضرت صلعم کی بیک وقت نو بیویان تھین،
اوران مین سے ہر ایک کو یہ اذنِ عام تھا کہ خلوت مین مجھ مین جو کچھ دیکھو، وہ جلوت
مین سب سے برملا بیان کردو، جو رات کی تاریکی مین دیکھو وہ دن کی روشنی مین ظاہر
کردو، جو بند کوٹھریون مین دیکھو اس کو کھلی چھتون پر پکار کر کہدو، اس اخلاقی وثوق واعتماد
کی مثال کہین اور مل سکتی ہے؟

یہ تو آنحضرت صلعم کے ذاتی احوال کے متعلق تھا، آپ کے اخلاقِ طاہرہ، اوصاف
عالیہ، اور آدابِ فاضلہ کے بیان وتفصیل سے احادیث کی تمام کتابین معمور ہین خصوصیت
کے ساتھ قاضی عیاض اندلسی کی کتاب الشفا اس پہلو سے بہترین کتاب ہے، ایک
یوروپین مستشرق نے فرانس مین مجھ سے کہا تھا کہ پیغمبر اسلام کے اصلی محاسن سے واقف
کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ قاضی عیاض کی شفا کا کسی یوروپین زبان مین ترجمہ کردیا جائے

سیرۃ نبویؐ کی دوسری جلد مین ہم نے **شمائل** کے تحت مین یہ ابواب قائم کئے ہین،

حلیۂ اقدس، مہر نبوت، موے مبارک، رفتار، گفتگو، خندہ وتبسم، لباس انگوٹھی، خود و زرہ، غذا اور طریقۂ طعام، معمولات طعام، خوش لباسی، مرغوب رنگ، نامرغوب رنگ، خوشبو کا استعمال، لطافت پسندی، سواری کا شوق،

معمولات کے ماتحت حسب ذیل عنوانات ہین،

صبح سے شام تک معمولات، خواب، عبادت شبانہ، معمولات نماز، معمولات خطبہ، معمولات سفر، معمولات جہاد، معمولات عیادت وعزا، معمولات ملاقات، عام معمولات،

مجلس نبویؐ کے ماتحت عنوانات :-

دربار نبوت، مجالس ارشاد، آداب مجلس، اوقات مجلس، عورتون کے لئے مخصوص مجالس، طریقۂ ارشاد، مجالس مین شگفتگی، فیض صحبت، طرز بیان، خطبات کی نوعیت، خطبات نبویؐ کی تاثیر،

عبادات کے ماتحت عنوانات،

دعا اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، حج، ہمیشہ یاد الٰہی، خدا کا ذوق وشوق، میدان جنگ مین یاد الٰہی، خشیتہ الٰہی، گریہ وبکا، محبت الٰہی، خدا پر توکل، صبر وشکر،

اخلاق نبویؐ کی تفصیلی جزئیات،

اخلاق نبوی کا جامع بیان، استقامت عمل، حسن خلق، حسن معاملہ، عدل وانصاف، جود وسخا، ایثار، مہمان نوازی، گداگری سے نفرت، صدقہ سے پرہیز، تحفہ قبول کرنا، کسی کا احسان نہ قبول کرنا، عدم تشدد، تقشف ناپسند تھا، عیب جوئی اور مداحی کی ناپسندیدگی، سادگی اور بے تکلفی، امارت پسندی اور دکھاوے سے پرہیز، مساوات،

تواضع، بیجا تعظیم اور مدح کی ناپسندیدگی، شرم وحیا، آپنے ہاتھ سے کام کرنا، عزم واستقلال، شجاعت، راست گفتاری، ایفاے عہد، زہد وقناعت، عفو وحلم، دشمنون سے عفو ودرگذر اور حسنِ سلوک، کفار اور مشرکین کے ساتھ برتاؤ، یہود ونصاریٰ کے ساتھ برتاؤ، غریبون کے ساتھ محبت وشفقت، دشمنانِ جانی سے عفو ودرگذر، دشمنون کے حق مین دعاے خیر، بچون پر شفقت، مستورات کیساتھ برتاؤ، حیوانات پر رحم، رحمت ومحبت عام، رقیق القلبی، عیادت وتعزیت، لطفِ طبع، اولاد سے محبت، ازواجِ مطہراتؓ کیساتھ سلوک

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد مین سب سے زیادہ آپ کے حالات کا استقصا کیا ہے چنانچہ صرف ذاتی حالات کی فہرست سنئے،

آپ کا طریقۂ رسل ورسائل، آپکے کھانے پینے کا طریقہ، آپکے نکاح اور ازدواجی تعلقات کا طریقہ، خواب وبیداری کا طریقہ، سواری کا طریقہ، لونڈی اور غلام کو اپنی خدمت کے لئے قبول فرمانے کا طریقہ، آپ کے معاملات اور خرید وفروخت کا طریقہ، حوائجِ ضروری کے آداب، اصلاح اور خط بنوانے کا طریقہ، مونچھون کے رکھنے اور ترشوانے مین آپ کا طریقہ، آپ کا طرزِ کلام، آپ کی خاموشی، آپ کا خندہ فرمانا، آپ کا رونا، آپ کا طریقۂ خطابت، طریقۂ وضو، موزون پر مسح کرنے کا طریقہ، طریقۂ تیمم، آپ کے نماز ادا کرنے کا طریقہ، آپ کا دو سجدون کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ، آپ کے سجدہ کرنے کا طریقہ، قعدۂ اخیرہ مین آپ کی نشست کی کیفیت، آپ کے نماز مین بیٹھنے اور تشہد کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ، آپ کا نماز مین سلام پھیرنے کا طریقہ، نماز مین آپ کا دعا فرمانا، آپ کے سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ، آپ کا نماز مین سترہ کھڑا کرنے کا طریقہ، سفر وحضر مسجد اور گھر مین آپکے سنن ونوافل

پڑھنے کا طریقہ، تہجد یا فجر کی سنت کے بعد آپ کی استراحت کا طریقہ، آپکے تہجد پڑھنے
کا طریقہ، رات کی نماز اور وتر پڑھنے کا طریقہ، آپ کا وتر کے بعد بیٹھکر نماز پڑھنے
کا طریقہ، آپکے قرآن پڑھنے کی کیفیت، آپ کی چاشت کی نماز کا طریقہ، آپکے سجدۂ
شکر بجالانے کا طریقہ، آپکے سجدۂ قرآن ادا کرنے کا طریقہ، آپکے جمعہ کے معمولات،
آپکے جمعہ کے دن کی عبادات کا طریقہ، آپکے خطبہ دینے کا طریقہ، صلوٰۃ عیدین مین
آپ کا طریقہ، سورج گرہن کے وقت آپکے نماز پڑھنے کا طریقہ، استسقا مین آپکا طریقہ،
آپکے سفر کا طریقہ، سفر مین آپکے نفل پڑھنے کا طریقہ، آپکے دو نمازون کو اکٹھی پڑھنے
کا طریقہ، آپکے قرآن پڑھنے اور سننے کا طریقہ، بیمارون کی عیادت مین آپ کا
طریقہ، جنازون کے متعلق آپ کا طریقہ، جنازون کے ساتھ آپکے تیز قدم اٹھانے کا
طریقہ، آپ کا میت پر کپڑا ڈالنے کا طریقہ، کسی میت کے آنے پر اس کے متعلق
آپکے سوال کرنے کا طریقہ، جنازہ کی نماز مین آپ کا طریقہ، چھوٹے بچون پر نماز جنازہ
پڑھنے مین آپ کا معمول، خودکشی کرنے والے اور جہاد کے مال غنیمت مین خیانت
کرنے والے پر آپ کا نماز نہ پڑھنا، جنازہ کے آگے آگے آپکے چلنے وغیرہ کا طریقہ،
جنازۂ غائب پر آپ کے نماز پڑھنے کا طریقہ، جنازہ کے لئے آپکے کھڑے ہونے کا
طریقہ، تعزیت اور زیارتِ قبور مین آپ کا طریقہ، صلوٰۃ خوف مین آپ کا طریقہ،
زکوٰۃ و صدقات مین آپ کا طریقہ، روزہ مین آپ کا طریقہ، آپ کا رمضان مین
زیادہ عبادت کرنے کا طریقہ، چاند دیکھنے کے ساتھ ہی روزہ و افطار کے متعلق آپ
کا طریقہ، چاند دیکھنے کی گواہی قبول کرنے مین آپ کا طریقہ، سفر مین روزہ کے افطار
کے متعلق آپ کا طریقہ، عرفہ کے دن عرفہ کی وجہ سے افطار فرمانے اور جمعہ شنبہ یکشنبہ

مین آپکے روزہ رکھنے کا طریقہ، آپ کے سپے درپے روزہ رکھنے کا طریقہ، آپ کے نفل روزہ رکھنے اور اس کے ٹوٹ جانے پر ادا کرنے کو واجب نہ سمجھنے کا طریقہ، روزِ جمعہ کو روزہ کے لئے مخصوص کر لینے پر آپ کا کراہیت فرمانا، آپ کے اعتکاف کا طریقہ، حج وعمرہ مین آپ کا طریقہ، آپ کا ایک سال مین دو عمرہ ادا کرنے کا طریقہ، آپکے حج ون کی کیفیت، آپ کا حج مین اپنے دست مبارک سے قربانی فرمانے کا طریقہ، آپ کا حج مین سر منڈانے کا طریقہ، ایام حج مین آپ کے خطبون کا طریقہ، عید الاضحیٰ مین آپکے قربانی کرنے کا طریقہ، عقیقہ مین آپ کا طریقہ، نومولود بچہ کے کان مین آپ کے اذان دینے اور اس کا نام رکھنے اور اس کا ختنہ کرنے مین آپکے عادات ناموں اور کنیتون کے رکھنے مین آپکا طریقہ، تولنے مین احتیاط اور الفاظ کے انتخاب مین آپ کا طریقہ، اذکار و وظائف مین آپ کا طریقہ، گھر مین داخلہ کے وقت آپکا طریقہ، بیت الخلار جانے اور وہان سے واپس آنے کا طریقہ، آپکے کپڑا پہننے کا طریقہ، وضو کی دعا، کے متعلق آپ کا طریقہ، اذان کے وقت الفاظِ اذان کے دہرانے کے متعلق آپ کا طریقہ، رویتِ ہلال کے وقت آپ کے دعا فرمانے کا طریقہ کھانے کے پہلے اور اس کے بعد آپ کے دعاؤن کے پڑھنے کا طریقہ، آداب طعام مین آپ کا طریقہ، آدابِ سلام مین آپ کا طریقہ، آپ کا دوسرون کے گھر مین اجازت مانگ کر داخل ہونے کا طریقہ، آدابِ سفر مین آپ کے طریقے اور سفر مین دعاؤن کے پڑھنے کا طریقہ، نکاح کی دعاؤن کے متعلق آپ کا طریقہ، بعض الفاظ کے استعمال کو مکروہ سمجھنے مین آپ کی عادت، غزوات اور جہاد مین آپ کا طریقہ، قیدیون کے متعلق آپ کا معمول، قیدی جاسوس اور غلام کے متعلق آپ کا معمول، صلح کرنے،

امان دینے، جزیہ مقرر کرنے اور اہلِ کتاب و منافقین کے ساتھ معاملات کرنے مین آپ کا طریقہ، کفار و منافقین کے ساتھ علی الترتیب، آپ کے برتاؤ کرنے کا طریقہ، آپ کا امراضِ قلب اور امراضِ بدن کے علاج کرنے کا طریقہ،

مین نے آپ کے سامنے جزئی جزئی باتون کی اجمالی فہرست پیش کی ہے، اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہین کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتون کو محفوظ رکھا گیا ہے، تو بڑی بڑی اہم باتون کی کیا کچھ تفصیل موجود نہ ہوگی، غرض ایک انسان کی زندگی کے جس قدر پہلو ہو سکتے ہین، وہ سب محفوظ اور مذکور ہین،

حضرات! اب آپ نے سمجھا ہوگا کہ کاملیت سے میرا کیا مقصود تھا، اور میرے اس دعوی کی (کہ اس معیار پر سیرۃ محمدیؐ کے سوا انبیاء مین کسی کی سیرت محفوظ نہین) صداقت آشکارا ہوگئی ہوگی،

وقت کم ہے اور مضمون ابھی بہت باقی ہے، تاہم یہ مختصراً سُن لیجئے کہ آنحضرت صلعم خواہ خلوت مین ہون یا جلوت مین، مسجد مین ہون، یا میدانِ جہاد مین، نمازِ شبانہ مین مصروف ہون یا فوجون کی درستی مین، منبر پر ہون یا گوشۂ تنہائی مین، ہر وقت اور ہر شخص کو حکم تھا، کہ جو کچھ میری حالت اور کیفیت ہو وہ سب منظرِ عام پر لائی جائے، ازواجِ مطہرات رضؓ آپ کے خلوت خانون کے حالات سنانے اور بتانے مین مصروف رہین، مسجدِ نبویؐ مین، ایک چبوترہ ان عقیدتمندون کیلئے تھا جن کے رہنے کو گھر نہ تھے، وہ باری باری سے دن کو جنگل سے لکڑیان کاٹکر لاتے اور اس سے روزی حاصل کرتے اور سارا وقت آپ کے ملفوظات سننے، آپکے حالات دیکھنے اور آپ کی معیت مین گذارنے کے لئے صرف کرتے تھے، اُن کی

تعداد ستر کے قریب تھی، انہی مین حضرت ابوہریرہؓ ہین، جن سے زیادہ کسی صحابی کی روایات نہین، یہ ستر ہستیان معتقد جاسوسون کی طرح شب و روز ذوق وشوق کے ساتھ آپکے حالات دیکھنے اور دوسرون سے ان کو بیان کرنے مین مصروف رہتی تھین، دن مین پانچ وقت مدینہ مین رہنے والی تمام آبادی دس برس تک متصل آپ کی ایک ایک حرکت وسکون اور ایک ایک جنبش کو دیکھتی رہی، غزوات اور لڑائیون کے موقع پر ہزارہا صحابہؓ کو شب و روز آپکے دیکھنے اور آپکے حالات مبارکہ سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا، غزوۂ فتح مین ۱۰ ہزار، تبوک مین ۳۰ ہزار اور حجۃ الوداع مین تقریبًا ایک لاکھ صحابہؓ کو آپ کی زیارت کے موقعے ملتے رہے، اور خلوت وجلوت، گھر اور باہر، صفہ اور مسجد، حلقۂ تعلیم اور میدانِ جنگ تک مین جس نے جس حال مین آپ کو دیکھا اس کی عام اشاعت کی نہ صرف اس کو اجازت، بلکہ حکم اور تاکید تھی، اب آپ سمجھ سکتے ہین کہ آپ کی زندگی کا کونسا پہلو ہوگا، جو زیر پردہ رہا ہوگا، اور اس پر بھی ایک شخص تک آپ پر خردہ گیری نہ کرسکا آج بھی آپ کے دشمن اور مخالف پوری چھان بین اور تلاش وجستجو کے بعد مسئلۂ جہاد اور تعدادِ ازدواج کے سوا آپ پر کوئی حرف گیری نہ کرسکے تو اب ایسی زندگی کو معصوم اور بے گناہ کہنا زیبا ہے، یا ان زندگیون کو جنکا بڑا حصہ ہماری نگاہون سے اوجھل اور پوشیدہ ہے!

ایک حیثیت سے اور غور فرمائیے، آنحضرت صلعم ہمیشہ صرف اپنے معتقدون ہی کے حلقہ مین نہین رہے، بلکہ مکہ مین قریش کے مجمع مین رہے، نبوت سے پہلے ۴۰ برس آپ کی زندگی انہی کے ساتھ گذری، اور پھر تاجرانہ زندگی، لین دین کی

زندگی، معاملہ اور کاروبار کی زندگی جس مین قدم قدم پر بدمعاملگی، بدنیتی، خلاف وعدگی اور خیانت کاری کے عمیق غار آتے ہین، مگر آپ اس طرح بے خطر اس راستہ سے گذر گئے کہ آپ کو ان سے امین کا خطاب حاصل ہوا، نبوت کے بعد بھی لوگون کو آپ پر اعتماد تھا کہ اپنی امانتین آپ ہی کے پاس رکھواتے تھے، چنانچہ ہجرت کے موقع پر حضرت علیؓ کو اسی لئے مکہ مین چھوڑا تاکہ آپکے بعد وہ لوگون کی امانتین واپس کرسکین، آپکے دعوائے نبوت پر تمام قریش نے برہمی ظاہر کی، مقاطعہ کیا، دشمنیان ظاہر کین، گالیان دین، راستے روکے، نجاستین ڈالین، پتھر پھینکے، قتل کی سازشین کین، آپ کو ساحر کہا، شاعر کہا، مجنون کہا، مگر کسی نے یہ جرأت نہ کی کہ آپکے اخلاق اور اعمال کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے، حالانکہ نبوت اور پیغمبری کے دعویٰ ہی کے یہ معنی ہین کہ مدعی اپنی بے گناہی اور معصومیت کا دعویٰ کررہا ہے، اس دعویٰ کے ابطال کے لئے آپکے اخلاق واعمال کے متعلق چند مخالفانہ شہادتین بھی کافی تھین، تاہم اس دعویٰ کے توڑنے کے لئے انھون نے اپنی دولت لٹائی، اپنی اولاد کو قربان کیا، اپنی جانین دین، لیکن یہ ممکن نہ ہوا کہ وہ آپ کی ذات پر معمولی خردہ گیری کر کے بھی اس کو باطل کرسکین، کیا اس سے نہین ثابت ہوتا کہ جو آپ دوستون کی نظر مین تھے، وہی دشمنون کی نگاہ مین بھی تھے، اور کوئی چیز زیر پردہ اور نامعلوم نہ تھی،

ایک روز قریش کے بڑے بڑے رئیس جلسہ جمائے بیٹھے تھے، اور آپ کا ذکر ہورہا تھا، نضر بن حارث نے جو قریش مین سب سے زیادہ جہاندیدہ تھا، کہا اے قریش! تم پر جو مصیبت آئی ہے، تم اس کی کوئی تدبیر نہ نکال سکے، محمدؐ تمھارے

سامنے بچہ سے جوان ہوا، وہ تم مین سب سے زیادہ پسندیدہ، سچا اور امانت دار تھا، اور اب جب اس کے بالون مین سفیدی آچلی، اور تمھارے سامنے یہ باتین پیش کین تو کہتے ہو، کہ وہ ساحر ہے، کاہن ہے، شاعر ہے، مجنون ہے، خدا کی قسم مین نے اس کی باتین سنی ہین، محمدؐ مین یہ کوئی بات نہین" (ابن ہشام)

آپ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل کہا کرتا تھا "محمدؐ! مین تم کو جھوٹا نہین کہتا، البتہ تم جو کچھ کہتے اور سمجھاتے ہو اس کو صحیح نہین سمجھتا" چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی ہے، (ترمذی تفسیر انعام)

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ، (انعام ۴)	ہم جانتے ہین کہ ان (کافرون) کی باتین تم کو (اے پیغمبر) غمگین کرتی ہین، تو یہ لوگ تم کو نہین جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتون کا انکار کرتے ہین،

جب آنحضرت صلعم کو پیش گاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ اپنے خاندان کے لوگون کو اسلام کی دعوت دو، تو آپ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر پکارا، "یا معشر قریش!" جب سب لوگ جمع ہو گئے تو فرمایا "اگر مین تم سے یہ کہون کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آئے گا،" سب نے کہا ہان! "کیونکہ ہم نے تم کو کبھی جھوٹ بولتے نہین دیکھا" (بخاری شریف سورۂ تبت)

قیصر روم کے دربار مین قاصد نبویؐ پہنچا ہے، کفار قریش مین آنحضرت صلعم کے سب سے بڑے حریف اور مقابل ابوسفیان جو چھ برس متواتر آپ کے مقابلہ مین فوجون کے پرے جاتے رہے، وہ آنحضرت صلعم کی تصدیق حال اپنے

تفتیش کے لئے بلائے جاتے ہین، موقع کی نزاکت پر غور کرو ایک دشمن کی شہادت اپنے ایک ایسے دشمن کے حق مین ہے جس کو وہ دل سے مٹا دینا چاہتا ہے، ایک ایسے باسروسامان بادشاہ کے دربار مین اس کی شہادت ہے کہ اگر اس کو راضی کر لیا جائے تو دم کے دم مین اس کی فوجین مدینہ کی سمت بڑھ سکتی تھین، تاہم اس سوال و جواب کو سنئے،

قیصر	سوال	ابوسفیان	جواب
قیصر،	مدعیِ نبوت کا خاندان کیسا ہے؟	ابوسفیان،	شریف ہے،
،،	اس خاندان مین کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا،	،،	نہین،
،،	اس خاندان مین کوئی بادشاہ گذرا ہے،	،،	نہین،
،،	جن لوگون نے اس کے مذہب کو قبول کیا ہے، وہ کمزور ہین یا صاحب اثر،	،،	کمزور لوگ ہین،
،،	اس کے پیرو بڑھ رہے ہین یا گھٹتے جاتے ہین،	،،	بڑھتے جاتے ہین،
،،	کبھی تم لوگون کو اس کی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ ہے،	،،	نہین،
،،	وہ کبھی اپنے عہد و اقرار سے بھی پھرا ہے،	،،	ابھی تک تو نہین مگر آیندہ دیکھین،
،،	وہ کیا سکھاتا ہے،	،،	کہتا ہے کہ ایک خدا

کی عبادت کرو، نماز پڑھو، پاکدامنی
اختیار کرو، سچ بولو، اہل قرابت
کا حق ادا کرو،

کیا اس سے زیادہ نازک موقع کی شہادت سوائے سیرتِ محمدی کے اور کہین دستیاب ہوسکتی ہے، اس سے زیادہ آپ کی کاملیت کی کیا دلیل ہوسکتی ہے؟

ایک نکتہ کی طرف آپ کی توجہ کو اور ملتفت کرتا ہے، آنحضرت صلعم پر جو لوگ ابتداءً ایمان لائے وہ دریا کنارے کے ماہی گیر نہ تھے، وہ مصر کی محکوم اور غلام قوم کے افراد نہ تھے، بلکہ ایک ایسی آزاد قوم کے افراد تھے، جو اپنی عقل و دانش کے لحاظ سے ممتاز تھی، اور جس نے ابتدائے آفرنیش سے آج تک کبھی کسی کی اطاعت نہین کی تھی، وہ لوگ تھے جن کے تجارتی کاروبار، ایران، شام، مصر اور ایشیائے کوچک تک پھیلے تھے، ان مین وہ لوگ تھے جن کی دقیقہ سنجی، نکتہ رسی اور عقل و ذہانت کے ثبوت، مسائل اور احکام کی صورت مین آج بھی موجود ہین، ان مین وہ لوگ بھی تھے جنھون نے بڑی بڑی فوجون کا فاتحانہ مقابلہ کیا، اور دنیا کے مشہور سپہ لارون مین داخل ہین، ان مین وہ لوگ بھی تھے جنھون نے ملکون پر فرمانروائیان کین اور حکومت کے نظم و نسق کی بہترین قابلیت کا اظہار کیا، کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی یہ تصور کرسکتا ہے، کہ ایسے پرزور، قوی بازو اور دانایانِ روزگار سے آنحضرت صلعم کا کوئی حال چھپا رہ سکتا تھا، اور وہ دھوکا کھا سکتے تھے، بلکہ یہی وہ لوگ ہین جنھون نے آپ کی ایک ایک جنبش کی نقل کی ہے، اور جو آپ کے ایک ایک نقشِ قدم پر چلنا اپنی سعادت سمجھتے تھے، یہ آپ کی کاملیت کی ناقابلِ تردید دلیل ہے

آنحضرت صلعم نے اپنے حالات و واقعات پر کبھی کوئی پردہ ڈالنے کی کوشش نہین کی، آپ جس طرح تھے اسی طرح سب کو معلوم تھے، اور اسی طرح اب تک ہین، حضرت عائشہؓ آپ کی زوجۂ محترمہ جو نو برس آپ کے ساتھ رہین فرماتی ہین،

"جو تم سے یہ بیان کرے کہ محمدؐ نے خدا کے احکام مین سے کچھ چھپا لیا، اور مخلوق پر ظاہر نہین کیا، تو اس کو سچ نہ جانیو، کہ خدا فرماتا ہے، (صحیح بخاری تفسیر آیت ذیل)

يَاۤ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ، (مائدہ-۱۰)

اے پیغمبر! خدا کی طرف سے تجھ پر جو کچھ اترا وہ لوگون تک پہنچا دے، اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا،

دنیا مین کوئی شخص نہین چاہتا کہ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ کمزوری کا بھی بے خطر برملا اعلان کر دے خصوصًا وہ جو ایک جماعت کی رہبری و رہنمائی اور وہ بھی روحانی و اخلاقی کر رہا ہو، لیکن قرآن مجید مین متعدد آیتین ایسی ہین جن مین آنحضرت صلعم کو ان کی ظاہری لغزشون پر تنبیہ کی گئی ہے، تاہم ان مین سے ہر آیت آپ نے پڑھکر سنائی لوگون نے یاد کی، ہر محراب و مسجد مین پڑھی گئی، اور اب تک جہان محمد صلعم کا نام ہے وہ آیتین ان کے ماننے والون کی زبانون پر ہین، حالانکہ اگر ان معمولی فروگذاشتون کا قرآن پاک مین ذکر نہ ہوتا تو آج دنیا کو ان کا علم بھی نہ ہوتا، مگر ایک پاک زندگی کی ہر چیز روشن ہونی تھی، اور وہ کی گئی،

آنحضرت صلعم کا اپنے منھ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جہلاے عرب کے نزدیک قابل اعتراض تھا، اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید مین بتصریح مذکور ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ اگر حضور صلعم خدا کی کسی وحی کو چھپا سکتے تو اس آیت کو ضرور چھپا دیتے (جس مین

اس نکاح کا تذکرہ ہے) (مسند ابن حنبل جلد۲ ص ۲۴۳) تاکہ جاہلون کو اعتراض کا موقع نہ ملے، مگر آنحضرت صلعم نے ایسا نہین کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلعم کی زندگی کا کوئی پہلو تاریک نہین رہا ہے،

باسورتھ اسمتھ صاحب کی یہ شہادت پیش کرنے کے لائق ہے،

"یہان پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے، اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے، شخصیت کی تاریک گہرائیان درحقیقت ہین، اور ہماری پہنچ کے خط سے باہر وہ ہمیشہ رہین گی، لیکن ہم محمدؐ کی بیرونی تاریخ کی ہر چیز جانتے ہین، ان کی جوانی، ان کا ظہور، ان کے تعلقات، ان کے عادات، ان کا پہلا تخیل، اور تدریجی ترقی، ان کی عظیم الشان وحی کا نوبت نوبت آنا، اور ان کی اندرونی تاریخ کے لئے اس کے بعد کہ ان کے مشن کا اعلان کیا جا چکا ہم ایک کتاب (قرآن) رکھتے ہین، جو اپنی اصلیت مین، اپنے محفوظ رہنے مین، اپنے مضامین کی بے ترتیبی مین بالکل یکتا ہے، لیکن اس کی جوہری صداقت مین کوئی شخص کبھی سنجیدہ شک نہ کر سکا، اگر کوئی کتاب ہم ایسی رکھتے ہین جو اپنے زمانہ کے ماسٹر اسپرٹ کا آئینہ ہو تو یہ کتاب ہے، عموماً تصنع اور بناوٹ سے پاک، غیر مرتب، متضاد، تھکا دینے والی، لیکن چند عظیم الشان خیالات سے معمور، ایک دماغ جو اس روحانیت سے لبریز، جو اس کے اندر بند ہے، خدا کے نشہ مین مست و سرشار، لیکن انسانی کمزوریون کے ساتھ جن سے پاک ہونے کا کبھی انھون نے دعویٰ نہین کیا، اور یہ محمدؐ کی آخری عظمت ہے، کہ

انھون نے ان سے پاک ہونے کا دعویٰ نہین کیا، (ص ۱۵)

گبن کے الفاظ مین کسی ابتدائی پیغمبر نے کبھی صداقت کا کوئی ایسا سخت امتحان پاس نہین کیا، جیسا کہ محمدؐ نے، جبکہ اس نے پہلے پہل اپنے کو بحیثیت پیغمبر کے ان لوگون کے سامنے پیش کیا، جو اس کی کمزوریون سے بحیثیت ایک انسان ہونے کے واقف تھے، وہ لوگ جو اس سے سب سے زیادہ واقف تھے، ان کی بیوی، ان کا جھگی غلام، ان کا چچا زاد بھائی ان کا سب سے پرانا دوست جس نے جیسا کہ محمدؐ نے خود کہا ہے، کہ اس کے پیروون مین وہی ایک ہے جس نے نہ پشت پھیری، اور نہ گھبرایا، یہی لوگ اس کے سب سے پہلے معتقد ہوئے، پیغمبرون کی عام قسمت محمدؐ کے حق مین بالکل الٹ گئی، وہ غیر معزز نہ تھا لیکن ان کے نزدیک جو اس سے واقف نہ تھے" (۱۰۸ - اسمتھ)

ان شہادتون کا یہ مطلب ہی کہ جو جس قدر آنحضرت صلعم کے حالات سے واقف تھا، اسی قدر زیادہ وہ ان کا عقیدتمند تھا، عام پیغمبرون کا یہ اصول رہا ہے، پہلے ان کو ناواقفون نے مانا ہے، تب جاکر گھر والون کی باری آئی ہے، مگر آنحضرت صلعم کا سانحۂ حیات اس سے بالکل مختلف ہے، آپ کو سب سے پہلے انھون نے مانا جو آپ کے اخلاق، عادات اور حالات سے زیادہ واقف تھے، اور ان مین سے ہر ایک نے اپنے ایمان و اعتقاد کا شدید خطرناک امتحان دیا ہے، حضرت خدیجہؓ تین برس تک آپ کے ساتھ شعب ابی طالب مین محصور رہین جس مین بھوک اور فقر و فاقہ سے دوچار ہونا پڑا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

اس وقت جب ہر چہار طرف دشمن تعاقب مین تھے، رات کی تاریکی مین آپکے ساتھ خطرناک رفاقت کا حق ادا کیا، حضرت علیؓ نے اس بستر پر قدم رکھا جو صبح کو مقتل بننے والا تھا حضرت زیدؓ غلام خاص وہ تھے جو پتہ ملنے پر اپنے باپ کے اصرار پر بھی اپنے روحانی باپ سے مفارقت گوارا نہ کی،

گاڈفری ہگنس، اپالوجی فار محمدؐ مین کہتا ہے:۔

عیسائی اس کو یاد رکھین تو اچھا ہو کہ محمد (صلعم) کے پیغام نے وہ نشہ آپکے پیروون مین پیدا کر دیا تھا، جس کو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروون مین تلاش کرنا بے سود ہے۔ . . . جب عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے، ان کا نشہ دینی جاتا رہا، اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ مین گرفتار چھوڑ کر چلدیئے۔ . . . . . برعکس اس کے محمد (صلعم) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے، اور آپ کے بچاؤ مین اپنی جانین خطرہ مین ڈال کر کل دشمنون پر آپ کو غالب کر دیا، (ترجمہ اردو ص ۶۶ و ۶۷ مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء)

احد کے مشہور معرکہ مین جب قریش کے تیغ زنون نے آپ پر یورش کی، اور مسلمانون کی صفین درہم ہوئین تو آپنے آواز دی کہ "کون مجھ پر جان دیتا ہے"؟ اس آواز کو سنکر دفعۃً سات انصاری نکل آئے اور ایک ایک نے جانبازی سے لڑکر جانین فدا کر دین، ایک انصاری خاتون کے باپ، بھائی، اور شوہر تین پیاری جانین اس معرکہ مین تصدق ہوئین، باری باری تین سخت حادثون کی صدائین اس کے کانون مین پڑتی ہین، اور وہ ہر بار صرف یہ پوچھتی جاتی ہے کہ وہ جانِ عالم رسول اللہ

صلعم کیسے ہین؟ لوگون نے کہا بخیر ہین، اس نے پاس آکر چہرۂ مبارک دیکھا اور بے اختیار
پکار اٹھی کل مصیبة بعدك جلل یا رسول اللہ تیرے ہوتے سب
مصیبتین ہیچ ہین،

مین بھی اور باپ بھی، شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دین ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہین ہم

دوستو! یہ محبت، یہ عشق، یہ جان نثاری ان مین تھی جو آپ کو ہر طرح اور ہر
حیثیت سے جانتے تھے، کیا ایسے شخص کے ساتھ جس کی زندگی اس کے ساتھیون اور
رفیقون کی نگاہ مین کامل نہ ہو، اس لائق ہو سکتی ہے کہ اس پر وہ جانین قربان کرین،
اس سے زیادہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیغمبر کی زندگی کو ان کے لئے نمونہ بتایا، اور
اس کی پیروی کو خدا کی محبت کا ذریعہ بنایا،

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ، (آل عمران - ۴)
اے لوگو! اگر تم کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری اتباع کرو، تو خدا تم کو پیار کرے گا،

آپ کی اتباع کو یعنی آپ کی زندگی کی نقل و عکس کو خدا کی محبت کا معیار بتایا،
ایک لمحہ کے لئے نشۂ دینی سے سرمست ہو کر اپنی جان دینا آسان ہے، مگر پوری عمر
ہر چیز مین، ہر حالت مین، ہر کیفیت مین آپ کی اتباع کے پل صراط کو اس طرح طے
کرنا کہ کسی بات مین سنتِ محمدیؐ سے قدم ادھر اودھر نہ ہو، سب سے مشکل امتحان
ہے، اس اتباع کے امتحان مین تمام صحابہؓ پورے اترے، اور اسی جذبہ نے صحابہؓ
تابعین تبع تابعین، محدثین، مورخین، اور ارباب سیر کا یہ اہم فرض قرار دیا ہے، کہ وہ
آپ کی ایک ایک بات، ایک ایک چیز ایک ایک جنبش کو معلوم کرین، پچھلون کو بتائین

تاکہ اپنے اپنے امکان بھر ہر مسلمان اس پر چلنے کی کوشش کرے، اس نکتہ سے ظاہر ہوگا کہ آنحضرت صلعم کی زندگی اس کے جاننے والون کی نگاہ مین پوری کامل تھی، تب ہی تو اس کی نقل کو انھون نے کمال کا معیار یقین کیا،

اسلام کی نگاہ مین آپ کی حیات ایک مسلمان کے لئے کامل نمونہ ہے، اس لئے اس نمونہ کے تمام پہلو سب کے سامنے ہونے چاہئین، اور وہ سب کے سامنے ہین، اسی سے ثابت ہوگا کہ آپ کی زندگی کے سلسلہ کی کوئی کڑی گم نہین ہے، کوئی واقعہ زیر پردہ نہین ہے، جو کچھ ہے وہ تاریخ کے صفحات مین آئینہ ہے، اور یہی ایک ذریعہ کسی زندگی کے کامل معصوم اور بے گناہ یقین کرنے کا ہے، نیز ایسی ہی زندگی جس کے ہر پہلو اس طرح روشن ہون، انسان کے لئے نمونہ کا کام دے سکتی ہے،

دنیا مین بابل واسیریا، ہندوستان و چین، مصر و شام، یونان و روم مین بڑے بڑے تمدن پیدا ہوئے، اخلاق کے بڑے بڑے نظریئے قائم کئے گئے، تہذیب و شائستگی کے بڑے بڑے اصول بنائے گئے، اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، ملنے جلنے، پہننے اوڑھنے، رہنے سہنے، سونے جاگنے، شادی بیاہ، مرنے جینے، غم و مسرت، دعوت و ملاقات، مصافحہ و سلام، غسل و طہارت، عیادت و تعزیت، تبریک و تہنیت، دفن و کفن کے بہت سے رسوم، آداب، شرائط، اور ہدایات مرتب ہوئے اور ان سے ان قومون کی تہذیب، تمدن اور معاشرت کے اصول بنائے گئے،

یہ اصول صدہا سال مین بنے، پھر بھی بگڑ گئے، صدیون مین ان کی تعمیر ہوئی، تاہم وہ فنا ہوگئے، لیکن اسلام کا یہ تمدن چند برسون مین بنا اور تعمیر ہوا، اور ہم اسو برس سے کل روئے زمین کی سیکڑون مختلف اقوام مین یکسانی کے ساتھ قائم ہے، کیونکہ اس کا

ماخذ ایک ہی، اور وہ محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی ہے، اس زندگی کے آئینہ مین صحابہؓ نے اپنی زندگیان سجائین، اور اُن کا عکس تابعین نے اتارا، اور اس طرح وہ تمام دنیائے اسلام کا عمل اور رسم بن گئی، وہ مقدس زندگی مرکزی نقطہ تھی، صحابہؓ نے اس کو خط اور بعد کی نسلون نے اس کو دائرہ بنا دیا، وہ تمدن آج گو کامل نہین مگر اس کے نقش قدم اب بھی ہین، اور اسی پر کل مسلمان چل رہے ہین، ایک محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی تھی، جو تمام صحابہؓ کی زندگی بن گئی، اور وہی کبھی دنیائے اسلام کی زندگی بن گئی تھی، اور وہ کامل تصویر آج بھی ہم مین موجود ہے، افریقہ یا ہندوستان کا کوئی قبیلہ جب آج عیسائی ہوتا ہے، تو اس کو مذہب گو انجیل سے لیکن تمدن و تہذیب اور عملی زندگی کا سبق یورپ کے ساختہ تمدن سے سکھایا جاتا ہے لیکن وحشی سے وحشی قبیلہ جو مسلمان ہوتا ہی، اس کو جہان سے مذہب ملتا ہے، وہین سے تمدن و تہذیب اور شایستگی کا سبق بھی ملتا ہے، مسلمان ہونے کے ساتھ پیغمبر اسلام کی پوری زندگی، انسانی ضروریات اور حالات کے ساتھ اس کے سامنے آجاتی ہے، اور یہ بولتی چالتی جیتی جاگتی تصویر ہر مسلمان کی زندگی کی حالت اور ہر کیفیت کا آئینہ بنجاتی ہے،

ایک یہودی نے ایک صحابی رضؓ سے طنزاً کہا تھا، کہ "تمھارا پیغمبر تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے، اور معمولی معمولی باتین بھی سکھاتا ہے"، انھون نے فخراً کہا کہ "ہان ہمارا پیغمبر ہم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے، یہانتک کہ اس نے استنجا اور آبدست کی بھی تعلیم دی ہی"، اور آج بھی ہم اس کامل تعلیم کی سیرت کو فخر کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہین، گویا سیرت محمدیؐ دنیا کا آئینہ خانہ ہے، جس مین دیکھ کر ہر شخص اپنے جسم و روح، ظاہر و باطن، قول و عمل، زبان و دل، آداب و رسوم، طور و طریق کی اصلاح اور درستی کرسکتا ہی،

اور اسی لئے کوئی مسلمان قوم اپنی شائستگی اور ادب و اخلاق کے لئے اپنے مذہب سے باہر، اور اپنے رسول کی سیرت سے الگ کوئی چیز نہین مانگتی، اور نہ اس کی اس کو ضرورت ہے، سیرتِ محمدیؐ دنیاے اسلامی کا عالمگیر آئینہ ہے، اسی کے مقابلہ سے حسن و قبح اور نیکی و بدی کا راز اس پر کھلتا ہے، اور چونکہ کوئی انسانی کامل زندگی اس استیعاب اور استقصار کے ساتھ دنیا کے سامنے موجود نہین، اس لئے تمام انسانون کے لئے یہی ایک کامل نمونہ ہے، اور ایسی ہی کامل اور بے پردہ زندگی انسانون کے لئے قابلِ نمونہ ہو سکتی ہے،

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

۵

جامعیت

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

حضرات! خدا کی محبت کا اہل، اور اس کے پیار کا مستحق بننے کے لئے ہر مذہب نے ایک ہی تدبیر بتائی ہے، اور وہ یہ ہے، کہ اس مذہب کے شارع اور طریقہ کے بانی نے جو عمدہ نصیحتین کی ہین، اُن پر عمل کیا جائے، لیکن اسلام نے اس سے بہتر تدبیر اختیار کی ہی، اس نے اپنے پیغمبر کا عملی مجسّمہ سب کے سامنے رکھدیا ہے، اور اس عملی مجسّمہ کی پیروی اور اتّباع کو خدا کی محبت کے اہل اور اس کے پیار کے مستحق بننے کا ذریعہ بنایا ہے، چنانچہ اسلام مین دو چیزین ہین، کتاب اور سنّت، کتاب سے مقصود خدا کے احکام ہین، جو قرآن مجید کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہین، اور سنّت جس کے لغوی معنی راستہ کے ہین، وہ راستہ جس پر پیغمبر اسلام علیہ السلام خدا کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گذرے، یعنی آپ کا عملی نمونہ جس کی تصویر احادیث مین بصورت الفاظ ہے، الغرض ایک مسلمان کی کامیابی اور تکمیلِ روحانی کے لئے جو چیز ہے وہ سنتِ نبویؐ ہے،

وہ تمام اشخاص جو کسی مذہب کے حلقۂ اطاعت مین داخل ہون ناممکن ہے کہ وہ کسی ایک ہی صنفِ انسانی سے متعلق ہون، اس دنیا کی بنیاد ہی اختلافِ عمل پر ہی،

باہمی تعاون اور مختلف پیشون اور کامون ہی کے ذریعہ سے یہ دنیا چل رہی ہے، اس مین بادشاہ، یا رئیس جمہور، اور حکّام بھی ضروری ہین اور محکوم مطیع اور فرمانبردار رعایا بھی امن و امان کے قیام کے لئے قاضیون اور ججون کا ہونا بھی ضرور ہے، اور فوجون کے سپہ سالارون اور افسرون کا بھی، غریب بھی ہین اور دولتمند بھی، رات کے عابد و زاہد بھی ہین اور دن کے سپاہی اور مجاہد بھی، اہل و عیال بھی ہین، اور دوست و احباب بھی، تاجر اور سوداگر بھی ہین، اور امام اور پیشوا بھی، غرض اس دنیا کا نظم و نسق ان مختلف اصناف کے وجود اور قیام ہی پر موقوف ہے، اور ان تمام اصناف کو اپنی اپنی زندگی کے لئے عملی مجسّمہ اور نمونہ کی ضرورت ہے، اسلام ان تمام انسانون کو سنتِ نبوی کی اتباع کی دعوت دیتا ہے، اس کے صاف معنی یہ ہین کہ وہ مختلف طبقاتِ انسانی کے لئے اپنے پیغمبر کی عملی سیرت مین نمونے اور مثالین رکھتا ہے، جو ان مین سے ہر ایک کے لئے الگ الگ ہدایت کا چراغ بن سکتا ہے، اسلام کے صرف اسی نظریہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی سیرت مین جامعیت ہی، یعنی انسانون کے ہر طبقہ اور صنف کے لئے، اس کی سیرتِ پاک مین نصیحت پذیری اور عمل کے لئے درس اور سبق موجود ہین، ایک حاکم کے لئے محکوم کی زندگی، اور ایک محکوم کے لئے حاکم کی زندگی، ایک دولتمند کے لئے غریب کی زندگی، اور ایک غریب کے لئے دولتمند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہین بن سکتی، اسی لئے ضرورت ہے کہ عالمگیر اور دائمی پیغمبر کی زندگی ان تمام مختلف مناظر کے رنگ برنگ پھولون کا گلدستہ ہو،

اصنافِ انسانی کے بعد دوسری جامعیت خود ہر انسان کے مختلف لمحون کے مختلف افعال کی ہے، ہم چلتے پھرتے بھی ہین، اٹھتے بیٹھتے بھی، کھاتے پیتے بھی ہین،

سوتے جاگتے بھی، ہنستے بھی ہین، روتے بھی، پہنتے بھی ہین اُتارتے بھی نہاتے بھی ہین دھوتے بھی، لیتے بھی ہین، دیتے بھی، سیکھتے بھی ہین، سکھاتے بھی، مرتے بھی ہین مارتے بھی، کھاتے بھی ہین اور کھلاتے بھی، احسان لیتے بھی ہین، اور کرتے بھی، اپنی جان دیتے بھی ہین، اور بچاتے بھی، عبادت و دعا بھی کرتے ہین، اور کاروبار بھی، مہمان بھی بنتے ہین، اور میزبان بھی، ہم کو ان تمام امور کے متعلق جو ہمارے مختلف افعالِ جسمانی سے تعلق رکھتے ہین عملی نمونون کی ضرورت ہے، جو ہم کو ہر نئی حالت کے پیش آنے مین ایک نئی ہدایت کا سبق، اور نئی رہنمائی کا درس دین،

ان افعال کے بعد جن کا تعلق اعضاء سے ہے، وہ افعال ہین، جن کا تعلّق دلُ دماغ سے ہے، اور جن کی تعبیر ہم اعمالِ قلب یا جذبات اور احساسات سے کرتے ہین، ہر آن ہم ایک نئے قلبی عمل یا جذبہ یا احساس سے متاثر ہوتے ہین، ہم کبھی راضی ہین، کبھی ناراض، کبھی خوش ہین، کبھی غمزدہ، کبھی مصائب سے دوچار ہین اور کبھی نعمتون سے مالامال، کبھی ناکام ہوتے ہین، اور کبھی کامیاب، ان سب حالتون مین ہم مختلف جذبات کے ماتحت ہوتے ہین، اخلاقِ فاضلہ کا تمامتر انحصار انھی جذبات اور احساسات کے اعتدال اور باقاعدگی پر ہے، ان سب کے لئے ہم کو ایک عملی سیرت کی حاجت ہے، جس کے ہاتھ مین ہماری ان اندرونی سرکش اور بے قابو قوتون کی باگ ہو جو انھی راستون پر ہمارے نفس کی غیر معتدل قوتون کو لے چلے، جن پر سے مدینہ کا بے نفس انسان کبھی گذر چکا ہے،

عزم، استقلال، شجاعت، صبر، شکر، توکّل، رضا بتقدیر، مصیبتون کی برداشت، قربانی، قناعت، استغنا، ایثار، جود، تواضع، خاکساری، مسکنت، غرض نشیب و فراز

بلند و پست، تمام اخلاقی پہلوون کے لئے جو مختلف انسانون کو مختلف حالتون مین
یا ہر انسان کو مختلف صورتون مین پیش آتے ہین، ہم کو عملی ہدایت اور مثال کی ضرورت
ہے، مگر وہ کہان مل سکتی ہے؟ صرف محمد رسول اللہ صلعم کے پاس! حضرت موسیٰؑ
کے پاس ہم کو سرگرم شجاعانہ قوتون کا خزانہ مل سکتا ہے، مگر نرم اخلاق کا نہین، حضرت
عیسیٰؑ کے ہان نرم اخلاق کی بہتات ہے، مگر سرگرم اور خون مین حرکت پیدا کرنے
والی قوتون کا وجود نہین، انسان کو اس دنیا مین ان دونون قوتون کی معتدل
حالت مین ضرورت ہے، اور ان دونون قوتون کی جامع اور معتدل مثالین صرف
پیغمبر اسلامؐ کی سوانح مین مل سکتی ہین،

غرض ایک ایسی شخصی زندگی، جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف
مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلعم
کی سیرت ہے، اگر دولتمند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر
غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ
ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو،
اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو
معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلمِ قدس
کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ
اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتین سنو، اگر تنہائی
و بیکسی کے عالم مین حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و
مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے

دشمنون کو زیر اور مخالفون کو کمزور بنا چکے ہو، تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر اپنے کاروبار
اور دنیاوی جدوجہد کا نظم ونسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینون
کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو
نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک
چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار مین ہو تو بصریٰ کے کاروان سالار کی مثالین
ڈھونڈھو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتون کے ثالث ہو تو کعبہ مین نور آفتاب سے
پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ مین کھڑا کر رہا ہے
مدینہ کی کچی مسجد کے صحن مین بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف مین شاہ
و گدا اور امیر و غریب برابر تھے، اگر تم بیویون کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس
شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسن و
حسین کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو، اور کسی حال مین بھی ہو، تمھاری زندگی
کے لئے نمونہ، تمھاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لئے سامان، تمھارے ظلمت خانہ
کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ صلعم کی جامعیتِ کبریٰ کے خزانہ
مین ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، اس لئے طبقۂ انسانی کے ہر طالب، اور نور ایمانی
کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت، ہدایت کا نمونہ اور نجات
کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ کی سیرت ہے، اس کے سامنے
نوح و ابراہیم، ایوب و یونس، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتین موجود ہین گویا
تمام دوسرے انبیاے کرام کی سیرتین صرف ایک ہی جنس کی اشیاء کی دوکانین ہین،
اور محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت اخلاق و اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکٹ) ہے

جہان ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلبگار کیلئے بہترین سامان موجود ہے،

آج سے تیس چالیس برس پہلے پٹنہ کے مشہور واعظ اسلام ماسٹر حسن علی مرحوم نور اسلام نام ایک رسالہ نکالتے تھے۔ اس مین انھون نے اپنے ایک ہندو تعلیم یافتہ دوست کی رائے لکھی ہے، کہ اس نے ایک دن ماسٹر صاحب سے کہا کہ مین آپکے پیغمبر کو دنیا کا سب سے بڑا کامل انسان تسلیم کرتا ہون، انھون نے پوچھا ہمارے پیغمبر کے مقابلہ مین تم حضرت عیسیٰؑ کو کیا سمجھتے ہو، اس نے جواب دیا کہ محمدؐ کے مقابلہ مین عیسیٰؑ ایسے معلوم ہوتے ہین، جیسے کسی دانائے روزگار کے سامنے ایک بھولا بھالا بچہ بیٹھا ہوا میٹھی میٹھی باتین کر رہا ہو، انھون نے دریافت کیا کہ تم کیون پیغمبر اسلام کو دنیا کا کامل ترین انسان جانتے ہو، اس نے جواب دیا کہ مجھکو ان کی زندگی مین بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع اوصاف نظر آتے ہین، جو کسی ایک انسان مین تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہین دکھائے، بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی مین ہو، اور بے بس ایسا کہ خود اپنے کو بھی اپنے قبضہ مین نہ جانتا ہو، بلکہ خدا کے قبضہ مین، دولتمند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹون پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت مین آرہے ہون، اور محتاج ایسا کہ مہینون اس کے گھر چولھا نہ جلتا ہو، اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گذر جاتے ہون، سپہ سالار ایسا ہو کہ مٹھی بھر نہتھے آدمیون کو لے کر ہزارون غرقِ آہن فوجون سے کامیاب لڑائی لڑا ہو، اور صلح پسند ایسا کہ ہزارون پر جوش جان نثارون کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چون وچرا دستخط کر دیتا ہو، شجاع اور بہادر ایسا ہو کہ ہزارون کے مقابلہ مین تن تنہا کھڑا ہو، اور نرم دل ایسا کہ کبھی اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو، باتعلق ایسا ہو کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی

اس کو فکر، بیوی بچون کی اس کو فکر، غریب ومفلس مسلمانون کی اس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کے سدھار کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر ہو، اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو، اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش ہو، اس نے کبھی اپنی ذات کے لئے اپنے برا کہنے والون سے بدلہ نہین لیا، اور اپنے ذاتی دشمنون کے حق مین دعاے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا، لیکن خدا کے دشمنون کو اس نے کبھی معاف نہین کیا اور حق کا راستہ روکنے والون کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا، اور عذاب الٰہی سے ڈراتا رہا، عین اس وقت جب اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکا ہوتا ہو، وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت مین جلوہ نما ہو جاتا ہے، عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہہ ہو، وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتا ہے، عین اس وقت جب ہم اس کو شاہِ عرب کہکر پکارنا چاہتے ہین، وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے، عین اس دن جب عرب کے اطراف سے آآکر اس کے صحنِ مسجد مین مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے، اس کے گھر مین فاقہ کی تیاری ہو رہی ہے، عین اس عہد مین جب لڑائیون کے قیدی مسلمانون کے گھرون مین لونڈی اور غلام بنکر بھیجے جا رہے ہین، فاطمہؓ بنت رسول اللہ جا کر اپنے ہاتھون کے چھالے اور سینہ کے داغ باپ کو دکھاتی ہین، جو چکی پیستے پیستے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گئے تھے، عین اس وقت جب آدھا عرب اس کے زیر نگین ہوتا ہے، حضرت عمرؓ حاضر دربار ہوتے ہین، ادھر ادھر نظر اٹھا کر کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہین، آپ ایک کھری چارپائی یا چٹائی پر آرام فرما رہے ہین، جسم مبارک پر بانون کے نشان پڑ گئے ہین

ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہین، ایک کھونٹی مین خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے، سرور کائناتؐ کے گھر کی یہ کل کائنات دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑتے ہین، سبب دریافت ہوتا ہے، عرض کرتے ہین، یا رسولؐ اللہ اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا؟ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہین، اور آپ پیغمبر ہو کر اس حالت مین ہین، ارشاد ہوتا ہے، عمر! کیا تم اس پر راضی نہین کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹین اور ہم آخرت کی سعادت،

ابوسفیان جو آنحضرت صلعم کے سب سے بڑے حریف تھے، فتح مکہ کے دن وہ حضرت عباسؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر اسلامی لشکر کا تماشا دیکھ رہے ہین، رنگ رنگ کی بیرقون اور جھنڈیون کے سایہ مین اسلام کا دریا امنڈتا آرہا ہے، قبائل عرب کی موجین جوش مارتی ہوئی بڑھتی چلی آرہی ہین، ابوسفیان کی آنکھین اب بھی دھوکا کھاتی ہین، وہ حضرت عباسؓ سے کہتے ہین، عباس! تمھارا بھتیجا تو بڑا بادشاہ بن گیا، عباسؓ کی آنکھین کچھ اور دیکھ رہی تھین، فرمایا، ابوسفیان! یہ بادشاہی نہین نبوت ہے،

عدی بن حاتم قبیلۂ طے کے رئیس، مشہور حاتم طائی کے فرزند تھے، اور مذہباً عیسائی تھے، وہ حضورؐ کے دربار مین آتے ہین، صحابہؓ کی عقیدت مندیون، اور جہاد کا ساز و سامان دیکھ کر ان کو اس فیصلہ مین دقت ہوتی ہے کہ محمد بادشاہ ہین یا پیغمبر! دفعۃً مدینہ کی ایک غریب لونڈی آکر کھڑی ہوتی ہے، اور کہتی ہے کہ حضورؐ سے کچھ عرض کرنا ہے، فرماتے ہین دیکھو مدینہ کی جس گلی مین کہو مین تمھاری باتین سن سکتا ہون، یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہین، اور اس کی حاجت پوری کر دیتے ہین، اس ظاہری جاہ و جلال کے پردہ مین یہ عجز، یہ خاکساری، یہ تواضع دیکھ کر عدی کی آنکھون کے سامنے

سے پردہ ہٹ جاتا ہے، اور وہ دل مین فیصلہ کر لیتے ہین کہ یہ یقیناً پیغمبرانہ شان ہی فوراً گلے سے صلیب اتار دیتے ہین، اور محمد رسول اللہ کا حلقۂ اطاعت اپنی گردن مین ڈال لیتے ہین،

غرض مین نے جو کچھ پہلے کہا، وہ محض شاعرانہ انشا پردازی نہین، بلکہ تاریخی واقعات ہین، ایسی کامل وجامع ہستی جو اپنی زندگی مین ہر نوع اور ہر قسم ہر گروہ اور ہر صنف انسانی کے لئے ہدایت کی مثالین اور نظیرین رکھتی ہو، وہی اس لائق ہے جو اس اصناف وانواع سے بھری ہوئی دنیا کی عالمگیر اور دائمی رہنمائی کا کام انجام دے، جو غیظ و غضب اور رحم وکرم، جود وسخا اور فقر وفاقہ، شجاعت وبہادری اور رحم دلی ورقیق القلبی، خانہ داری اور خدا دانی، دنیا اور دین دونون کے لئے ہم کو اپنی زندگی کے نمونون سے بہرہ مند کر دے، جو دنیا کی بادشاہی کے ساتھ آسمان کی بادشاہی، اور آسمان کی بادشاہی کے ساتھ دنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دے، اور دونون بادشاہیون کے قواعد وقوانین اور دستور العمل کو اپنی زندگی مین برت کر دکھا دے، عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دنیا مین صرف عفو ودرگذر، معافی اور نرمی انسانیت کی تکمیل کے سب سے بڑے ذریعے ہین، بلکہ فقط یہی ذریعے ہین، اس لئے جس ہستی مین صرف یہی ایک پہلو ہو وہی انسانیت کی سب سے بڑی معلم اور محسن ہے، لیکن ہمین یہ بتاؤ کہ انسان کے اخلاق مین کیا فقط یہی قوتین ودیعت ہین یا اس کے مقابل کی قوتین بھی ہین، ایک انسان مین دیکھو تو غصہ اور کرم، محبت اور عداوت، خواہش اور قناعت، انتقام اور عفو، ہر قسم کے فطری جذبات موجود ہین، اس لئے ایک کامل معلم وہی ہو سکتا ہے جو انسانیت کے ان تمام قوی اور جذبات مین اعتدال پیدا کر کے ان کے صحیح مصرف کو

متعین کر دے، جن مذہبون کو یہ دعویٰ ہے کہ ان کے پیغمبرون کی سیرتین صرف رحم و
کرم اور عفو و درگذر پر مبنی ہین، وہ مجھے بتائین کہ اجتماعی حیثیت سے وہ کئے دن ان
سیرتون کے مطابق عمل کر سکے؟ قسطنطین پہلے عیسائی بادشاہ سے لے کر آج تک عیسائی
مذہب مین کتنے صاحب تاج و تخت پیدا ہوئے، اور کتنی بادشاہیان قائم ہوئین، مگر
ان مین سے کس نے اپنی سلطنت کا قانون صرف اپنے پیغمبر کی سیرت کی پیروی کو قرار
دیا؛ پھر ایسی سیرت جو عملی دنیا مین ہر حیثیت سے اپنے پیرون کے لئے نمونہ نہ ہو وہ
کیونکر جامع کہی جاسکتی ہے؟

حضرت نوحؑ کی زندگی، کفر کے خلاف غیظ و غضب کا ولولہ پیش کرتی ہے،
حضرت ابراہیمؑ کی حیات بت شکنیون کا منظر دکھاتی ہے، حضرت موسیٰؑ کی زندگی
کفار سے جنگ و جہاد، شاہانہ نظم و نسق اور اجتماعی دستور و قوانین کی مثال پیش کرتی
ہے، حضرت عیسیٰؑ کی لائف صرف خاکساری، تواضع، عفو و درگذر اور قناعت کی تعلیم دیتی
ہے، حضرت سلیمانؑ کی زندگی شاہانہ اولوالعزمیون کی جلوہ گاہ ہے، حضرت ایوبؑ
کی حیات صبر و شکر کا نمونہ ہے، حضرت یونسؑ کی سیرت ندامت و انابت اور
اعتراف کی مثال ہے، حضرت یوسفؑ کی زندگی قید و بند مین بھی دعوت حق اور جوش
تبلیغ کا سبق ہے، حضرت داؤدؑ کی سیرت گریہ و بکا، حمد و ستایش اور دعا و زاری کا صحیفہ
ہے، حضرت یعقوبؑ کی زندگی امید، خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے، لیکن محمد رسول اللہ
صلعم کی سیرت مقدسہ کو دیکھو کہ اس مین نوحؑ اور ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ، سلیمانؑ اور داؤدؑ
ایوبؑ اور یونسؑ، یوسفؑ اور یعقوبؑ، سب کی زندگیان اور سیرتین سمٹکر سما گئی ہین،

محدث خطیب بغدادی کی ایک ضعیف روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم کی

پیدائش کے وقت ندا آئی، کہ "محمد صلعم کو ملکون ملکون پھراؤ، اور سمندر کی تہون مین لیجاؤ کہ تمام دنیا ان کے نام و نشان کو پہچان لے جن وانس، چرند و پرند، بلکہ ہر جاندار کے سامنے ان کو لیجاؤ، ان کو آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسمٰعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، موسیٰؑ کی سختی، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی طاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی پاکدامنی، اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو، اور تمام پیغمبرون کے اخلاق مین ان کو غوطہ دو" جن علماء نے اس روایت کو اپنی کتابون مین جگہ دی ہے، ان کا منشا درحقیقت یہی ہے، کہ وہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی صفت جامعیت کو نمایان کرین، کہ جو کچھ اور انبیا علیہم السلام کو متفرق طور سے عطا ہوا تھا، وہ سب مجموعی طور سے آنحضرت صلعم کو عنایت ہوا،

آنحضرت صلعم کو آپ کی زندگی کے مختلف پہلوون مین دیکھو، یہ جامعیت کی صفت کاملہ پورے طور پر نمایان ہو جائے گی، مکہ کے پیغمبر کو جب مکہ سے یثرب جاتے دیکھو، تو کیا وہ پیغمبر تم کو یاد نہ آئے گا جو مصر سے مدین جاتا نظر آتا ہے، کوہ حرا کے غار نشین اور کوہ سینا کے تماشائی مین ایک حیثیت سے کیسی یکسانی نظر آتی ہے، مگر جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی آنکھین کھلی تھین، اور آنحضرت صلعم کی بند، حضرت موسیٰؑ باہر دیکھ رہے تھے، اور آنحضرت صلعم اندر، کوہ زیتون پر وعظ کہنے والے پیغمبر (حضرت عیسیٰؑ) اور کوہ صفا پر چڑھ کر یا معشر قریش! کہکر پکارنے والے مین کتنی مشابہت ہے، بدر و حنین اور احزاب و تبوک والے سپہ سالار، اور موابیون اور عمونیون اور اموریون سے نبرد آزما پیغمبر (موسیٰؑ) مین کس قدر مماثلت ہے،

آنحضرت صلعم نے مکہ کے سات سرداروں کے حق مین بددعا کی، توآپ کی زندگی حضرت موسیٰؑ کے مثل تھی، جب انھون نے ان فرعونیون پر بددعا کی، جو معجزات پر معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے، اور جب آپنے احد مین اپنے قاتلون اور دشمنون کے حق مین دعاے خیر کی، تو اس وقت گویا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قالب مین تھے، جنھون نے کبھی اپنے دشمنون کا بھی برا نہین چاہا، جب محمد رسول اللہ صلعم کو تم مسجد نبوی کی عدالت گاہ اور پنچایتون مین یا غزوات اور لڑائیون مین دیکھو تو حضرت موسیٰؑ کی سیرت کا نقشہ کھنچ جائے گا، لیکن جب آپ کو مکانون کے حجرون مین، پہاڑون کے غارون مین، رات کی تنہائیون اور تاریکیون مین دیکھو تو حضرت عیسیٰؑ کا جلوہ نظر آئے گا، شب و روز کے ۲۴ گھنٹون مین آپ کی زبان مبارک کی دعاؤن اور مناجاتون کو سنو تو زبور والے داؤدؑ کا تم کو دھوکا ہوگا، فتح مکہ کے خدم و حشم اور بیرق و علم کے سایہ مین آپ کو دیکھو تو تزک و احتشام اور فوجون والے سلیمانؑ کا مغالطہ ہوگا، اگر شعب ابی طالب مین آپ کو تین برس اس طرح محصور دیکھو کہ کھانے کا سامان تک بھی وہان نہ پہنچ سکے تو مصری قیدخانے کے پیغمبر یوسفؑ کا جلوہ دکھائی دے گا، غرض

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت موسیٰؑ قانون لے کر آئے، حضرت داؤدؑ دعا اور مناجات لے کر، اور حضرت عیسیٰؑ زہد و اخلاق لے کر، مگر محمد رسول اللہ صلعم قانون بھی لائے، دعا و مناجات بھی، اور زہد و اخلاق بھی، ان سب کا مجموعہ الفاظ و معانی مین قرآن اور

عمل مین سیرتِ محمدیؐ ہے،

دوستو! اب سیرتِ محمدیؐ کی جامعیت کا ایک اور پہلو تم کو دکھاؤن، دنیا مین دو قسم کی تعلیم گاہین ہین، ایک وہ جہان صرف ایک فن سکھایا جاتا ہے، اور ہر فن کیلئے الگ الگ اور مستقل تعلیم گاہین ہین، جیسے کوئی میڈیکل کالج ہے، کوئی انجینیرنگ کالج ہے، ایک آرٹ اسکول ہے، ایک تجارت کا مدرسہ ہے، ایک زراعت کی تعلیم گاہ ہے، ایک قانون کی درسگاہ ہے، ایک فوجی تعلیم کے لئے مدرسۂ حربیہ ہے، ان مین سے ہر مدرسہ اور تعلیم گاہ صرف ایک ہی قسم کے طالب علمون کی تعلیم کا انتظام کرسکتی ہے، میڈیکل کالج سے صرف ڈاکٹر نکلین گے، زراعت کے کالج سے صرف زراعت کے ماہر پیدا ہون گے، قانون کے مدرسہ سے صرف قانون دان تیار ہون گے، تجارت کی تعلیم گاہ سے صرف تجارت کے واقفکار پیدا ہون گے، علم و فن کے مدرسہ کی خاک سے صرف اہلِ علم اور اہلِ فن اٹھین گے، لٹریچر کی تعلیم گاہ سے صرف انشا پرداز اور ادیب نکلین گے، ملٹری کالج سے صرف سپاہی پیدا ہون گے، علیٰ ہذا القیاس، لیکن کہین کہین بڑی بڑی یونیورسٹیان ہوتی ہین، یہ دوسری قسم کی تعلیم گاہین ہین، جو اپنی وسعت کے مطابق ہر قسم کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی ہین، ان کے احاطہ مین ڈاکٹری کا کالج بھی ہوتا ہے، اور صنعت و حرفت کا مدرسہ بھی، زراعت اور انجینیرنگ کی تعلیمگاہ بھی ہوتی ہے، اور فوجی تعلیم کا اسکول بھی، طلبہ مختلف اطراف و دیار سے آتے ہین، اور اپنے اپنے ذوق، مناسبتِ طبع اور استعداد کے مطابق ایک ایک کالج یا مدرسہ کا انتخاب کرلیتے ہین، پھر وہان فوجون کے جنرل اور سپاہی، عدالتون کے قاضی اور قانون دان، کاروبار کے تاجر اور مہندس، شفاخانون کے حکیم اور ڈاکٹر، پیشون اور

صنعتون کے واقفکار اور ماہر سب ہی پیدا ہوتے ہین،

غور کرو تو معلوم ہوگا کہ صرف ایک ہی تعلیم، ایک ہی پیشہ اور ایک ہی علم کے جاننے والون سے انسانی سوسائٹی کی تکمیل نہین ہوسکتی، بلکہ ان سب کے مجموعہ سے وہ کمال کو پہنچتی ہے، اور پہنچ سکتی ہے، اگر صرف ایک ہی علم اور ایک ہی پیشہ کے ماہرین سے تمام دنیا معمور ہو جائے، تو اس تمدن و تہذیب کی مشین فوراً بند ہو جائے اور انسانی کاروبار یک قلم مسدود ہو جائے، یہانتک کہ اگر تمام دنیا صرف زہد پیشہ خلوت نشینون سے بھر جائے، تب بھی وہ اپنی تکمیل کے درجہ کو نہین پہنچ سکتی، اب آؤ اس معیار سے مختلف انبیاے کرام علیہم السلام کی سیرتون پر غور کرین، بقول حضرت مسیحؑ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، درسگاہین اپنے معنوی فرزندون، اور شاگردون سے پہچانی جاتی ہین تعلیم انسانی کی اون درسگاہون کا جن کے اساتذہ انبیاء علیہم السلام ہین جائزہ لو، تو پہلے تو کہین دس بیس، کہین ساٹھ ستر، کہین سو دو سو، کہین ہزار دو ہزار کہین پندرہ بیس ہزار طالب العلم آپ کو ملین گے، لیکن جب مدرسۂ نبوت کی آخری تعلیم گاہ کو دیکھو گے تو تم کو ایک لاکھ سے زیادہ طالب العلم بیک وقت نظر آئین گے، پھر ان دوسری نبوت گاہون کے طلبہ کو اگر جاننا چاہو کہ وہ کہان کے تھے؟ کون تھے؟ کیسے تیار ہوئے؟ اور ان کے اخلاق و عادات، روحانی حالات اور دیگر سوانحِ زندگی کیا تھے؟ اور ان کی تعلیم و تربیت کے عملی نتائج کیسے ثابت ہوئے؟ تو تم کو ان سوالات کا کوئی جواب نہین مل سکتا، مگر محمد رسول اللہ صلعم کی درسگاہ مین ہر چیز تم کو معلوم ہوسکتی ہے، اس کے ہر ایک طالب العلم کا نام و نشان حالات و سوانح، نتائج تعلیم و تربیت ہر چیز تاریخِ اسلام کے اوراق مین ثبت ہے، آگے بڑھو، نبوت اور دعوت مذہب کی

ہر ایک درسگاہ کا آج یہ دعویٰ ہے کہ اس کے دروازے ہر قوم کے لئے کھلے ہوئے ہین؛
مگر اس درسگاہ کے بانی اور معلم اول کی سیرت پڑھو کہ کیا اس کے عہد مین کسی ایک ہی
ملک، ایک ہی نسل، ایک ہی خاندان کے طالب العلم اس مین داخل ہوئے، اور اُنکو
داخلہ کی اجازت دی گئی، یا ان کی دعوت مین یہ عموم، جامعیت اور عالمگیری تھی کہ نسلِ
آدم کا ہر ایک فرزند اور ارضِ خاکی کا ہر ایک باشندہ اس مین عملاً داخل ہو سکا یا اس کو
داخل ہونے کے لئے آواز دیگئی، توراۃ کے تمام انبیاؑ، ملک عراق یا ملک شام یا ملکِ
مصر سے آگے نہین بڑھے، یعنی اپنے وطن مین جہان وہ رہتے تھے، محدود رہے، اور
اپنی نسل و قوم کے سوا غیرون کو انھون نے آواز نہین دی، زیادہ تر انکی کوششون کا مرکز
صرف اسرائیل کا خاندان رہا، عرب کے قدیم انبیاؑ بھی اپنی اپنی قومون کے ذمہ دار تھے
وہ باہر نہین گئے، حضرت عیسیٰؑ کے مکتب مین بھی غیر اسرائیلی طالب العلم کا وجود نہ تھا، وہ
صرف اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑون کی تلاش مین تھے (متی باب، آیت ۲۴)
اور غیرون کو تعلیم دے کر وہ بچون کی روٹی کتون کے آگے ڈالنا پسند نہین کرتے
تھے، (انجیل) ہندوستان کے داعی پاک آریہ ورت سے باہر جانے کا خیال بھی
دل مین نہین لا سکتے تھے، اگرچہ بودھ کے پیرو بادشاہون نے اس کے پیغام کو باہر
کی قومون تک پہنچایا، مگر یہ عیسائیون کی طرح بعد کے پیروون کا فعل تھا، خود داعیِ
مذہب کی سیرت اس عالمگیری اور جامعیت کی مثال سے خالی ہے،

اب آؤ اور عرب کے اس اُمی معلم کی درسگاہ کا مطالعہ کرین، یہ کون طالب العلم
ہین؟ یہ ابوبکر و عمر، علی و عثمان طلحٰہ و زبیر وغیرہ (رضی اللہ عنہم) مکہ کے قریشی طالب العلم ہین؛
یہ کون ہین؟ ابوذرؓ اور انیسؓ ہین، یہ مکہ سے باہر تہامہ کے غفاری قبیلہ کے ہین، یہ کون ہین؟

یہ ابوہریرہؓ اور طفیل بن عمروؓ ہین، یمن سے آئے ہین، اور دوسی قبیلہ کے ہین، یہ کون ہین؟ یہ ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ ہین، یہ بھی یمن سے آئے ہین، اور دوسرے قبیلون کے ہین، یہ کون ہین؟ یہ ضماد بن ثعلبہؓ ہین، قبیلۂ ازد کے ہین، یہ کون ہین؟ یہ خباب بنؓ الارت قبیلۂ تمیم کے ہین، یہ منقذ بنؓ حبان اور منذرؓ بن عائذ ہین، عبد القیس کے قبیلہ کے ہین، اور بحرین سے آئے ہین، یہ عبیدؓ و جیفرؓ عمان کے رئیس ہین، یہ فروہؓ ہین، یہ معان یعنی حدودِ شام کے رہنے والے ہین، یہ کالے کالے کون ہین؟ یہ بلالؓ ہین، ملک حبش والے، یہ کون ہین؟ یہ صہیب رومیؓ کہلاتے ہین، یہ کون ہین؟ یہ ایران کے سلمانؓ فارسی ہین، یہ فیروزؓ دیلمی ہین، یہ سیبختؓ اور مرکبودؓ ہین، نسلاً ایرانی ہین،

حدیبیہ کی صلح، ۶ھ مین وہ عہدنامہ مرتب کراتی ہے جو اسلام کا عین منشا ہے یعنی قریش اور مسلمان دونون فریق جنگ موقوف کرین، اور مسلمان جہان چاہین اپنے مذہب کی دعوت دین اس دلخواہ کامیابی کے بعد پیغمبر اسلام علیہ السلام نے کیا کیا؟ اسی سال ۶ھ مین تمام قومون کے سلاطین اور امراء کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، اور ان کو خدا کا پیغام پہنچایا، دحیہ کلبیؓ ہرقل قیصرِ روم کی بارگاہ مین عبداللہ ابن حذافہ سہمیؓ خسرو پرویز شہنشاہِ ایران کے دربار مین، حاطب بنؓ بلتعہ مقوقس عزیز مصر کے یہان، عمرو بنؓ امیہ حبش کے بادشاہ نجاشی کے پاس، شجاع بنؓ وہب الاسدی شام کے رئیس حارث غسانی، اور سلیط بن عمروؓ روساے یمامہ کے دربارون مین پیغمبرِ اسلام کے خطوط لے کر جاتے ہین، کہ محمدؐ کی درسگاہ مین داخلہ کا اذنِ عام ہے،

حضرات! اس واقعہ سے درسگاہِ محمدیؐ کی جامعیت کا یہ پہلو نمایان ہوتا ہے، کہ اس مین داخلہ کے لئے رنگ روپ، ملک و وطن، قوم و نسل اور زبان و لہجہ

کا سوال نہ تھا، بلکہ وہ دنیا کے تمام خانوادون، تمام قومون، تمام ملکون، اور تمام زبانون
کے لئے عام تھی،

صلاے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لئے

اب آؤ اس درسگاہ کی حیثیت اور درجہ کا پتہ لگائین، کیا یہ وہ اسکول اور کالج
ہے جہان ایک ہی فن کی تعلیم ہوتی ہے، یا اس کی حیثیت ایک جامع اور عمومی درسگاہ
اور عظیم الشان یونیورسٹی کی ہے، جہان ذوق، مناسبتِ طبع اور استعداد کے مطابق
ہر ملک کے لوگون کو اور ہر قوم کے افراد کو الگ الگ تعلیم ملتی ہے، حضرت موسیٰؑ کی تعلیم
گاہ کو دیکھو، وہان صرف فوج کے سپاہی اور یوشع جیسے فوجی افسر
ہو، یا قاضی اور کچھ مذہبی عہدہ دار پائے جاتے ہین، حضرت عیسیٰؑ کے طالب العلمون
کو تلاش کرو، چند زہد پیشہ فقرا فلسطین کی گلیون مین ملین گے، مگر محمد رسول اللہ صلعم کے
ہان کیا نظر آئے گا؟ ایک طرف اصحمہ حبش کا نجاشی بادشاہ، فروہ معان کا رئیس، ذوالکلاعؑ
حمیر کا رئیس، عامر بن شہر قبیلۂ ہمدان کا رئیس، فیروزؓ دیلمی اور مرکبوہ یمن کے رئیس، عبید
وجعفر عمان کے رئیس، دوسری طرف بلالؓ، یاسرؓ، صہیبؓ، خبابؓ، عمارؓ، اور ابوفکیہہؓ
کے سے غلام، اور سمیہؓ، لبینہؓ، زنیرہؓ، نہدیہؓ اور ام عبیسؓ کی سی لونڈیان ہین، غور سے
دیکھو امیر وغریب شاہ وگدا، آقا وغلام دونون ایک صف مین کھڑے ہین،

ایک طرف عقلاے روزگار، اسرارِ فطرت کے محرم، دنیا کے جہانبان اور ملکون
کے فرمانروا اس درسگاہ سے تعلیم پاکر نکلے ہین، ابوبکر صدیقؓ ہین، عمر فاروقؓ ہین، عثمان
غنیؓ ہین، علی مرتضیٰؓ ہین، معاویہ بن ابی سفیانؓ ہین، جنھون نے مشرق سے مغرب تک،
افریقہ سے ہندوستان کی سرحد تک فرمانروائی کی، اور ایسی فرمانروائی جو دنیا کے بڑے

سے بڑے شہنشاہ اور حکمران کی سیاست و تدبیر اور نظم و نسق کے کارنامون کو منسوخ کر دیتی ہے، ان کے عدل و انصاف کے فیصلے، ایرانی دستور اور رومی قانون کو بے اثر کر دیتے ہین اور دنیا کی سیاسی و انتظامی تاریخ مین وہ درجہ حاصل کر لیتے ہین، جنکی مثال نہین پیش کیجا سکتی،

دوسری طرف خالد بن ولیدؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو عبیدہؓ بن جراحؓ، عمرو بن العاصؓ، پیدا ہوتے ہین، جو مشرق و مغرب کی دو ظالم و گنہگار اور انسانیت کے لئے لعنت سلطنتون کا چند سال مین مرقع الٹ دیتے ہین، اور دنیا کے وہ فاتح اعظم اور سپہ سالار اکبر ثابت ہوتے ہین، جن کے فاتحانہ کارنامون کی دھاک آج بھی دنیا مین بیٹھی ہوئی ہے، سعدؓ نے عراق و ایران کا تاج شہنشاہی اتار کر اسلام کے قدمون پر ڈالدیا، خالدؓ اور ابو عبیدہؓ نے رومیون کو شام سے نکال کر ابراہیمؑ کی موعودہ زمین کی امانت مسلمانون کے سپرد کر دی، عمرو بن العاصؓ نے فرعون کی سرزمین، وادی نیل رومن شہنشاہی کے ہاتھون سے زبردستی چھین لی، عبداللہ بن زبیرؓ اور ابن ابی سرحؓ نے افریقہ کا میدان دشمنون سے جیت لیا، یہ وہ مشہور فاتح اور سپہ سالار ہین جن کی قابلیتون کو زمانہ نے تسلیم کیا ہے، اور تاریخ نے ان کی بزرگی کی شہادت دی ہی،

تیسری طرف باذان بنؓ ساسان (یمن) خالد بنؓ سعید (صنعا) مہاجر بنؓ امیہ (کندہ) زیاد بنؓ لبید (حضرموت) عمرو بنؓ حزم (نجران) یزید بنؓ ابی سفیان (تیما) علاء بنؓ حضرمی (بحرین) وغیرہ بیسیون وہ صحابہؓ ہین جنھون نے صوبون اور شہرون کی کامیاب حکومت کی، اور خلق خدا کو آرام پہنچایا، چوتھی طرف علما، اور فقہا کی صف ہی، عمرؓ بن خطاب، علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمروؓ،

ابن العاص، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ
ابن زبیرؓ وغیرہ ہین، جنھون نے اسلام کے فقہ وقانون کی بنیاد ڈالی، اور دنیا کے مقننین
مین انھون نے خاص درجہ پایا، پانچوین صف عام ارباب روایت وتاریخ کی ہے،
مثلاً حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت
ابوسعید خدریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت براربن
عازبؓ وغیرہ سینکڑون صحابہ ہین جو احکام ووقائع کے ناقل اور راوی ہین، ایک
چھوٹی جماعت اُن ستّر صحابہ (اہل صفہ) کی ہے، جن کے پاس سر رکھنے کے
لئے مسجد نبوی کے چبوترہ کے سوا کوئی جگہ نہ تھی، بدن پر کپڑون کے سوا دنیا مین انکی
کوئی ملکیت نہ تھی، وہ دن کو جنگل سے لکڑیان کاٹ کر لاتے اور ان کو بیچ کر خود
کھاتے، کچھ خدا کی راہ مین دیتے اور رات کو طاعت وعبادت مین بسر کرتے تھے،
سا تو ان رخ دیکھو، ابوذرؓ ہین جن کے مانند آسمان کے نیچے ان سے زیادہ حق گو کوئی
پیدا نہین ہوا، ان کے نزدیک آج کا کھانا کل کے لئے اٹھا رکھنا بھی شان توکل کے
خلاف تھا، ان کو دربار رسالت نے مسیح الاسلام کا خطاب عنایت کیا تھا، سلمان
فارسیؓ ہین، جو زہد وتقویٰ کی تصویر ہین، عبداللہ بن عمرؓ ہین جنھون نے تیس برس کامل
طاعت وعبادت مین گذارے، اور جب ان کے سامنے خلافت پیش ہوئی تو فرمایا
کہ اگر اس مین مسلمانون کا ایک قطرہ بھی خون گرے تو مجھے منظور نہین، مصعب بن عمیرؓ
ہین جو اسلام سے پہلے قاقم وحریر کے کپڑے پہنتے اور ناز ونعمت مین پلے تھے اور جب
اسلام لائے تو ٹاٹ اوڑھتے تھے، اور پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے، اور جب شہادت
پائی تو کفن کے لئے پورا کپڑا تک نہ ملا، پاؤن پر گھاس ڈال کر دفن ہوئے، عثمان بن مظعون

ہین، جو اسلام کے پہلے صوفی کہلاتے ہین، محمد بن سلمہؓ ہین جو فتنہ کے زمانے مین کہتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان تلوار لے کر میرے حجرے مین میرے قتل کرنے کو داخل ہو جائے تو مین اس پر وار نہ کرونگا، ابو درداؓ ہین جن کی راتین نمازون مین اور دن روزون مین گذرتے تھے،

ایک اور طرف دیکھو:۔ یہ بہادر کارپردازون اور عرب کے مدبرین کی جماعت ہے، اس مین طلحہؓ ہین، زبیرؓ ہین، مغیرہؓ ہین، مقدادؓ ہین، سعد بن معاذؓ ہین، سعد بن عبادہؓ ہین اسیدؓ بن حضیر ہین، اسعد بن زرارہؓ ہین، عبدالرحمن بن عوفؓ ہین، کاروباری دنیا مین دیکھو تو مکہ کے تاجر اور بیوپاری اور مدینہ کے کاشتکار اور کسان بھی ہین، اور عبدالرحمن بن عوفؓ اور سعد بن زبیرؓ جیسے دولتمند بھی ہین،

ایک جماعت حق کے شہیدون اور بے گناہ مقتولون کی ہے، جنھون نے خدا کی راہ مین اپنی عزیز جانین قربان کین، مگر حق کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہ ہوے، حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے فرزند ہالہ تلوارون سے قیمہ کئے گئے، سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ ابوجہل کی برچھی کھا کر ہلاک ہوئین، حضرت یاسرؓ کفار کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے مر گئے، حضرت خبیبؓ نے سولی پر جان دی، حضرت زیدؓ نے تلوار کے سامنے گردن جھکائی، حرام بن ملحانؓ اور ان کے انہتر رفقاؓ نے بیر معونہ پر عصیہ، رعل اور ذکوان کے قبائل کے ہاتھون بے کسی کے ساتھ جام شہادت پیا، واقعہ رجیع مین حضرت عاصمؓ اور ان کے سات رفیقون کے بدن بنو لحیان کے سو تیراندازون کے تیرون سے چھلنی ہوے، ۴ھ مین ابن ابی العوجارؓ کے ۴۹ ساتھی قبیلہ بنو سلیم کے ہاتھون شہید ہوئے، حضرت کعب بن عمر غفاریؓ مع اپنے ساتھیون کے ذات اطلاح کے میدان مین شہید ہوئے

دنیا کے ایک مشہور مذہب کو صرف ایک سولی پر ناز ہے، لیکن دیکھو کہ اسلام مین کتنی سولیان، کتنے مذبح اور کتنے مقتل ہین،

تلوار کی دھار ہو کہ برچھی کی انی، یا سولی کی لکڑی، بہرحال یہ ایک آنی تکلیف ہے اس سے زیادہ استقلال، اور اس سے زیادہ صبر و آزمایش کی وہ زندگیان ہین، جو سالہا سال حق کی مصیبتون مین گرفتار رہین، جنھون نے آگ کے شعلون اور گرم ریت کے فرش پر آرام کیا، اور پتھر کی سلون کو اپنے سینون پر رکھا، جن کے گلون مین رسیان ڈال کر گھسیٹی گئین، اور جب پوچھا گیا تو وہی محمد کا کلمہ ان کی زبانون پر تھا، شعب ابی طالب کی قید مین تین برس تک جنھون نے طلح (ایک درخت) کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کی، یعنی سعد بن ابی وقاصؓ، وہ کہتے ہین کہ ایک رات بھوک کی شدت سے ایک سوکھا چمڑا مل گیا تو اسی کو دھو کر آگ پر بھون کر اور پانی مین ملا کر کھایا، عتبہ بن غزوانؓ کہتے ہین کہ ہم سات مسلمان تھے، ان غیر فطری غذاؤن کو کھا کھا کر ہمارے منھ زخمی ہو گئے، خبابؓ جب اسلام لائے تو کافرون نے ان کو دہکتے ہوے کوئلون پر لٹایا، یہان تک کہ یہ دہکتے ہوئے کوئلے انھی کی پیٹھ کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے، بلالؓ دوپہر کی جلتی ریت پر لٹائے جاتے اور سینہ پر پتھر کی سل رکھدی جاتی، ان کے گلے مین رسی باندھی جاتی، اور گلی گلی ان کو گھسیٹا جاتا، ابو فکیہہؓ کو ان کے پاؤن مین رسی باندھ کر زمین پر گھسیٹا گیا، ان کا گلا دبایا گیا، ان کے سینہ پر اتنا بھاری پتھر رکھا گیا کہ زبان نکل پڑی، عمارؓ جلتی ریت کے فرش پر لٹائے جاتے اور مارے جاتے، حضرت زبیرؓ کو ان کا چچا چٹائی مین لپیٹ کر ناک مین دھوان دیتا، سعید بن زیدؓ رسیون مین باندھ کر پیٹے جاتے، حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا نے رسی مین باندھ کر مارا، یہ سب

کچھ تھا مگر جو نشہ چڑھ چکا تھا، وہ اترتا نہ تھا، یہ کیسا نشہ تھا؟ یہ ساقیِ کوثر کے خمخانۂ جاوید کا نشہ تھا،

عزیزو! غور کا مقام ہے، یہ وہی وحشی عرب، وہی بت پرست عرب، وہی بد اخلاق عرب ہیں، یہ کیا انقلاب ہوگیا تھا؟ ایک امّی کی تعلیم، جاہل عربوں کو عاقل، روشن دل، روشن دماغ اور مقنن کیونکر بنا گئی؟ ایک نہتے پیغمبر کا ولولۂ تبلیغ کس میں بس عربوں کو سپہ سالار اور بہادر بنا کر نئے زور و قوت کا خزانہ کیسے عطا کر گیا، جو خدا کے نام سے بھی آشنا نہ تھے، وہ ایسے شب زندہ دار، عابد، متقی اور طاعتگذار کیونکر ہوگئے، تم نے درسگاہِ محمدیؐ یا مدینہ یونیورسٹی کی پوری سیر کرلی، ہر رنگ اور ہر مذاق کے طالب العلم دیکھے، عالم بھی دیکھے، مقنن بھی دیکھے، فوجی بھی دیکھے، قاضیِ عدالت بھی دیکھے، حکام اور والی بھی دیکھے، غریب و مسکین بھی دیکھے، شاہ و امیر بھی دیکھے، غلام بھی دیکھے، آقا بھی دیکھے، لڑنے والے بھی دیکھے، مرنے والے بھی دیکھے، راہِ حق کے شہیدوں کو بھی دیکھا، تم نے کیا فیصلہ کیا؟ اس کے سوا کیا فیصلہ ہو سکتا ہے، کہ محمد رسول اللہ صلعم کی ذات، انسانی کمالات اور صفاتِ حسنہ کا ایک کامل مجموعہ تھی، اور یہ سب انہی کی جامعیت کی نیرنگیاں اور جلوہ آرائیاں تھیں، جو کبھی صدیقؓ و فاروقؓ ہو کر چمکتی تھیں، کبھی ذی النورینؓ اور مرتضیٰؓ ہو کر نمایاں ہوتی تھیں، کبھی خالدؓ اور ابو عبیدہؓ اور کبھی سعدؓ و جعفر طیارؓ ہو کر سامنے آتی تھیں، کبھی ابن عمرؓ اور ابوذرؓ اور سلمانؓ اور ابو درداؓ ہو کر مسجد و محراب میں نظر آتی تھیں، کبھی ابن عباسؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی صورت میں علم و فن کی درسگاہ اور عقل و حکمت کا دبستان بنجاتی تھیں اور کبھی بلالؓ و صہیبؓ اور عمارؓ و خبیبؓ کی

امتحان گاہون مین تسلّی کی روح اور تسکین کا پیام بنجاتی تھین، گویا محمد رسول اللہ صلعم کا وجود مبارک آفتاب عالمتاب تھا، جس سے اونچے پہاڑ، ریتلے میدان، بہتی نہرین، سرسبز کھیت، اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تابش اور نور حاصل کرتے تھے، یا ابر باران تھا، جو پہاڑ اور جنگل میدان اور کھیت، ریگستان اور باغ ہر جگہ برستا تھا، اور ہر ٹکڑا اپنی اپنی استعداد کے مطابق سیراب ہو رہا تھا، اور قسم قسم کے درخت اور رنگا رنگ پھول، اور پتے جم رہے تھے، اور اُگ رہے تھے،

ان نیرنگیون کے ساتھ اور اس اختلاف استعداد کے باوجود ایک چیز تھی جو مشترک طور سے سب مین نمایان تھی، وہ ایک بجلی تھی جو سب مین کوندرہی تھی، ایک روح تھی جو سب مین تڑپ رہی تھی، وہ بادشاہ ہون یا گدا، امیر ہون یا غریب، حاکم ہون یا محکوم، قاضی ہون یا گواہ، افسر ہون یا سپاہی، استاد ہون یا شاگرد، عابد و زاہد ہون یا کاروباری، غازی ہون یا شہید، توحید کا نور، اخلاص کی رو، قربانی کا ولولہ، خلق کی ہدایت اور رہنمائی کا جذبہ، اور بالآخر ہر کام مین خدا کی رضا طلبی کا جوش ہر ایک کے اندر کام کر رہا تھا، وہ جو کچھ بھی ہون، جہان بھی ہون اور جو بھی کر رہے ہون، یہ فیضان حق سب مین یکسان اور برابر تھا، راستون، رنگتون اور مذاقون کا اختلاف تھا، مگر خدا ایک تھا، قرآن ایک تھا، رسول ایک تھا، اور قبلہ ایک تھا، ہر رنگ، ہر راستہ، اور ہر کام سے مقصود دنیا کی درستی، خلق کی ہمدردی، خدا کے نام کی اونچائی، اور حق کی ترقی تھی، اور اس کے سوا کوئی چیز ان کے پیش نظر نہ تھی،

دوستو! مین نے آج کی تقریر مین محمد رسول اللہ صلعم کی صفت جامعیت کی نیرنگیان مختلف پہلوؤن سے دکھائین، اگر تم مطالعۂ فطرت کے بعد یقین رکھتے ہو

کہ یہ دنیا انسانی مزاجوں اور انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلاف کا نام ہے تو یقین کرو کہ محمد رسول اللہؐ کی جامع شخصیت کے سوا اس کا کوئی آخری اور دائمی، اور عالمگیر رہنما نہیں ہو سکتا، اسی لئے اعلان فرمایا اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ "اگر تم کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے، تو آؤ میری پیروی کرو۔" اگر تم بادشاہ ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم رعایا ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم سپہ سالار ہو اور سپاہی ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم اُستاد اور معلم ہو تو میری پیروی کرو، اگر دولتمند ہو تو میری پیروی کرو، اگر غریب ہو تو میری پیروی کرو، اگر بیکس اور مظلوم ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم خدا کے عابد ہو تو میری پیروی کرو، اگر قوم کے خادم ہو تو میری پیروی کرو، غرض جس نیک راہ پر بھی ہو اور اس کیلئے بلند سے بلند اور عمدہ سے عمدہ نمونہ چاہتے ہو تو میری پیروی کرو،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَسَلِّمْ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

۶

عملی پہلو یا عملیت

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

صاحبو! محمد رسول اللہ کی پیروی کس چیز مین اور کیونکر کرنی چاہیئے، اس کے لئے آج ہم کو سیرۃ نبوی علیٰ صاحبہا السلام کا عملی پہلو دکھانا ہے، یہ انبیائے کرام اور بانیانِ مذاہب کی موجودہ سیرتون کا وہ باب ہے جو تمامتر خالی اور سادہ ہے لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت کا یہی باب سب سے بڑا اور ضخیم ہے، اور تنہا یہی ایک معیار اس فیصلہ کے لئے کافی ہے کہ نبیون کا سردار اور رسولون کا خاتم کون ہوسکتا ہے، مفید نصیحتون میٹھی میٹھی باتون اور اچھی اچھی تعلیمون کی دنیا مین کمی نہین، کمی جس چیز کی ہے وہ کام اور عمل ہے، موجودہ مذاہب کے شارعون اور بانیون کی سیرتون کے تمام صفحے پڑھ جاؤ، دلچسپ تصویریان ملین گی، دلآویز حکایتین ملین گی، خطیبانہ بلند آہنگیان ملین گی، تقریر کا زور و شور اور فصاحت و بلاغت کا جوش نظر آئیگا، مؤثر تمثیلین تھوڑی دیر کے لئے خوش کردین گی، مگر جو چیز نہین ملے گی وہ عمل، کام اور اپنے احکام و نصائح کو آپ برت کر اور کر کے دکھانا ہے،

انسان کی عملی سیرت کا نام خُلق (اخلاق) ہے، قرآن کے سوا اور کس مذہب

کے صحیفہ نے اپنے شارع کی نسبت اس بات کی کھلی شہادت دی ہے، کہ وہ اپنے
عمل کے لحاظ سے بھی بدرجہا بلند انسان تھا، لیکن قرآن نے صاف کہا اور دوست و
دشمن کے مجمع مین علی الاعلان کہا،

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ، وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ، (قلم ۱) (اے محمدؐ) بیشک تیری مزدوری نہ ختم ہونے والی ہی اور بیشک تو بڑے (درجہ کے) اخلاق پر ہے،

یہ دونون فقرے گو نحو مین معطوف و معطوف علیہ ہین لیکن درحقیقت اپنے اشارۃ النص
اور ترکیب کلام کے لحاظ سے علت و معلول ہین یعنی دعویٰ اور دلیل ہین، پہلے ٹکڑہ
مین آپکے اجر کے نہ ختم ہونے کا دعویٰ ہے، اور دوسرے ٹکڑے مین آپکے عمل اور
اخلاق کو دلیل مین پیش کیا گیا ہے، یعنی آپکے اعمال اور آپکے اخلاق خود اسکی دلیل ہین،
کہ آپ کے اجر کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا، مکہ کا اُمّی معلّم صلعم پکار کر کہتا تھا،

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، (صف ۱) کیون تم کہتے ہو جو کرتے نہین،

اور اس اعلان کا اُس کو حق تھا، کیونکہ وہ جو کچھ کرتا تھا، اس کو کر کے دکھا دیتا تھا
کوہ زیتون کے واعظ (حضرت عیسیٰ مسیحؑ) اور کوہ صفا کے مبلغ (محمد رسول اللہؐ)
ان دونون کی سیرتون کو اس عملی حیثیت سے پڑھو اور مطالعہ کرو، تو معلوم ہوگا کہ
ایک کی سیرت اس سے یکسر خالی ہے، تو دوسری کی سرتاپا معمور، قوت پاکر عفو
اور حلم پیش کرنا بلند اخلاقی ہے، لیکن کسی معذور، مجبور یا کمزور کی خاموشی کی تعبیر
عفو وحلم سے نہین کیجا سکتی، ایک شخص نے کسی کو مارا نہین، کسی کو قتل نہین کیا، کسی کے
ساتھ برائی نہین کی، کسی کا مال نہین لوٹا، کوئی گھر نہین بنایا، کچھ جمع نہین کیا، لیکن
یہ سب کی سب منفی اور سلبی خوبیان ہین، یہ بتاؤ کہ مارا تو نہین لیکن کسی غریب و کمزور

کی مدد بھی کی، کسی کو قتل نہین کیا، لیکن کسی کو قتل ہونے سے بچایا بھی؟ کسی کے ساتھ برائی نہین کی لیکن کسی کے ساتھ اچھائی بھی کی؟ کسی کا مال نہین چھینا، لیکن کسی غریب ومسکین کو کچھ دیا بھی؟ اپنے لئے کوئی گھر نہین بنایا، لیکن کسی گھر اور بے خانمان کو پناہ بھی دی؟ اپنے لئے کچھ جمع نہین کیا، لیکن دوسرون کو کچھ دیا اور دلایا بھی؟ دنیا کو یہ ثبوتی اور ایجابی خوبیان درکار ہین، اور انہی کا نام عمل ہے، قرآن پاک گواہی دیتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ،

پس خدا کی عنایت سے تم ان کے لئے نرم ہو، (اے محمدؐ!) اور اگر تم (کہین) کج خلق، اور سخت دل ہوتے تو البتہ یہ لوگ (جو تمھارے آس پاس جمع ہوئے ہین) تمھارے اردگرد سے چھٹ جاتے۔

(آل عمران - ۱۷)

یہ آنحضرت صلعم کی نرم دلی کا متواتر بیان ہے، جو دعویٰ، اور دلیل کے ساتھ خود صحیفۂ الٰہی مین موجود ہے، کہ اگر آپ نرم دل اور رحیم نہ ہوتے تو یہ وحشی، نڈر، بے خوف اور درشت مزاج عرب کبھی آپ کے گرد جمع نہ ہوتے، دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ،

تمھارے پاس خود تم مین سے ایک پیغمبر آیا جس کو تمھاری تکلیف بہت شاق گذرتی ہے، تمھاری بھلائی کا وہ بھوکا ہے، ایمان والون پر نہایت شفیق اور مہربان ہے،

(توبہ - ۱۶)

اس آیت پاک مین اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کے ان ترحمانہ جذبات کا ذکر فرمایا ہے، جو تمام بنی نوع اور تمام بنی آدم کے ساتھ تھے، چنانچہ فرمایا کہ اے لوگو! تمھارا تکلیف ومصیبت اٹھانا، حق کے قبول سے انکار کرنا، اور اپنی جہالت

وگنہگاری پر اس طرح ڈوٹے رہنا رسول پر شاق ہے، اور تمہاری بھلائی اور خیر طلبی کا وہ بھوکا ہے، بنی نوعِ انسان کے ساتھ یہی خیر خواہی تمہاری دعوت و تبلیغ اور نصیحت پر اس کو آمادہ کرتی ہے، اور جو لوگ اس کی دعوت اور پکار کو سن لیتے ہین، وہ ان کیساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے، غرض اس آیت پاک مین اس بات کی شہادت ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم تمام بنی نوعِ انسان کے خیر خواہ اور خیر طلب تھے، اور مسلمانون پر خصوصیت کے ساتھ مہربان اور شفیق تھے،

یہ آپ کے عملی اخلاق کے متعلق آسمانی شہادتین ہین،

قرآنِ پاک، اسلام کے احکام اور آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے جو تعلیمات انسانون کو پہنچائی گئین، ان کا مجموعہ ہے، بحیثیت ایک عملی پیغمبر کے آنحضرت صلعم کی سیرتِ مبارک درحقیقت قرآنِ پاک کی عملی تفسیر ہے، جو حکم آپ پر اتارا گیا، آپنے خود اس کو کرکے بتایا، ایمان، توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، جہاد، ایثار، قربانی، عزم، استقلال صبر، شکر، اُن کے علاوہ اور حسنِ عمل و حسنِ خلق کی باتین جس قدر آپنے فرمائین، ان کے لئے سب سے پہلے آپ نے اپنا ہی نمونہ پیش فرمایا، جو کچھ قرآن مین تھا، وہ سب مجسّم ہو کر آپ کی زندگی مین نظر آیا، چند صحابی حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور عرض کی کہ یا ام المومنین حضور کے اخلاق اور معمولات بیان فرمائیے، ام المومنینؓ جواب مین کہتی ہین کیا تم نے قرآن نہین پڑھا ہے؟ کَانَ خلق رسول اللہ صلعم القرآن آپکا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا، (ابوداؤد) قرآن الفاظ و عبارت ہے اور محمد رسول اللہ کی سیرت اس کی عملی تفسیر،

انسان کے اخلاق، عادات، اور اعمال کا بیوی سے بڑھ کر کوئی واقفکار نہین

ہو سکتا، آنحضرت صلعم نے جب نبوّت کا دعویٰ کیا تو اس وقت حضرت خدیجہؓ کے نکاح کو ۱۵ برس ہو چکے تھے، اور یہ مدّت اتنی بڑی ہے جس مین ایک انسان دوسرے کے عادات و خصائل اور طور طریقہ سے اچھی طرح واقف ہو سکتا ہے، اس واقفیت کا اثر حضرت خدیجہؓ پر یہ پڑتا ہے کہ ادھر آپ کی زبان سے اپنی نبوّت کی خبر نکلتی ہے، اور ادھر حضرت خدیجہؓ کا دل اس کی تصدیق کو آمادہ ہو جاتا ہے، آنحضرت صلعم جب نبوت کے بارِ گران سے گھبراتے ہین تو حضرت خدیجہؓ تسکین دیتی ہین، کہ "یا رسولؐ اللہ! خدا آپ کو ہرگز تنہا نہین چھوڑیگا، کیونکہ آپ قرابت والون کا حق پورا کرتے ہین، مقروضون کا قرض ادا کرتے ہین، غریبون کی مدد کرتے ہین، مہمانون کی خاطر تواضع کرتے ہین، حق کی طرفداری کرتے ہین مصیبتون مین آپ لوگون کے کام آتے ہین" (بخاری) غور کیجئے، یہ آپ کی وہ عملی مثالین ہین جو نبوّت سے پہلے آپ مین موجود تھین،

آنحضرت صلعم کی تمام بیویون مین حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہؓ تھین، حضرت عائشہؓ نو برس متصل آپ کی صحبت مین رہین، وہ گواہی دیتی ہین کہ "حضور کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، آپ برائی کے بدلہ مین برائی نہین کرتے تھے، بلکہ معاف کر دیتے تھے، آپ گناہ کی بات سے کوسون دور رہتے تھے، آپ نے کبھی کسی سے اپنا بدلہ نہین لیا، آپ نے کبھی کسی غلام، لونڈی، عورت یا خادم یہان تک کہ کسی جانور تک کو کبھی نہین مارا، آپ نے کبھی کسی کی جائز درخواست اور فرمائش کو رد نہین فرمایا"

رشتہ دارون مین حضرت علیؓ سے بڑھ کر کوئی آپ کے دن رات کے حالات اور اخلاق سے واقف نہ تھا، وہ بچپن سے جوانی تک آنحضرت صلعم کی خدمت مین رہے تھے، وہ گواہی دیتے ہین، کہ "آپ ہنس مکھ، طبیعت کے نرم، اور اخلاق کے نیک تھے،

طبیعت مین مہربانی تھی، سخت مزاج نہ تھے، کوئی براکلمہ کبھی منھ سے نہین نکالتے تھے، لوگون کے عیب اور کمزوریون کو نہین ڈھونڈھا کرتے تھے، کسی کی کوئی فرمایش اگر مزاج کے خلاف ہوتی تو خاموش رہجاتے، نہ اس کو صاف جواب دے کر مایوس کر دیتے تھے، اور نہ اپنی منظوری ظاہر فرماتے تھے، واقفکار اس اندازِ خاص سے سمجھ جاتے کہ آپ کا منشا کیا ہے، یہ اس لئے تھا کہ آپ کسی کا دل توڑنا نہین چاہتے تھے، دلشکنی نہین کرتے تھے بلکہ دلون پر مرہم رکھتے تھے، کہ آپ رؤف ورحیم تھے۔"

حضرت علیؓ کہتے ہین، کہ آپ نہایت فیاض، بڑے سخی، راست گو، نہایت نرم طبع تھے، لوگ آپ کی صحبت مین بیٹھتے تو خوش ہوجاتے، آپ کو پہلی دفعہ جو دیکھتا وہ مرعوب ہوجاتا، لیکن جیسے جیسے وہ آپ سے ملتا جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا۔" (شمائل ترمذی)

آپ کی سیرت پڑھ کر بعینہ یہی خیال انگلینڈ کے سب سے مشہور مورخ گبن نے ظاہر کئے ہین

آنحضرت صلعم کے سوتیلے فرزند یعنی حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے صاجزادہ حضرت ہندؓ جو گویا آپ کے پروردہ تھے، گواہی دیتے ہین کہ " آپ کی طبیعت مین نرمی تھی، سخت مزاج نہ تھے، کسی کا دل نہین دکھاتے تھے، کسی کی عزت کے خلاف کوئی بات نہین کہتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتون پر لوگون کا شکریہ ادا کرتے تھے، کسی چیز کو برا نہین کہتے تھے، کھانا جیسا سامنے آتا کھالیتے، اس کو برا نہ کہتے، آپ کو اپنے ذاتی معاملہ مین کبھی غصہ نہین آتا تھا، نہ کسی سے بدلہ اور انتقام لیتے تھے اور نہ کسی کی دلشکنی گوارا کرتے تھے، لیکن اگر کوئی حق بات کی مخالفت کرتا، تو حق کی طرفداری مین آپ کو غصہ آجاتا تھا اور اس حق کی آپ پوری حمایت فرماتے تھے۔" (شمائل)

یہ آپ کے حق مین ان لوگون کی شہادتین ہین جو آپ سے بہت نزدیک اور

آپ بہت زیادہ واقف تھے، اس سے یہ معلوم ہوگا، کہ آپ کی سیرۃ مبارکہ کی عملی حیثیت کیسی بلند تھی،

آپ کی سیرت کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے بحیثیت ایک پیغمبر کے اپنے پیروون کو جو نصیحت فرمائی اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھا دیا،

آپ نے لوگون کو خدا کی یاد اور محبت کی نصیحت کی، صحابہؓ کی زندگی مین اس تلقین کا جو اثر نمایان ہوا وہ تو الگ چیز ہے، خود آپ کی زندگی کہان تک اس کے مطابق تھی، اس پر غور کرو، شب و روز مین کم کوئی ایسا لمحہ تھا جب آپ کا دل خدا کی یاد سے اور آپ کی زبان خدا کے ذکر سے غافل ہو، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، پہنتے اوڑھتے، ہر حالت مین اور ہر وقت خدا کا ذکر اور اس کی حمد زبانِ مبارک پر جاری رہتی تھی، آج حدیث کی کتابون کا ایک کثیر حصہ انہی مبارک کلمات اور دعاؤن کے بیان مین ہے، جو مختلف حالات اور مختلف وقتون کی مناسبت سے آپ کی زبانِ فیض اثر سے ادا ہوئین حصن حصین دو سو صفحون کی کتاب صرف ان کلمات اور دعاؤن کا مجموعہ ہے، جن کے فقرہ فقرہ سے خدا کی محبت، عظمت، جلالت، اور خشیت نمایان ہے، اور جن سے ہر وقت زبانِ اقدس تر رہتی تھی، قرآن نے اچھے بندون کی یہ تعریف کی ہے،

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ،	جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوون پر لیٹے ہر وقت خدا کو یاد کیا کرتے ہین،

یہی آپ کی زندگی کا نقشہ تھا، چنانچہ حضرت عائشہؓ کہتی ہین، آپ ہر وقت اور ہر لمحہ خدا کی یاد مین مصروف رہتے تھے،

آپ نے لوگون کو نماز کا حکم دیا، مگر خود آپ کا حال کیا تھا، عام پیروؤن کو تو پانچ وقتون کی نماز کا حکم تھا، مگر خود آپ آٹھ وقت نماز پڑھتے تھے، طلوعِ آفتاب کے بعد اشراق، کچھ اور دن چڑھنے پر چاشت پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشا، پھر تہجد، پھر صبح، عام مسلمانون پر تو صبح کو دو رکعتین، مغرب کو تین، اور بقیہ اوقات مین چار چار رکعتین فرض ہین گویا کل شب و روز مین سترہ رکعتین ہین، مگر آنحضرت صلعم ہر روز کم و بیش پچاس ساٹھ رکعتین ادا فرمایا کرتے تھے، پنجوقتہ نماز کی فرضیت کے بعد تہجد کی نماز عام مسلمانون سے معاف ہو گئی تھی، مگر آنحضرت صلعم اس کو بھی تمام عمر ہر شب ادا فرماتے رہے، اور پھر کیسی نماز کہ رات رات بھر کھڑے کے کھڑے رہجاتے، کھڑے کھڑے پائے مبارک مین ورم آجاتا، حضرت عائشہؓ عرض کرتین، اللہ نے تو آپ کو ہر طرح معاف کر دیا ہے پھر اس قدر کیون تکلیف اٹھاتے ہین، فرماتے "اے عائشہؓ! کیا مین خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنون" یعنی یہ نماز خشیتہ الہٰی سے نہین ہے، بلکہ محبت الہٰی اس کا منشا ہے، رکوع مین اتنی دیر جھکے رہتے کہ دیکھنے والے کہتے کہ شاید آپ سجدہ کرنا بھول گئے،

نبوت کے آغاز ہی سے آپ نماز پڑھتے تھے، کفار آپ کے سخت دشمن تھے مگر با این ہمہ عین حرم مین جا کر سب کے سامنے نماز پڑھتے تھے، کئی دفعہ نماز کی حالت مین دشمنون نے آپ پر حملہ کیا، مگر اس پر بھی خدا کی یاد سے باز نہ آئے، سب سے سخت موقع نماز کا وہ ہوتا تھا جب کفار کی فوجین مقابل ہوتین، تیر و خنجر چلتے ہوتے، لیکن ادھر نماز کا وقت آیا، اور ادہر صفین درست ہو گئین، بدر کے معرکہ مین تمام مسلمان دشمنون کے مقابل کھڑے تھے، مگر خود ذاتِ اقدس خدا کے آگے سجدہ مین جھکی ہوئی تھی، تمام عمر مین کوئی نماز عموماً اپنے وقت سے نہین ہٹی، اور نہ دو وقتون کے علاوہ کبھی کسی وقت

کی نماز قضا ہوئی، ایک تو غزوۂ خندق مین کافرون نے عصر کی نماز کا موقع نہین دیا، اور ایک دفعہ اور کسی غزوہ کے سفر مین رات بھر چل کر صبح کو تمام لوگ سو گئے، تو آپنے بعد کو نماز قضا ادا کی، اس سے زیادہ یہ کہ مرض الموت مین شدت کا بخار تھا، بہت تکلیف تھی، مگر نماز حتّٰی کہ جماعت بھی ترک نہ ہوئی، قوت جواب دے چکی تھی، مگر دو صحابیون کے کندھون پر سہارا دے کر مسجد تشریف لائے، وفات سے تین دن پہلے جب آپنے اٹھنے کا قصد کیا تو غشی طاری ہوئی، اور یہی حالت تین دفعہ پیش آئی، اس وقت نماز باجماعت ترک ہوئی،

یہ تھا خدا کی عبادت گذاری اور یاد کا عملی نمونہ،

آپ نے روزہ کا حکم دیا، عام مسلمانون پر سال مین تیس دن کے روزے فرض ہین، مگر خود آپ کی کیفیت کیا تھی، کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزون سے خالی نہین جاتا تھا، حضرت عائشہؓ کہتی ہین جب آپ روزے رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا، کہ اب کبھی افطار نہ کرین گے، آپ نے مسلمانون کو دن بھر سے زیادہ روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی، مگر خود آپ کا یہ حال تھا، کہ کبھی کبھی دو دو تین تین دن بیچ مین کچھ کھائے پیے بغیر متصل روزہ رکھتے تھے، اور اس عرصہ مین ایک دانہ بھی منھ مین نہین جاتا تھا، صحابہؓ اس کی تقلید کرنا چاہتے، تو فرماتے "تم مین سے کون میرے مانند ہے، مجھکو تو میرا آقا کھلاتا پلاتا ہے"، سال مین دو مہینے شعبان اور رمضان پورے کے پورے روزے مین گذرتے تھے، ہر مہینہ کے ایام بیض (۱۳-۱۴-۱۵) مین اکثر روزے رکھتے، محرم کے دس دن اور شوال کے ۶ دن روزون مین گذرتے، ہفتہ مین دوشنبہ اور جمعرات کا دن روزون مین بسر ہوتا،

یہ تھا روزوں کے متعلق آپ کا عملی نقشۂ زندگی،

آپ نے لوگوں کو زکوٰۃ و خیرات کا حکم دیا، تو پہلے خود اس پر عمل کرکے دکھایا حضرت خدیجہؓ کی شہادت تم سُن چکے ہو کہ انھوں نے کہا "یا رسول اللہؐ! آپ قرضداروں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں" گو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم سب کچھ چھوڑ کر میرے پیچھے آؤ، نہ گھر بار لٹا دینے کا حکم فرمایا، نہ آسمان کی بادشاہت کا دروازہ دولتمندوں پر بند کیا، بلکہ صرف یہ حکم دیا کہ اپنی کمائی میں سے کچھ دوسروں کو دے کر خدا کا حق بھی ادا کرو، وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ، مگر خود آپ کا عمل یہ رہا کہ جو کچھ آیا خدا کی راہ میں خرچ ہوگیا، غزوات اور فتوحات کی وجہ سے مال و اسباب کی کمی نہ تھی، مگر وہ سب غیروں کے لئے تھا، اپنے لئے کچھ نہ تھا، وہی فقر و فاقہ تھا، فتح خیبر کے بعد یعنی ۷ھ سے یہ معمول تھا کہ سال بھر کے خرچ کے لئے تمام ازواج مطہراتؓ کو غلہ تقسیم کر دیا جاتا تھا، مگر سال تمام بھی نہیں ہونے پاتا تھا کہ غلہ تمام ہو جاتا تھا، اور فاقہ پر فاقہ شروع ہو جاتا تھا، کیونکہ غلہ کا بڑا حصہ اہل حاجت کے نذر کر دیا جاتا تھا، حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان المبارک میں فرماتے تھے تمام عمر کسی سوال کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا کبھی کوئی چیز تنہا نہیں کھاتے تھے، کتنی ہی تھوڑی چیز ہوتی، مگر آپ سب حاضرین کو اس میں شریک کر لیتے تھے، لوگوں کو عام حکم تھا کہ "جو مسلمان قرض چھوڑ کر مر جائے اس کی اطلاع مجھے دو کہ میں اس کا قرض ادا کرونگا اور اس نے ترکہ چھوڑا ہو تو اس کے حقدار اس کے وارث ہونگے" ایک دفعہ ایک بدو نے آکر کہا "اے محمدؐ! یہ مال نہ تیرا ہے، اور نہ تیرے باپ کا ہے، میرے اونٹ

کو لاد دے۔" آپنے اس کے اونٹ کو جَو اور کھجوروں سے لدوا دیا، اور اس کے کہنے کا برا نہ مانا، خود فرمایا کرتے اِنَّمَا انا قاسم وخازن واللہ یعطی" مین تو بانٹنے والے اور خزانچی کی حیثیت رکھتا ہون، اصل دینے والا تو خدا ہے۔" حضرت ابوذرؓ کہتے ہین کہ ایک دفعہ رات کو مین آپ کے ساتھ ایک راستہ سے گذر رہا تھا، راہ مین آپ نے فرمایا "ابو ذر! اگر اُحد کا یہ پہاڑ میرے لئے سونا ہو جائے تو مین کبھی پسند نہ کرونگا، کہ تین راتین گذر جائین اور اس مین سے ایک دینار بھی میرے پاس رہجائے البتہ یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کے لئے کچھ رکھ چھوڑون۔"

دوستو! یہ محمد رسول اللہؐ کے صرف خوشنما الفاظ نہ تھے، بلکہ یہ آپ کے عزمِ صادق کا اظہار تھا، اور اسی پر آپ کا عمل تھا، بحرین سے ایک دفعہ خراج کا لدا ہوا خزانہ آیا، فرمایا کہ صحن مسجد مین ڈال دیا جائے، صبح کی نماز کے لئے آپ تشریف لائے تو دیکھنے والے کہتے ہین کہ آپ نے خزانہ کے انبار کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، نماز کے بعد ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم کرنا شروع کر دیا، جب سب ختم ہو گیا تو دامن جھاڑ کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ یہ گویا کوئی غبار تھا جو دامنِ مبارک پر پڑ گیا تھا، ایک دفعہ فدک سے چار اونٹون پر غلہ لد کر آیا، کچھ قرض تھا وہ ادا کیا گیا، کچھ لوگون کو دیا گیا، حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ بچ تو نہین رہا، عرض کی اب کوئی لینے والا نہین، اس لیے کچھ بچ رہا ہے، فرمایا جب تک دنیا کا یہ مال باقی ہے مین گھر نہین جا سکتا، چنانچہ رات مسجد مین بسر کی، صبح کو حضرت بلالؓ نے آکر بشارت دی کہ یا رسول اللہؐ خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا، یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم ہو گیا" آپنے خدا کا شکر کیا، ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد خلافِ معمول فوراً اندر تشریف لے گئے، اور پھر باہر آگئے، لوگون

کو تعجب ہوا، فرمایا مجھکو نماز مین یاد آیا کہ سونے کا چھوٹا سا ٹکڑا گھر مین پڑا رہ گیا ہے، خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ رات آجائے اور وہ محمد کے گھر مین پڑا رہجائے"۔ ام سلمہؓ بیان کرتی ہین کہ "ایک دفعہ آپ ملول اور رنجیدہ اندر تشریف لائے مین نے سبب دریافت کیا، فرمایا ام سلمہؓ! کل جو سات دینار آئے تھے، شام ہوگئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے"۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپ مرض الموت مین ہین، بیماری کی سخت تکلیف ہے، نہایت ہی بے چینی ہے، لیکن اسی وقت یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیان گھر مین پڑی ہین، حکم ہوتا ہے کہ" انھین خیرات کردو، کیا محمدؐ اپنے ربسے اس طرح ملیگا، کہ اس کے پیچھے اس کے گھر مین اشرفیان پڑی ہون"،

یہ تھی اس باب مین آپ کی زندگی کی عملی مثال،

آپ نے زہد و قناعت کی تعلیم دی، لیکن اس راہ مین آپ کا طرز عمل کیا تھا؟ سُن چکے ہو کہ عرب کے گوشہ گوشہ سے جزیہ، خراج، عشر اور زکوٰۃ و صدقات کے خزانے لدے چلے آتے تھے، مگر امیر عرب کے گھر مین وہی فقر تھا، اور وہی فاقہ تھا، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھین کہ حضور اس دنیا سے تشریف لے گئے، مگر دو وقت بھی سیر ہو کر آپ کو کھانا نصیب نہ ہوا، وہی بیان کرتی ہین کہ جب آپؐ نے وفات پائی تو گھر مین اس دن کے کھانے کیلئے تھوڑے سے جو کے سوا کچھ موجود نہ تھا، اور چند سیر جو کے بدلہ مین آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہان رہن تھی، آپ فرمایا کرتے تھے کہ "فرزند آدم کو ان چند چیزون کے سوا اور کسی چیز کا حق نہین، رہنے کو ایک جھونپڑا، تن ڈھانکنے کو ایک کپڑا، پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی"۔ (ترمذی) یہ محض الفاظ کی خوشنما بندش نہ تھی، بلکہ یہی

آپ کی طرزِ زندگی کا عملی نقشہ تھا، رہنے کا مکان ایک حجرہ تھا، جس مین کچی دیوار اور کھجور کے پتون اور اونٹ کے بالون کی چھت تھی، حضرت عائشہؓ کہتی ہین آپ کا کپڑا کبھی تہ کر کے نہین رکھا جاتا تھا، یعنی جو بدنِ مبارک پہ کپڑا ہوتا تھا، اسکے سوا کوئی اور کپڑا ہی نہین ہوتا تھا جو تہ کیا جاتا، ایکدفعہ ایک سائل خدمتِ اقدس مین آیا اور بیان کیا کہ سخت بھوکا ہون، آپ نے ازواج مطہراتؓ کے پاس کہلا بھیجا، کہ کچھ کھانے کو ہو تو بھیجدین، ہر جگہ سے یہی جواب آیا کہ "گھر مین پانی کے سوا کچھ نہین ہے" ابو طلحہؓ کہتے ہین کہ ایک دن رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ مسجد مین زمین پر لیٹے ہین، اور بھوک کی تکلیف سے کروٹین بدل رہے ہین، ایک دفعہ صحابہؓ نے آپ کی خدمت مین فاقہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھائے کہ ان پر ایک پتھر بندھا ہے، آپنے شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے تھے، یعنی دو دن سے فاقہ تھا، اکثر بھوک کی وجہ سے آواز مین کمزوری اور نقاہت آجاتی تھی، ایک دن دولت خانہ سے نکلے تو بھوکے تھے، حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے، وہ نخلستان سے کھجور توڑ لائے، اور کھانے کا سامان کیا، کھانا جب سامنے آیا تو آپ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہؓ کو بھجوا دو، کئی دن سے اس کو کھانا نصیب نہین ہوا ہے،

آپ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنین علیہما السّلام سے بڑی محبت تھی، مگر یہ محبت امیرِ عرب نے بیش قیمت کپڑون اور سونے چاندی کے زیورون کے ذریعہ سے ظاہر نہین فرمائی، ایک دفعہ حضرت علیؓ کا دیا ہوا ایک سونے کا ہار حضرت فاطمہؓ کے گلے مین دیکھا تو فرمایا، اے فاطمہ! تم کیا لوگون سے یہ کہلوانا چاہتی

ہو کہ محمدؐ کی بیٹی گلے مین آگ کا طوق ڈالے ہے، حضرت فاطمہؓ نے اسی وقت وہ طوق اتار کر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کیا، اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے سونے کے کنگن پہنے تو اتروا دیئے، کہ محمدؐ کی بیوی کو یہ زیبا نہین، فرمایا کرتے تھے کہ "انسان کے لئے دنیا مین اتنا ہی کافی ہے، جس قدر ایک مسافر کو زادِ راہ"! یہ قول تھا، اور عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ کچھ جان نثار ملنے آئے تو دیکھا کہ پہلو مین چٹائی کے نشان پڑ گئے ہین، عرض کی یا رسول اللہؐ! ہم لوگ ایک نرم گدا بنا کر حاضر کرنا چاہتے ہین، فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا غرض؟ مجھ کو دنیا سے اسی قدر تعلق ہے، جس قدر اس سوار کو جو راستہ چلتے تھوڑی دیر کے لئے کہین سایہ مین آرام کرتا ہی، اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے، ۹ھ مین جب اسلام کی حکومت یمن سے شام تک پھیلی ہوئی تھی، آپ کے توشہ خانہ کی مالیت یہ تھی، جسم مبارک پر ایک تہبند، ایک کھری چارپائی، سرھانے ایک تکیہ جس مین خرمے کی چھال بھری تھی، ایک طرف تھوڑے سے جو، ایک کونے مین ایک جانور کی کھال، کھونٹی مین پانی کے مشکیزے، یہ تھا زہد و قناعت کی تعلیم کے ساتھ اس پر آپ کا عمل،

دوستو! ایثار کا وعظ کہنے والون کو تم نے بہت دیکھا ہوگا، مگر کیا کسی ایثار کے وعظ کہنے والے کے صحیفۂ سیرت مین اس کی مثال بھی دیکھی ہے، اس کی مثال مدینہ کی گلیون مین ملے گی، آپ نے لوگون کو ایثار کی تعلیم دی تو ساتھ ہی ان کے سامنے اپنا نمونہ بھی پیش کیا، حضرت فاطمہؓ سے آپ کو جو محبت تھی وہ ظاہر ہے، مگر انھی حضرت فاطمہؓ کی عسرت اور تنگدستی کا یہ عالم تھا، کہ چکی پیستے پیستے ہتھیلیان گھس گئی تھین، اور مشک مین پانی بھر بھر کر لانے سے سینہ پر نیل کے داغ پڑ گئے تھے، ایک دن

انھون نے حاضر ہو کر، پدر بزرگوار سے ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی، ارشاد ہوا "اے فاطمہؓ! اب تک صفہ کے غریبون کا انتظام نہین ہوا ہے، تو تمھاری درخواست کیونکر قبول ہو، دوسری روایت مین ہے کہ فرمایا۔" فاطمہ بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے"، ایک دفعہ آپکے پاس چادر نہ تھی، ایک صحابیہؓ نے لاکر پیش کی، اسی وقت ایک صاحب نے کہا کیسی اچھی چادر ہے، آپ نے فوراً اتار کر ان کے نذر کر دی، ایک صحابیؓ کے گھر کوئی تقریب تھی، مگر کوئی سامان نہ تھا، ان سے کہا عائشہؓ کے پاس جاکر آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ، وہ گئے اور جاکر لے آئے، حالانکہ آپ کے گھر مین اس آٹے کے سوا، رات کے کھانے کو کچھ نہ تھا، ایک دن صفہ کے غریبون کو لے کر حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ کھانے کو ہو لاؤ، جو کی کا پکا ہوا کھانا حاضر کیا گیا وہ کافی نہ ہوا، کوئی اور چیز طلب کی، تو چھوہارے کا حریرہ پیش ہوا، پھر پیالہ مین دودھ آیا مگر یہی سامانِ مہمانی کی آخری قسط گھر مین تھی؛

یہ تھا ایثار اور اس پر عمل،

خدا پر اعتماد، توکل اور بھروسہ کی شان دیکھنا ہو تو محمد رسول اللہ مین دیکھو، حکم تھا کہ وَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ، جس طرح اولوالعزم پیغمبرون نے صبر و استقلال دکھایا تو بھی دکھا، آپ نے وہی کر کے دکھا دیا، آپ ایک ایسی جاہل، اور ان پڑھ قوم مین پیدا ہوئے تھے جو اپنے معتقدات کے خلاف ایک لفظ بھی نہین سن سکتی تھی، اور اس کے لئے مرنے مارنے پر تیار ہو جاتی تھی، مگر آپنے اس کی کبھی پروا نہ کی، عین حرم مین جاکر توحید کی آواز بلند کرتے تھے، اور وہان سب کے سامنے نماز ادا کرتے تھے، حرم محترم کا صحن قریش کے رئیسون کی نشست گاہ تھا، آپ ان کے

سامنے کھڑے ہو کر رکوع وسجود کرتے تھے، جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
(اے محمدؐ جو تم کو حکم دیا جاتا ہے اس کو علی الاعلان سنا دو) نازل ہوئی، تو آپ نے
کوہ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قریش کو پکارا، اور خدائے برحق کا حکم پہنچایا،
قریش نے آپکے ساتھ کیا کیا نہ کیا، کس کس طرح اذیتیں نہیں پہنچائیں، جسم مبارک
پر صحن حرم کے اندر نجاست ڈالی، گلے میں چادر ڈال کر پھانسی دینے کی کوشش کی،
راستہ میں کانٹے بچھائے، مگر آپ کے قدم کو راہ حق سے لغزش نہ ہونی تھی نہ ہوئی
ابو طالب نے جب حمایت سے ہاتھ اٹھا لینے کا اشارہ کیا تو آپ نے کس جوش اور ولولہ
سے فرمایا کہ چچا جان! اگر قریش میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب
بھی رکھدیں تب بھی میں اس فرض سے باز نہ آؤنگا" آخر آپ کو بنی ہاشم کے پہاڑی
درہ میں تین سال تک گویا قید رکھا گیا، آپ کا اور آپ کے خاندان کا مقاطعہ کیا گیا
اندر غلہ جانے کی روک تھام کی گئی، بچے بھوک سے بلبلاتے تھے، جوان درخت کے
پتے کھا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے، آخر آپ کے قتل کی سازش ہوئی، یہ سب کچھ ہوا
مگر صبر و استقلال کا سر رشتہ آپکے ہاتھ سے نہ چھوٹا، ہجرت کے وقت غار ثور میں
پناہ لیتے ہیں، کفار آپ کا پیچھا کرتے ہوئے غار کے منہ تک پہنچ جاتے ہیں، بے یار و
مددگار نہتے محمد صلعم اور مسلح قریش کے درمیان چند گز کا فاصلہ رہجاتا ہے، ابو بکرؓ گھبرا اٹھتے
ہیں، کہ یا رسول اللہ ہم دو ہی ہیں، لیکن ایک تسکین سے بھری ہوئی آواز آتی ہے" ابو بکر
ہم دو نہیں تین ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، گھبراؤ نہیں، ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے"
اسی ہجرت کے زمانہ میں اثنائے راہ میں آنحضرت صلعم کی گرفتاری کے لئے سراقہ بن
جعشم نیزہ ہاتھ میں لئے گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کے پاس پہنچ جاتا ہے، حضرت ابو بکرؓ

کہتے ہین، یا رسول اللہ! ہم پکڑ لئے گئے، مگر وہان محمد رسول اللہ کے لب بدستور قرآن خوانی مین مصروف ہین، اور دل کی سکینت کا وہی عالم ہے،

مدینہ پہنچکر یہود کا، منافقین کا اور قریش کے غارتگرون کا ڈر تھا، لوگ آنحضرت صلعم کے مسکن کا راتون کو پہرا دیتے تھے، کہ ایک دفعہ یہ آیت نازل ہوئی وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ یعنی "خدا تجھکو لوگون سے بچائے گا"، اسی وقت خیمہ سے سر باہر نکال کر پہرے کے سپاہیون سے فرمایا "لوگو واپس جاؤ، مجھے چھوڑ دو کہ میری حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لی ہے"

غزوۂ نجد سے واپسی مین آپ ایک درخت کے نیچے آرام فرماتے ہین، صحابہؓ ادھر ادھر ہٹ گئے ہین، ایک بدو تلوار کھینچکر سامنے آتا ہے، آپ بیدار ہوتے ہین، موقع کی نزاکت کو دیکھو، بدو پوچھتا ہے، بتاؤ اے محمدؐ! اب کون تم کو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے، اطمینان اور تسکین سے بھری ہوئی آواز آتی ہے، کہ اللہ! اس پُراثر جواب سے دشمن متأثر ہو جاتا ہے، اور تلوار نیام مین پہنچ جاتی ہے،

بدر کا معرکہ ہے، تین سو نہتے مسلمان ایک ہزار لوہے مین غرق قریشی لشکر سے نبرد آزما ہین، مگر ان تین سو سپاہیون کا سپہ سالار خود کہان ہے؟ معرکۂ کارزار سے الگ خدا کی بارگاہ مین دست بدعا ہے، کبھی پیشانی زمین پر ہوتی ہے، اور کبھی ہاتھ آسمان کی جانب اٹھتے ہین، کہ "خداوندا! اگر آج یہ چھوٹی سی جماعت صفحۂ عالم سے مٹ گئی تو پھر کوئی تیرا پرستار اس دنیا مین باقی نہ رہیگا"

ایسے موقعے بھی آئے ہین کہ مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے، اور وہ پیچھے ہٹ گئے، مگر خدا کی نصرت اور مدد پر اعتماد کامل اور پورا بھروسہ رکھنے والا پہاڑ کی طرح اپنی

جگہ پر قائم رہا، احد میں اکثر مسلمانوں نے قدم پیچھے ہٹا لئے، مگر محمدؐ رسول اللہ اپنی جگہ پر تھے
پتھر کھائے، تیروں، تلواروں اور نیزوں کے حملے ہو رہے تھے، خود کی کڑیاں سر
مبارک میں دھنس گئی تھیں، دندانِ مبارک شہید ہو چکا تھا، چہرۂ اقدس زخمی ہو رہا تھا
مگر اس وقت بھی اپنا ہاتھ لوہے کی تلوار پر نہیں رکھا، بلکہ خدا ہی کی نصرت پر بھروسہ
اور اعتماد رہا، کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا پورا یقین تھا، حنین کے میدان میں
ایک دفعہ دشمن ہزار تیروں کا جب مینہ برسا، تو تھوڑی دیر کے لئے مسلمان پیچھے ہٹ
گئے، مگر ذاتِ اقدسؐ اپنی جگہ پر تھی، ادھر سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی، اور ادھر
سے انا النبی لا کذب. انا ابن عبد المطلب (میں پیغمبر ہوں، جھوٹ
نہیں ہے، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں) کا نعرہ بلند تھا، سواری سے نیچے اتر آئے اور
فرمایا میں خدا کا بندہ اور پیغمبر ہوں اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے،

عزیزو! تم کو کسی اور ایسے سپہ سالار کا حال بھی معلوم ہے جس کی بہادری اور
استقلال کا یہ عالم ہو کہ فوج کتنی ہی کم ہو، کتنی ہی غیر مسلح ہو، وہ اس کو چھوڑ کر پیچھے بھی
کیوں نہ ہٹ گئی ہو، مگر وہ نہ تو اپنی جان کے بچانے کے لئے بھاگتا ہے، اور نہ
اپنی حفاظت کے لئے تلوار اٹھاتا ہے، بلکہ ہر حال میں زمین کی طاقتوں سے غیر مسلح
ہو کر، آسمان کی طاقتوں سے مسلح ہونے کی درخواست کرتا ہے،

یہ تھی اس راہ میں آپ کی عملی مثال!

تم نے دشمنوں کو پیار کرنے کا وعظ سنا ہوگا، لیکن اس کی عملی مثال نہیں دیکھی
ہوگی، آؤ مدینہ کی سرکار میں میں تم کو دکھاؤں، مکہ کے حالات چھوڑتا ہوں کہ میرے
نزدیک محکومی، بیکسی اور معذوری، عفو و درگذر اور رحم کے ہم معنی نہیں ہے، ہجرت

کے وقت قریش کے رئیس یہ اشتہار دیتے ہین کہ جو محمدؐ کا سر قلم کرلائے گا، اس کو سنو
اونٹ انعام دیئے جائین گے، سراقہ بن جعشم اس انعام کے لالچ مین مسلح ہو کر آپ کے
تعاقب مین گھوڑا ڈالتا ہے، قریب پہنچ جاتا ہے، حضرت ابوبکرؓ گھبرا جاتے ہین، حضور
دعا کرتے ہین، تین دفعہ گھوڑے کے پاؤن دھنس جاتے ہین، سراقہ تیر کے پانسے
نکال کر فال دیکھتا ہے، ہر دفعہ جواب آتا ہے کہ ان کا پیچھا نہ کرو، نفسی یعنی سائیکولاجیکل
حیثیت سے سراقہ مرعوب ہو چکتا ہے، واپسی کا عزم کرلیتا ہے، حضور کو آواز دیتا ہے
اور خطِ امان کی درخواست کرتا ہے، کہ جب حضور کو خدا قریش پر غالب کرے تو مجھ
سے بازپرس نہ ہو، آپ یہ امان نامہ لکھوا کر اس کے حوالہ کرتے ہین، فتح مکہ کے بعد وہ
اسلام لاتا ہے، تاہم آپ اُس سے یہ نہین پوچھتے کہ سراقہ تمھارے اُس دن کے
جرم کی اب کیا سزا ہو،

ابوسفیان کون ہے؟ وہ جو بدر، احد، خندق وغیرہ لڑائیون کا سرغنہ تھا جس نے
کتنے مسلمانون کو تہ تیغ کرایا، جس نے کتنی دفعہ خود حضور سرورِ عالمؐ کے قتل کا فیصلہ کیا،
جو ہر قدم پر اسلام کا سخت ترین دشمن ثابت ہوا، لیکن فتح مکہ سے پہلے جب حضرت
عباسؓ کے ساتھ آپ کے سامنے آتا ہے، تو گو اس کا ہر جرم اس کے قتل کا مشورہ
دیتا ہے، مگر رحمتِ عالم کا عفو عام ابوسفیان سے کہتا ہے کہ ڈر کا مقام نہین، محمد رسول اللہ
انتقام کے جذبہ سے بالاتر ہین، پھر حضور نہ صرف اس کو معاف فرماتے ہین، بلکہ یہ بھی
فرماتے ہین من دخل دار ابی سفیان کان اٰمنا "جو ابوسفیان کے گھر مین پناہ
لے گا اس کو بھی امن ہے"

ہند ابوسفیان کی بیوی، وہ ہند جو احد کے معرکہ مین اپنی سہیلیون کے ساتھ

گا گا کر قریش کے سپاہیوں کا دل بڑھاتی ہے، وہ جو حضور کے سب سے محبوب چچا اور اسلام کے ہیرو حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ بے ادبی کرتی ہے، ان کے سینہ کو چاک کرتی ہے، ان کے کان ناک کاٹ کر ہار بناتی ہے، کلیجہ کو نکال کر چبانا چاہتی ہے، لڑائی کے بعد اس منظر کو دیکھ کر آپ بیتاب ہو جاتے ہیں، وہ فتح مکہ کے دن نقاب پوش سامنے آتی ہے، اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی، لیکن حضورؐ پھر بھی کچھ تعرض نہیں فرماتے ہیں، اور یہ بھی نہیں پوچھتے کہ تم نے یہ کیوں کیا، عفو عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھکر وہ پکار اٹھتی ہے" اے محمدؐ! آج سے پہلے تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے مجھے نفرت نہ تھی، لیکن آج تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے محبوب نہیں ہے"

وحشی حضرت حمزہؓ کا قاتل، فتح طائف کے بعد بھاگ کر کہیں چلا جاتا ہے، اور جب وہ مقام بھی فتح ہو جاتا ہے تو کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ملتی، لوگ کہتے ہیں وحشی تم نے ابھی محمدؐ کو پہچانا نہیں، تمہارے لئے خود محمدؐ کے آستانہ سے بڑھکر کوئی دوسری جائے امن نہیں ہے، وحشی حاضر ہو جاتا ہے، حضور دیکھتے ہیں، آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں، پیارے چچا کی شہادت کا منظر سامنے آجاتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، قاتل سامنے موجود ہے، مگر صرف یہ ارشاد ہوتا ہے، وحشی جاؤ میرے سامنے نہ آیا کرو، کہ شہید چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے،

عکرمہؓ، اسلام، مسلمانوں اور خود محمد رسول اللہ صلعم کے سب سے بڑے دشمن یعنی ابو جہل کے بیٹے تھے، جس نے آپ کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، وہ خود بھی اسلام کے خلاف لڑائیاں لڑ چکے تھے، مکہ جب فتح ہوا تو ان کو اپنے اور اپنے خاندان کے تمام جرم یاد تھے، وہ بھاگ کر یمن چلے گئے، ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں،

اور محمد رسول اللہ کو پہچان چکی تھین، وہ خود مین گئین، عکرمہؓ کو تسکین دی، اوران کو
لے کر مدینہ آئین، حضور کو ان کی آمد کی خبر ہوتی ہے، توان کے خیر مقدم کے لئے اس
تیزی سے اٹھتے ہین کہ جسم مبارک پر چادر تک نہین رہتی، پھر جوش مسرت مین
فرماتے ہین مرحبا بالراکب المھاجر اے مہاجر سوار تمھارا آنا مبارک ، غور
کرو! یہ مبارک باد کس کو دی جارہی ہے، یہ خوشی کس کے آنے پر ہے، یہ معافی نامہ
کس کو عطا ہو رہا ہے، اس کو جس کے باپ نے آپ کو مکہ مین سب سے زیادہ تکلیفین
پہنچائین، جس نے آپ کے جسم مبارک پر نجاست ڈلوائی جس نے بحالت نماز
آپ پر حملہ کرنا چاہا، جس نے آپ کے گلے مین چادر ڈال کر آپ کو پھانسی دینی چاہی
جس نے دار الندوہ مین آپ کے قتل کا مشورہ دیا، جس نے بدر کا معرکہ برپا کیا، اور جس نے
ہر قسم کی صلح کی تدبیر کو برہم کیا، آج اسی کی جسمانی یادگار کی آمد پر یہ مسرت اور شادمانی
ہبار بن الاسود وہ شخص ہے جو ایک حیثیت سے حضرت کی صاحبزادی
حضرت زینبؓ کا قاتل ہے، اور کئی شرارتون کا مرتکب ہو چکا ہے، مکہ کی فتح کے
موقع پر اس کا خون ہدر کیا جاتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ بھاگ کر ایران چلا جائے
لیکن پھر کچھ سوچکر سیدھا در دولت پر حاضر ہوتا ہے، اور کہتا ہے، یا رسول اللہ!
مین بھاگ کر ایران چلا جانا چاہتا تھا، لیکن پھر مجھے حضور کا رحم وکرم اور عفو وحلم یاد
آیا مین حاضر ہون، میرے جرائم کی جو اطلاعین آپ کو ملی ہین وہ سب درست ہین
اتنا سنتے ہی آپ کی رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے، اور دوست ودشمن کی تمیز اٹھ جاتی ہے
عمیر بن وہب بدر کے بعد ایک قریشی رئیس کی سازش سے اپنی تلوار زہر
مین بجھاکر مدینہ آتا ہے، اور اس تاک مین رہتا ہے کہ موقع پاکر نعوذ باللہ آپ کا کام

تمام کردے، کہ ناگاہ وہ گرفتار ہو جاتا ہے، آپکے پاس لایا جاتا ہے، اس کا گناہ ثابت ہو جاتا ہے، مگر وہ رہا کر دیا جاتا ہے،

صفوان بن اُمیہ یعنی وہ رئیس جس نے عمیر کو آپکے قتل کے لئے بھیجا تھا، اور جس نے عمیر سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم اس مہم مین مارے گئے تو تمھارے اہل و عیال اور قرضہ کا مین ذمہ دار ہون، فتح مکہ کے بعد وہ ڈر کر جدہ بھاگ جاتا ہے کہ سمندر کے راستہ سے یمن چلا جائے، وہی عمیر خدمتِ نبوی مین آکر عرض کرتے ہین، کہ یا رسولؐ اللہ! صفوان اپنے قبیلہ کا رئیس ڈر کی وجہ سے بھاگ گیا ہے کہ اپنے کو سمندر مین ڈال دے، ارشاد ہوتا ہے "اس کو امان ہے" عمیر دوبارہ گذارش کرتے ہین کہ اس امان کی کوئی نشانی مرحمت ہو کہ اس کو یقین آئے، آپؐ اپنا عمامہ اٹھا کر دیدیتے ہین، عمیر یہ عمامہ لے کر صفوان کے پاس پہنچتے ہین، صفوان کہتا ہے "مجھے محمدؐ کے پاس جانے مین اپنی جان کا خوف ہے" وہ عمیر جو زہر مین تلوار بجھا کر محمد رسولؐ اللہ کو مارنے گئے تھے، صفوان سے کہتے ہین "اے صفوان! ابھی تم کو محمدؐ کے حلم اور عفو کا حال معلوم نہین ہے" صفوان آستانۂ نبوی پر حاضر ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے مجھے امان دی ہے؟ کیا یہ سچ ہے؟ ارشاد ہوتا ہے، سچ ہے، پھر کہتا ہے، لیکن مین تمھارا دین ابھی قبول نہین کرونگا، مجھے دو مہینے کی مہلت دو، آپ فرماتے ہین، تمھین دو نہین چار مہینے کی مہلت ہے، لیکن یہ مہلت ختم بھی نہین ہونے پاتی کہ دفعتًہ اس کے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے، اور وہ مسلمان ہو جاتا ہے،

آپ خیبر جاتے ہین جو یہودی قوت کا سب سے بڑا مرکز ہے، لڑائیان ہوتی ہین

شہر فتح ہوتا ہے، ایک یہودیہ دعوت کرتی ہے، آپ بلاپس وپیش منظور فرماتے ہین،
یہودیہ جو گوشت پیش کرتی ہے اس مین زہر ملا ہوتا ہے، آپ گوشت کا ٹکڑا منھ مین
رکھتے ہین کہ آپ کو اطلاع ہو جاتی ہے، یہودیہ بلائی جاتی ہے، وہ اپنے قصور کا اعتراف
کرتی ہے لیکن رحمت عالمؐ کے دربار سے اس کو کوئی سزا نہین ملتی، حالانکہ اس زہر
کا اثر آپ کو اس کے بعد عمر بھر محسوس ہوتا رہا،

غزوۂ نجد سے واپسی کے وقت آپ تنہا ایک درخت کے نیچے آرام فرمار ہے
ہین، دوپہر کا وقت ہے، آپ کی تلوار درخت سے لٹک رہی ہے، صحابہؓ ادھر اودھر
درختون کے سایہ مین لیٹے ہین، کوئی پاس نہین ہے، ایک بدو تاک مین رہتا
ہے، وہ اس وقت سیدھا آپ کے پاس آتا ہے، درخت سے آپ کی تلوار
اتارتا ہے، پھر نیام سے باہر کھینچتا ہے، کہ آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے، وہ تلوار ہلا کر
پوچھتا ہے "محمدؐ! بتاؤ اب کون تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے" ایک پُر اطمینان صدا آتی
ہے کہ "اللہ!" اس غیر متوقع جواب کو سنکر وہ مرعوب ہو جاتا ہے، تلوار نیام مین کر لیتا
ہے، صحابہؓ آجاتے ہین، بدو بیٹھ جاتا ہے اور آپ اس سے کوئی تعرض نہین فرماتے ہین
ایک دفعہ اور ایک کافر گرفتار ہو کر آتا ہے، کہ یہ قتل کے لئے آپ کی گھات
مین تھا، وہ سامنے پہنچتا ہے تو آپ کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے، آپ اس کو تسلی دیتے ہین
اور فرماتے ہین کہ اگر تم قتل کرنا چاہتے بھی تب بھی نہین کر سکتے تھے، غزوۂ مکہ مین اسی
آدمیون کا دستہ گرفتار ہوا، جو جبل تنعیم سے اتر کر آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا، آپ کو
خبر ہوئی تو فرمایا ان کو چھوڑ دو،

دوستو! طائف کو جانتے ہو، وہ طائف جس نے مکہ کے بعد ستم مین آپ کو

پناہ نہین دی، جس نے آپ کی بات بھی سننی نہین چاہی، جہان کے رئیس عبدیالیل کے خاندان نے آپسے استہزا رکیا، بازاریون کو اشارہ کیا کہ وہ آپ کی ہنسی اڑائین، شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور دورویہ کھڑے ہو گئے، اور جب آپ بیچ سے گذرے تو دونون طرف سے پتھر برسائے، یہان تک کہ پاے مبارک زخمی ہو گئے، دونون جوتیان خون سے بھر گئین، جب آپ تھک کر بیٹھ جاتے تو یہ شریر آپ کا بازو پکڑ کر اٹھا دیتے، جب آپ چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے، آنحضرت صلعم کو اس دن اس قدر تکلیف پہنچی تھی کہ نو برس کے بعد جب حضرت عائشہؓ نے ایک دن دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! تمام عمر مین آپ پر سب سے زیادہ سخت دن کون آیا، تو آپ نے اسی طائف کا حوالہ دیا تھا، سنہ ۸ھ مین مسلمانون کی فوج اسی طائف کا محاصرہ کرتی ہے، ایک مدت تک محاصرہ جاری رہتا ہے، قلعہ نہین فتح ہوتا، بہت سے مسلمان شہید ہوتے ہین، آپ واپسی کا ارادہ کرتے ہین، پر جوش مسلمان نہین مانتے، طائف پر بددعا کرنے کی درخواست کرتے ہین، آپ ہاتھ اٹھاتے ہین، مگر کیا فرماتے ہین، خداوندا! طائف کو ہدایت کر اور اس کو اسلام کے آستانہ پر جھکا، دوستو! یہ کس شہر کے حق مین دعاے خیر ہے، وہی شہر جس نے آپ پر پتھر برسائے تھے، آپ کو زخمی کیا تھا، اور آپ کو پناہ دینے سے انکار کیا تھا۔

احد کے غزوہ مین دشمن حملہ کرتے ہین، مسلمانون کے پاؤن اکھڑ جاتے ہین، آپ نرغۂ اعدا مین ہوتے ہین، آپ پر پتھر، تیر اور تلوار کے وار ہو رہے ہین، دندان مبارک شہید ہوتا ہے، خود کی کڑیان سر مبارک مین گڑ جاتی ہین، چہرۂ مبارک خون سے رنگین ہوتا ہے، اس حالت مین بھی آپ کی زبان پر یہ الفاظ آتے ہین، "وہ قوم

کیسے نجات پائے گی، جو اپنے پیغمبر کے قتل کے درپے ہے، خداوندا! میری قوم کو ہدایت کر کہ وہ جانتی نہین ہے" یہ ہے "تو اپنے دشمن کو پیار کر" کے زیتونی وعظ پر عمل! جو صرف شاعرانہ فقرہ نہین، بلکہ عمل کا خطرناک نمونہ ہے،

وہی ابن عبد یا لیل جس کے خاندان نے طائف مین آپ کے ساتھ یہ مظالم کئے تھے، جب طائف کا وفد لے کر مدینہ آتا ہے تو آنحضرت صلعم اس کو اپنی مقدس مسجد مین خیمہ گاڑ کر اتارتے ہین، ہر روز نماز عشا کے بعد اس کی ملاقات کو جاتے ہین اور اپنی رنج بھری مکہ کی داستان سناتے ہین! کس کو؟ اس کو جس نے آپ پر پتھر برسائے تھے، اور آپ کو ذلیل کیا تھا، یہ ہے "تو اپنے دشمن کو پیار کر اور معاف کر"

مکہ جب فتح ہوا تو حرم کے صحن مین، کس حرم کے صحن مین جہان آپ کو گالیان دی گئین، آپ پر نجاستین پھینکی گئین، آپ کے قتل کی تجویز منظور ہوئی، قریش کے تمام سردار مفتوحانہ کھڑے تھے، ان مین وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے مین ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کو جھٹلایا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپکی ہجوین کہا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کو گالیان دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو خود اس پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیون کا حوصلہ رکھتے تھے، وہ بھی تھے جنھون نے آپ پر پتھر پھینکے تھے، آپ کے راستہ مین کانٹے بچھائے تھے، آپ پر تلوارین چلائی تھین، وہ بھی تھے جنھون نے آپکے عزیزون کا خون ناحق کیا تھا، ان کے سینے چاک کئے تھے اور ان کے دل وجگر کے ٹکڑے کئے تھے، وہ بھی تھے جو غریب اور بیکس مسلمانون کو ستاتے تھے، ان کے سینون پر اپنی جفاکاری کی آتشین مہرین لگاتے تھے، ان کو جلتی ریتیون پر لٹاتے تھے، دہکتے کوئلون سے ان کے جسم کو داغتے تھے، نیزون کی انی سے

ان کے بدن کو چھیدتے تھے، آج یہ سب مجرم سرنگون سامنے تھے، پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں محمد رسول اللہ کے ایک اشارہ کی منتظر تھین، دفعۃً زبان مبارک کھلتی ہے، سوال ہوتا ہے، قریش! بتاؤ مین آج تمھارے ساتھ کیا سلوک کرون؟ جواب ملتا ہے" محمد! تو ہمارا شریف بھائی، اور شریف بھتیجا ہے" ارشاد ہوتا ہے آج مین وہی کہتا ہون جو یوسف نے اپنے ظالم بھائیون سے کہا تھا، کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہین، اذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم سب آزاد ہو،

یہ ہے دشمنون کو پیار کرنا، اور معاف کرنا، یہ ہے اسلام کے پیغمبر کا عملی نمونہ! اور عملی تعلیم، جو صرف خوش بیانیون اور شیرین زبانیون تک محدود نہین، بلکہ دنیا مین واقعہ اور عمل بن کر ظاہر ہوئی ہے،

یہی نکتہ ہے، جس کے باعث تمام دوسرے مذہب اپنے پیغمبرون اور رہنماؤن کے میٹھے میٹھے الفاظ کی طرف دنیا کو بلاتے ہین، اور بار بار انھی کو دہراتے ہین، کہ ان کے سوا ان کے پاس کوئی چیز نہین، اور اسلام اپنے پیغمبر کے صرف الفاظ نہین، بلکہ عمل اور سنت کی دعوت دیتا ہے، محمد رسول اللہ صلعم نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت فرمایا تھا،

ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنتی ،	مین تم مین دو مرکز ثقل چھوڑ جاتا ہون، خدا کی کتاب اور اپنا عملی راستہ ،

یہی دونون مرکز ثقل اب تک قائم ہین اور تا قیامت قائم رہین گے، اسی لئے اسلام کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے پیغمبر کی سنت کی پیروی

کی بھی دعوت دیتا ہے،

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ، (لوگو!) تمھارے لئے خدا کے رسول کی زندگی مین بہتر پیروی ہے،

اسلام خود اپنے پیغمبر کو اپنی کتاب کا عملی مجسمہ، نمونہ اور پیکر بنا کر پیش کرتا ہی، تمام دنیا مین یہ فخر صرف اسلام کے پیغمبر کو حاصل ہے، کہ وہ تعلیم اور اصول کے ساتھ ساتھ اپنے عمل اور اپنی مثال کو پیش کرتا ہے، طریقۂ نماز کے ناواقف سے کہتا ہی، صلّوا کما رأیتموني "تم اس طرح خدا کی نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو" بیوی بچّون کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی تعلیم ان الفاظ مین دیتا ہے، خیرکم خیرکم لاهله وانا خیرکم لاهلی "تم مین سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے بیوی بچّون کے لئے سب سے اچھا ہے، اور مین اپنی بیوی بچون کے لئے تم سب سے اچھا ہون" آخری حج کا موقع ہے، شمع نبوت کے گرد ایک لاکھ پروانون کا ہجوم ہے، انسانون کو خدا کا آخری پیغام سنایا جا رہا ہے، عرب کے باطل رسوم اور نہ ختم ہونے والی لڑائیون کا سلسلہ آج توڑا جا رہا ہے، مگر تعلیم کے ساتھ ساتھ دیکھو کہ اپنی ذاتی نظیر اور عملی مثال بھی ہر قدم پر پیش کیجا رہی ہے، فرمایا،

آج عرب کے تمام انتقامی خون باطل کر دیئے گئے، یعنی تم سب ایک دوسرے کے قاتلون کو معاف کرو، اور سب سے پہلے مین اپنے خاندان کا خون اپنے بھتیجے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہون"

"جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار آج باطل کئے جاتے ہین، اور سب سے پہلے مین اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کا سودی

بیوپار توڑتا ہون ؎

جان اور مال کے بعد تیسری چیز آبرو ہے، وہ غلط اور قابلِ اصلاح رسوم ورواج جن کا تعلق لوگون کی عزت اور آبرو سے ہوتا ہے، ان کو سب سے پہلے علماً مٹانے کی ہمت گویا بظاہر اپنی بے عزتی اور بے آبروئی کے ہم معنی ہے، اسی لئے ملک کے بڑے بڑے مصلحین کے پاؤن بھی کسی ملکی رسم ورواج کی عملی اصلاح کی جرأت مشکل سے کرتے ہین، محمد صلعم نے لوگون کو مساوات کی تعلیم دی، عرب مین سب سے زیادہ ذلیل غلام سمجھے جاتے تھے، آپ نے مساوات، اخوتِ انسانی اور جنسِ انسانی کی برابری کی یہ عملی مثال پیش کی کہ ایک غلام کو اپنا فرزند متبنّیٰ بنایا، عرب مین قبائل کی باہمی شرافت کی زیادتی وکمی کا اس درجہ لحاظ تھا کہ لڑائی مین بھی اپنے سے کم رتبہ پر تلوار چلانا عار سمجھا جاتا تھا کہ ذلیل خون اس کی شریف تلوار کو ناپاک نہ کردے، لیکن آپ نے جب یہ اعلان کیا کہ "اے لوگو! تم سب آدم کے بیٹے ہو، اور آدم مٹی سے بنا تھا، کالے کو گورے پر، گورے کو کالے پر، عجمی کو عربی پر، اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہین، تم مین افضل وہ ہے جو اپنے رب کے نزدیک سب سے زیادہ پرہیز گار ہے" تو اس تعلیم نے دفعۃً بلند وپست، بالا وزیر، اعلیٰ وادنیٰ، آقا وغلام سب کو ایک سطح پر لاکھڑا کر دیا، لیکن ضرورت تھی عملی مثالون کی، یہ مثال خود آپ نے پیش کی، اپنی پھوپھی زاد بہن کو جو قریش کے شریف خاندان سے تھین، اپنے غلام سے بیاہا، منھ بولے بیٹے کا قاعدہ جب اسلام مین توڑا گیا، تو سب سے پہلے زید بن محمد، زید بن حارثہ کہلائے منھ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح عرب مین ناجائز تھا، مگر چونکہ یہ محض ایک لفظی رشتہ تھا، جس کو واقعیت سے کوئی تعلق نہ تھا، اور اس رسم سے بہت سی خاندانی

رقابتون اور خرابیون کی بنیاد عربون مین قائم ہوگئی تھی، اس لئے اس کا توڑنا ضرور تھا، لیکن اس کے توڑنے کے لئے عملی مثال پیش کرنا، انسان کی سب سے عزیز چیز آبرو سے تعلق رکھتا تھا، جو سب سے مشکل کام تھا، پیغمبرِ عرب نے آگے بڑھ کر خود اس کی مثال پیش کی اور زیدؓ بن حارثہ کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے شادی کر لی جب ہی سے یہ رسم عرب سے ہمیشہ کے لئے مٹ گئی، اور تبنّی کی بیہودہ رسم سے ملک نے نجات پائی،

واقعات کی انتہا نہین ہے، مثالون کی کمی نہین ہے، مگر وقت محدود ہے، اور آج شاید مین نے سب سے زیادہ آپ کا وقت لیا ہے،

میرے دوستو! میرے معروضات کی روشنی مین آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک اور شام سے لے کر ہندوستان تک، ہر ایک تاریخی انسان کی مصلحانہ زندگی پر ایک نظر ڈالو، کیا ایسی عملی ہدایتون اور کامل مثالون کا کوئی نمونہ کہین نظر آتا ہے،

حاضرین چند لفظ اور!

بعض شیرین بیان واعظ شاعرانہ پیرایہ مین اپنے "خداوند" کی ربّانی محبت اور الٰہی عشق کا تذکرہ کرتے ہین، مگر انہی کے مقولہ کے مطابق کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"، اس پاک عشق و محبت کا کیا اثر ان کی زندگی مین نمایان تھا؟ عرب کے دعویدارِ محبت کی سیرت پڑھو، راتین گذرتی ہین، دنیا سوتی ہے، اور اس کی آنکھین جاگتی ہین، ہاتھ خدا کے آگے پھیلے ہین، زبان ترانۂ حمد گا رہی ہے، دل پہلو مین بیتاب تڑپ رہا ہے، اور آنکھون سے آنسوؤن کے تار جاری ہین، کیا محبت کی یہ تصویر ہے یا وہ؟

حضرت عیسیٰؑ سولی پر چڑھتے ہین، تو بے تابانہ زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہین' ایلی ایلی لما سبقتنی" اے میرے خداوند! اے میرے خداوند! تو نے مجھکو کیون چھوڑ دیا"۔ لیکن محمد رسول اللہؐ جب موت کے بستر پر ہوتے ہین، اور زندگی کی آخری سانسین لیتے ہوتے ہین تو زبان پر یہ کلمہ ہوتا ہے، اَللّٰھُمَّ الرَّفِیق الاعلیٰ' اے میرے خداوند! اے میرے بہترین ساتھی! ان دونون فقرون مین سے کس مین محبت کا ذائقہ، عشق کی چاشنی، اور ربانی سکینت کا لطف ہے'

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۝

۷

پیغمبر اسلام علیہ السلام کا پیغام

حضرات! مین نے پچھلے چھ لکچرون مین دلائل اور تاریخ کی روشنی مین یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانون کے تمام بلند طبقون مین سے صرف انبیاے کرام علیہم السّلام کی سیرتین تقلید اور پیروی کے لائق ہین، اور ان مین سے عالمگیر اور دائمی نمونہ صرف محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت ہے، اس مقام پر جب یہ ثابت ہو جاتا ہے، کہ محمد رسول اللہ صلعم ہی عالمگیر اور دائمی نمونہ ہین، تو سوال ہوتا ہے، کہ ان کی عالمگیر اور دائمی تعلیم کیا ہے؟ وہ دنیا کو کیا پیغام دینے آئے؟ اور کیا پیغام دے کر دنیا سے تشریف لے گئے؟ ان کے پیغام کے وہ کون سے ضروری اجزا ہین، جن کے ادا کرنے کے لئے اس پیغمبر آخر الزمانؐ کی ضرورت پیش آئی؟ دنیا مین دوسرے پیغمبرون کے ذریعہ سے جو پیغام آئے ان کی کس طرح اس آخری پیغام نے تصحیح اور تکمیل کی؟

ہم کو تسلیم ہے کہ دنیا مین وقتاً فوقتاً انبیاؑ کے ذریعہ سے پیغام آتے رہے، مگر جیسا کہ بار بار کہا جا چکا ہے، اور واقعات کی روشنی مین دکھایا جا چکا ہے، وہ تمام پیغام کسی خاص زمانہ اور قوم کے لئے آیا کئے، اور وقتی تھے، اور اس لئے ان کی دائمی حفاظت کا سامان نہ ہوا، ان کی اصل برباد ہو گئی، مدتون کے بعد مرتب کئے گئے، اور اُن مین

تحریفین کی گئین، اُن کے ترجمون نے ان کو کچھ سے کچھ بنا دیا، ان کی تاریخی سند کا ثبوت نہین باقی رہا، بہت سے جعلی پیغام ان مین شریک کئے گئے، اور یہ سب چند سو برس کے اندر ہو گیا، اگر خدا کا کام مصلحت اور حکمت سے خالی نہین ہوتا ہے، تو ان کا مٹنا اور برباد ہو جانا ہی ان کے وقتی فرمان اور عارضی تعلیم ہونے کا ثبوت ہے، مگر جو پیغام محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ آیا وہ عالمگیر اور دائمی ہو کر آیا، اور اسی لئے وہ جیسے آیا، اب تک پوری طرح محفوظ ہے، اور رہیگا، کیونکہ اس کے بعد پھر کوئی نیا پیغام آنے والا نہین ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی گذشتہ پیغام کے متعلق یہ نہین فرمایا کہ اس کی تکمیل ہو چکی، اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار مین ہون، دنیا کے تمام وہ صحیفے جو گم ہو چکے، ان کا گم ہو جانا ہی ان کے وقتی اور عارضی ہونے کی دلیل ہے، اور جو موجود ہین ان کی ایک ایک آیت تلاش کر لو، ان کی تکمیل اور اُن کی حفاظت کے وعدہ کے متعلق ایک حرف نہ پاؤ گے، بلکہ اس کے خلاف ان کے نقص کے اشارے اور تصریحین ملین گی،

حضرت موسیٰؑ کہتے ہین کہ "خداوند تیرا خدا تیرے درمیان تیرے ہی بھائیون مین سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی طرف کان دھرو" (استثنا، ۱۸، ۱۵) "مین ان کے لئے ان کے بھائیون مین سے تجھ سا ایک نبی برپا کرون گا، اور اپنا کلام اس کے منھ مین ڈالون گا، اور جو کچھ مین اس سے کہونگا وہ سب ان سے کہیگا" (استثنا ۱۸، ۱۹) "یہ وہ برکت ہی جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا، اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا، اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا، اور اس کے داہنے ہاتھ مین ایک آتشین شریعت ہوگی" (استثنا ۳۳-۲)

ان اوپر کی آیتون مین تورات یہ صاف بتا رہی ہے کہ ایک اور نبی موسیٰؑ کے مثل

آنے والا ہے، جو اپنے ساتھ ایک آتشین شریعت بھی لائیگا، اور اس کے منہ مین خدا اپنا کلام بھی ڈالے گا۔" اس سے بالکل واضح ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا پیغام آخری اور دائمی نہ تھا، اس کے بعد اشعیا نبی ایک اور "رسول" کی خوشخبری سناتے ہین: "جس کی شریعت کی راہ دریائی ممالک اور جزیرے تک رہے ہین" (باب ۴۰) ملاخیہ مین ہے: "دیکھو مین اپنے رسول کو بھیجونگا" بنی اسرائیل کے دیگر صحیفون اور زبور مین بھی آیندہ آنے والو کی بشارتین ہین، اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی اسرائیلی صحیفہ دائمی اور آخری اور مکمل نہین تھا،

انجیل کو دیکھو وہ اعلان کرتی ہے،

"اور مین اپنے باپ سے درخواست کرونگا کہ وہ تمھین دوسرا فارقلیط بخشے گا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گا" (یوحنا ۱۴-۱۶)

"لیکن وہ فارقلیط روح القدس ہے، جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا، وہی تمھین سب چیزین سکھائے گا، اور سب باتین جو کچھ مین نے تمھین کہی ہین، تمھین یاد دلائے گا،" (یوحنا ۱۴-۲۶)

"میری اور بہت سی باتین ہین کہ مین تم سے کہون پر اب تم اُن کی برداشت نہین کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گی، تو وہ تمھین ساری سچائی کی راہ بتائے گی، کیونکہ وہ اپنی نہ کہے گی، بلکہ جو کچھ سُنے گی وہ کہے گی۔" (یوحنا ۶-۸)

ان آیتون مین انجیل نے صاف اعلان کیا ہے کہ وہ خدا کا آخری کلام نہین، اور نیز یہ کہ وہ کامل بھی نہین، ایک اور آئے گا جو مسیح کے پیغام کی تکمیل کرے گا، مگر محمدؐ کا پیغام اپنے بعد کسی اور آنے والے کا پیغام نہین دیتا، جو نیا پیغام سنائے گا، یا محمدؐ

کے پیغام مین کوئی نقص ہے جس کو دور کر کے وہ اس کو کامل کریگا، بلکہ وہ اپنی تکمیل کا آپ دعویٰ کرتا ہے،

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ، آج مین نے تمھارے لئے تمھارا دین کامل کردیا اور تم پر پوری کردی اپنی نعمت، (مائدہ-۱)

اور بتایا کہ محمد خاتم الانبیا، یعنی نبوت کے سلسلہ کو بند کرنے والے ہین، وخاتم النّبیین خود قرآن نے کہا ہے، اور خُتِمَ بِیَ النّبیون (اور میری ذات سے انبیا ختم کئے گئے) حدیث نے کہا ہے، (مسلم باب المساجد) اَلا لا نبیّ بعدی (ہشیار کہ میرے بعد کوئی نبی نہین،) متعدد حدیثون مین ہے، آپؐ نے فرمایا "مین نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہون"، قرآن نے اپنے صحیفہ کی کسی آیت مین کسی بعد مین آنے والے پیغامبر کے لئے کوئی جگہ نہین چھوڑی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صرف وہی پیغامِ ربانی جو محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ دنیا مین آیا، خدا کا آخری اور دائمی پیغام ہے، اور اسی لئے وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کے وعدے سے خدا نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی ہے،

دوستو! اس کے بعد سوال یہ ہے کہ پیغامِ محمدیؐ کے سوا کوئی اور پیغام الٰہی بھی عالمگیر ہو کر آیا، بنی اسرائیل کے نزدیک دنیا صرف بنی اسرائیل سے عبارت ہے، خدا صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے، اسی لئے بنی اسرائیل کے انبیاؑ اور صحیفون نے کبھی غیر بنی اسرائیل تک خدا کا پیغام نہین پہنچایا، اور اب تک بھی یہودی مذہب اور موسوی شریعت بنی اسرائیل تک محدود ہے، تمام صحیفون مین صرف انھی کو خطاب کیا گیا ہے، اور ان کو ان کے خاندانی خدا کی طرف ہمیشہ ملتفت کیا گیا ہے، حضرت

عیسٰی نے بھی اپنا پیغام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑون تک محدود رکھا، اور غیر اسرائیلی کو اپنا پیغام سنا کر "بچون کی روٹی کتون کو دینی پسند نہ کی"، ہندوستان کے وید بھی غیر آریون کے کانون تک نہین پہنچ سکتے، کہ ان کے علاوہ تو تمام دنیا شودر ہے، اور وہان یہ تاکید ہے کہ اگر وید کے شبد شودر کے کانون مین پڑ جائین تو اس کے کانون مین سیسہ ڈال دیا جائے،

پیغام محمدی دنیا مین خدا کا پہلا اور آخری پیغام ہے، جو کالے گورے، عرب و عجم، ترک و تاتار، ہندی و چینی، زنگ و فرنگ، سب کے لئے عام ہے، جس طرح اس کا خدا تمام دنیا کا خدا ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ "تمام دنیا کا پروردگار ہے" اسی طرح اس کا رسول تمام دنیا کا رسول رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ، "تمام دنیا کے لئے رحمت ہے، اور اس کا پیغام بھی تمام دنیا کے لئے پیغام ہے،

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ (انعام ۱۰) نہین ہے مگر نصیحت تمام دنیا کے لئے،

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (فرقان - ع - ۱)

برکت والا ہے، وہ (خدا) جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ والی کتاب اتاری، تاکہ وہ تمام دنیا کو ہشیار کرنے والا ہو وہ (خدا) کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانون اور زمین کی،

آپ تمام دنیا کے نذیر ہو کر آئے، جہان تک خدا کی سلطنت ہے وہان تک آپ کی پیغامبری کی وسعت ہے، سورۂ اعراف مین ہے :-

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ۨ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ

کہدے اے لوگو! مین تم سب کی طرف (اس) اللہ کا رسول ہون جس کی آسمانون

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ | اور زمین کی سلطنت ہے،

دیکھو اس مین بھی پیغامِ محمدیؐ کی وسعت ساری کائنات تک بتائی گئی ہے، اس سے زیادہ یہ کہ جہان تک اس پیغام کی آواز پہنچ سکے، سب اسکے دائرے مین ہے،

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۔ | اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ اس سے مین تم کو ہشیار کرون اور جس تک یہ پہنچے اس کو ہشیار کرون)

(انعام)

اور بالآخر :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا | اور ہم نے نہین بھیجا تم کو (اے محمدؐ) لیکن تمام انسانون کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ہشیار کرنے والا (بناکر)

(سبا)

ان حوالون سے یہ امر پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سارے مذہبون مین صرف اسلام نے اپنے دائمی اور آخری اور کامل اور عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے، صحیح مسلم مین ہے، کہ آپ نے فرمایا "مجھ سے پہلے تمام انبیا صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے اور مین تمام قومون کی طرف بھیجا گیا ہون"۔ یہ ہمارے دعویٰ کا مزید ثبوت ہے اور تاریخ کی عملی شہادت ہماری تائید مین ہے، الغرض کہنا یہ ہے کہ پیغامِ محمدی بھی اسی طرح کامل، دائمی اور عالمگیر ہے، جس طرح اس پیغام کے لانے والے کی سیرت اور اس کا عملی نمونہ کامل، دائمی اور عالمگیر ہے،

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کامل و دائمی و عالمگیر پیغمبر کا آخری، دائمی اور عالمگیر پیغام کیا ہے، جس نے تمام مذاہب کی تکمیل کی، اور ہمیشہ کے لئے خدا کے دین کو

تکمیل اور خدا کی نعمت کو تمام کر دیا،

ہر مذہب کے دو جز ہین، ایک کا تعلق انسان کے دل سے، اور دوسرے کا انسان کے باقی جسم اور مال و دولت سے ہے، پہلے کو **ایمان** اور دوسرے کو **عمل** کہتے ہین، عمل کے تین حصّے ہین، ایک خدا سے متعلق ہے جس کو **عبادات** کہتے ہین، دوسرا انسان کے باہمی کاروبار سے متعلق ہے، جس کو **معاملات** کہتے ہین، اور جن کا بڑا حصّہ قانون ہے، تیسرا انسان کے باہمی تعلقات اور روابط کی بجاآوری سے ہی، اسکو اُخلاق کہتے ہین، غرض اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاق مذہب کے یہی چار جز ہین، اور یہ چارون جز پیغامِ محمدیؐ کے ذریعہ سے تکمیل کو پہنچے ہین،

توراۃ اور انجیل مین عقائد کا حصّہ بالکل ناصاف، اور غیر واضح ہے، اس مین خدا کے وجود اور توحید کا بیان ہے، لیکن دلیلون اور ثبوتون سے معرا، خدا کے صفات جو اصل مین روحِ انسانی کی بالیدگی کا ذریعہ ہین، اور جنکے ذریعہ سے خدا کی معرفت اور محبت ہو سکتی ہی، نہ توراۃ مین ہین، اور نہ انجیل مین، توحید کے بعد رسالت ہی، رسالت اور نبوت کی حقیقت، وحی الہام و مکالمہ کی تشریح، انبیائے کرام کی حیثیت انسانی انبیاؑ کا ہر قوم مین ہونا، انبیاؑ کے فرائض انبیاؑ کو کس حیثیت سے تسلیم کرنا چاہئے، انبیاؑ کی معصومیت، ان تمام مسائل سے پیغامِ محمدیؐ سے پہلے کے تمام پیغامات خالی ہین، جزا و سزا، دوزخ و جنت، حشر و نشر، قیامت و حیاتِ آخرت، توراۃ مین ان کے نہایت دھندلے سے نشانات ہین، انجیل مین ایک یہودی کے جواب مین ان اہم امور کے متعلق ایک دو فقرے ملتے ہین، ایک دو فقرے ہے جنت و دوزخ کے متعلق بھی ہین، اور بس! لیکن پیغامِ محمدیؐ مین ہر چیز صاف اور مفصل موجود

فرشتون کا تخیل توراۃ مین بھی ہے، مگر بالکل ناصاف، کبھی کبھی خداے واحد اور فرشتون مین یہ تمیز مشکل ہو جاتی ہے کہ توراۃ مین خدا کا ذکر ہو رہا ہے، یا فرشتون کا، انجیل مین ایک دو فرشتون کے نام آتے ہین، وہان روح القدس کی حقیقت اس قدر مشتبہ ہے کہ نہ اس کو فرشتہ کہہ سکتے ہین نہ خدا، یا یون کہو کہ اس کو فرشتہ بھی کہہ سکتے ہین، اور خدا بھی، لیکن پیغام محمدی مین ملائکہ اور فرشتون کی حقیقت بالکل واضح ہے، اس مین ان کی حیثیت مقرر کردی گئی ہے، ان کے کام بتا دیئے گئے ہین، خدا سے، پیغمبرون سے اور کائنات سے ان کا تعلق کھول کر بتا دیا گیا ہے ،

یہ تو وہ تکمیل ہے جو عقائد اور ایمانیات مین پیغام محمدی نے کی ہے، اب آئیے عملیات کا امتحان لین، عملیات کا پہلا حصہ عبادات ہے، توراۃ مین قربانی کی طویل بحث اور اس کے شرائط و آداب کی بڑی تشریح ہے، روزون کا بھی ذکر آیا ہے، دعائین بھی کیگئی ہین، بیت ایل یا بیت اللہ کا بھی نام آتا ہے، لیکن یہ تمام چیزین اس قدر دھندلی ہین کہ ان پر لوگون کی نظر بھی نہین پڑتی، اور وہ ان کے انکار کی طرف مائل ہین، پھر نہ تو عبادات کی تقسیم ہے، اور نہ ان کے طریقے، اور آداب بتائے گئے ہین، نہ ان کے اوقات کی صاف صاف تعیین کی گئی ہے، اور نہ خدا کی یاد، اور دعاؤن کی باقاعدہ تعلیم دی گئی ہے، نہ کوئی دعا بندہ کو سکھائی گئی ہے، زبور مین خدا کی دعائین اور مناجاتین بکثرت ہین، مگر عبادات کے طریقے، آداب، اوقات اور دیگر شرائط کا پتہ نہین، انجیل مین عبادات کا بہت کم بلکہ بالکل ذکر نہین ہے، ایک جگہ حضرت عیسیٰؑ کے چالیس دن کے فاقہ کا ذکر ہے، اس کو روزہ کہہ لو، یہودیون کا یہ اعتراض بھی انجیل ہی مین ہے کہ کیون تیرے شاگرد روزے نہین رکھتے، رسولی

والی رات مین دعا کرنے کا ذکر ہے، اور وہین ایک دعا بھی سکھائی گئی ہے، مگر اور عبادات کا وہان نشان نہین لیکن اسلام کے پیغام مین ہر چیز صاف اور مفصل ہے، نماز، روزہ، حج، اُن کے آداب و شرائط، عبادات کے طریقے، خدا کے ذکر اور یاد کی دعائین، اور مؤثر دعائین نماز کے اوقات، روزے کے اوقات، حج کے اوقات، ہر ایک کے احکام، اور خدا کے حضور مین بندون کے عجز و زاری، دعا و مناجات، گناہون کے اقرار اور توبہ و ندامت اور عبد و معبود کے باہمی راز و نیاز کی وہ وہ تعلیمین دی گئی ہین جو روح کی غذا ہین، جو دلون کی گرہین کھولتی ہین، جو انسانون کو خدا تک پہنچا دیتی ہین، جو مذہب کی روح کو مجسم کر دیتی ہین،

عمل کا دوسرا حصہ معاملات یا مملکت و معاشرت کے قوانین کا ہے، یہ حصہ حضرت موسیٰؑ کے پیغام مین بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اور پیغام محمدیؐ نے انکو بڑی حد تک قائم رکھا ہے، لیکن ان قوانین کی سختی کم کر دی ہے، اور ایک قومی قانون کے تنگ دائرہ سے نکال کر اس کو عالمگیر قانون کی حیثیت دے دی ہے اور اس حیثیت سے جن تکمیلی اجزا کی ضرورت تھی، ان کا اضافہ کیا ہے، زبور اور انجیل اس شریعت اور قانون سے بالکل خالی ہین، طلاق وغیرہ کے متعلق ایک دو احکام انجیل مین البتہ ہین، باقی صفر، مگر عالمگیر اور دائمی مذہب کی ضرورتون کی کفالت کے لئے مملکت اور معاشرت کے قوانین کی حاجت تھی، اور چونکہ پیغام عیسوی ان سے خالی تھا، اس لئے دیکھو کہ عیسائی قومون کو یہ چیزین بت پرست یونانی اور رومی قومون سے قرض لینی پڑین، پیغام محمدیؐ نے ان مین سے ہر ایک حصہ کو پوری نکتہ سنجی اور باریک بینی کے ساتھ تکمیل کو پہنچایا، اور ایسے اصول اور قواعد کلیہ بتائے جن سے

وقتاً فوقتاً ائمۂ مجتہدین اور علماء نئی نئی ضرورتون کے لئے مسائل نکال نکال کر پیش کرتے ہین، اور کم از کم ایک ہزار برس تک اسلام نے دنیا مین جو شہنشاہی کی، اور سینکڑون متمدن اور مہذب سلطنتین قائم کین، ان سب کا اسی قانون پر عملدرآمد رہا، اور اب بھی اس سے بہتر قانون دنیا پیش نہین کر سکتی،

عمل کا تیسرا حصّہ اخلاق ہے، توراۃ مین اخلاق کے متعلق چند احکام پائے جاتے ہین، ان مین سے سات اصولی احکام ہین جنہین سے، ۱ والدین کی فرمانبرداری کی ایک ایجابی تعلیم کے سوا باقی چھ محض سلبی تعلیمین ہین، ۲ تو خون مت کر، ۳ تو چوری نہ کر، ۴ تو زنا نہ کر، ۵ تو اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی نہ دے، ۶ تو اپنے ہمسایہ کی جورو کو مت چاہ، تو اپنے ہمسایہ کے مال کا لالچ نہ کر، ان مین سے چھٹا حکم چوتھے مین، اور ساتوان تیسرے مین داخل ہے، اس لئے چار ہی اخلاقی احکام رہ گئے،

انجیل مین بھی انہی احکام کو دہرایا گیا ہے، اور مجملاً دوسرون کے ساتھ محبت کرنے کی بھی تعلیم دی گئی ہے، جس کو توراۃ کے احکام پر ایک اضافہ کہہ لیجئے، لیکن پیغامِ محمدیؐ نے اس قطرہ کو دریا کر دیا ہے، سب سے پہلے اس نے اپنے بارہ اصولی احکام متعین کئے جو معراج مین ربّانی بارگاہ سے عطا ہوئے تھے، اور جو سورۂ اسراء مین مذکور ہین، ان بارہ مین سے گیارہ انسانی اخلاق، اور ایک توحید کے متعلق ہے، گیارہ مین سے پانچ سلبی ہین، اور پانچ ایجابی، اور ایک سلبی و ایجابی کا مجموعہ،

۱ مان باپ کی عزت اور فرمانبرداری کر، جن کا تجھ پر حق ہے، ۲ ان کا حق ادا کر، ۳ یتیم سے اچھا برتاؤ کر، ۴ ناپ تول، ترازو اور پیمانہ ٹھیک رکھ، ۵ اپنا وعدہ پورا کر، کہ تجھ سے اس کی پوچھ گچھ ہوگی، یہ پانچ ایجابی باتین ہین، ۱ تو اپنی اولاد کو قتل نہ کر،

تو ناحق کسی کی جان نہ لے، زنا کے قریب نہ جا، انجان بات کے پیچھے نہ چل، زمین پر غرور نہ کر، یہ پانچ سلبی باتین ہین، اور ایک حکم سلبی و ایجابی کا مجموعہ ہے، فضول خرچی نہ کر بلکہ اعتدال اور بیچ کی راہ اختیار کر، نفس انہی اصولی احکام کے مقابلہ سے واضح ہوا ہوگا کہ پیغام محمدی کیونکر تکمیلی پیغام ہو کر آیا ہے، اس نے نہ صرف ان اصولی احکام کو بتایا اور مکمل کیا ہے، بلکہ اخلاق کی ایک ایک گرہ کو کھولا، انسان کی ایک ایک قوت کا مصرف بتایا، اسکی ایک ایک کمزوری کو ظاہر کیا، روح کی ایک ایک بیماری کی تشخیص کی، اور اس کا علاج بتایا ہے،

یہ "عمل" کی وہ تکمیل تھی جو پیغام محمدیؐ کے ذریعہ سے انجام پائی،

اسلامی تعلیمات کے وسیع دفتر کو اگر ہم دو مختصر لفظون مین ادا کرنا چاہین تو ہم انکو **ایمان** اور **عمل صالح** کے دو لفظون سے تعبیر کر سکتے ہین، ایمان اور عمل یہی دو چیزین ہین، جو ہر قسم کے محمدیؐ پیغام پر حاوی ہین، اور قرآن پاک مین انہی دونون پر انسانی نجات کا مدار ہے یعنی یہ کہ ہمارا ایمان پاک اور مستحکم ہو اور عمل نیک اور صالح ہو، اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قرآن مین بیسیون جگہ آیا ہے، اور ہر جگہ صاف کھول کھول کر بیان کیا ہے، کہ فلاح اور کامیابی صرف ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے، مین چاہتا تھا، کہ ان دونون اصولی مسئلون کو پوری تشریح کے ساتھ آپ کے سامنے رکھدون، مگر افسوس کہ یہ موقع نہین ہے کہ یہان ان کی پوری تفصیل پیش کی جاسکے، اس لئے اس وقت پیغام محمدیؐ کا صرف وہ حصہ پیش کیا جاتا ہے، جس نے ایمان و عمل کے متعلق تمام دنیا کی غلطیون کی اصلاح کی، اور دین ناقص کو تکمیل کے درجہ تک پہنچایا، اور اُن اصولی اور بنیادی غلطیون کو دور کیا، جن کی بنا پر انسانیت حد درجہ پستی اور

گمراہی مین تھی، اور وہ غلطیان ہر قسم کی گمراہیون کی بنیاد اور جڑ تھین،

۱- ان بنیادی مسئلون مین سب سے پہلا مسئلہ جو پیغام محمدیؐ کے ذریعہ سے سامنے آیا، وہ کائنات اور مخلوقاتِ الٰہی مین انسانیت کا درجہ ہے، اور یہی توحید کی جڑ ہے، اسلام سے پہلے انسان اکثر مخلوقاتِ الٰہی سے اپنے کو کم درجہ اور کم رتبہ سمجھتا تھا، وہ سخت پتھر، اونچے پہاڑ، بہتے دریا، سرسبز درخت، برستے پانی، دہکتی آگ، ڈراؤنے جنگل، زہریلے سانپ، ڈکارتے شیر، دودھ دیتی گائے، چمکتے سورج، درخشان تارون، کالی راتون، بھیانک صورتون، غرض دنیا کی ہر اُس چیز کو جس سے وہ ڈرتا تھا، یا جس کے نفع کا خواہشمند تھا، پوجتا تھا، اور اس کے آگے اپنی عبودیت کا سر جھکاتا تھا، محمد رسول اللہ صلعم نے آکر دنیا کو یہ پیغام دیا کہ "اے لوگو! یہ تمام چیزین تمھاری آقا نہین، بلکہ تم اُن کے آقا ہو، وہ تمھارے لئے پیدا کی گئی ہین، تم ان کے لئے پیدا نہین کئے گئے، وہ تمھارے آگے جھکی ہین، تم کیون اُن کے آگے جھکتے ہو، اے انسانو! تم اس ساری کائنات مین خدا کے نائب اور خلیفہ ہو، اس لئے یہ ساری مخلوقات اور کائنات تمھارے زیر فرمان کیگئی ہے، تم اُسکے زیر فرمان نہین کئے گئے، وہ تمھارے لئے ہے، تم اسکے لئے نہین ہو،

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً، (بقرہ-۴) (یاد کرو) جب تیرے خدا نے فرشتون سے کہا تھا مین زمین مین اپنا نائب بنانے والا ہون

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِي الْأَرْضِ، (انعام-۲۰) اور اسی (خدا) نے تم کو زمین مین اپنا نائب بنایا ہے،

اسی نیابت اور خلافت نے آدمؑ اور اولادِ آدم کو سب مخلوقات مین عزت اور بزرگی بخشی، وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ" اور ہم نے بہ تحقیق اور بلا شک وشبہہ آدمؑ

کی اولاد کو بزرگ بنایا، اب کیا یہ بزرگ ہوکر اپنے سے پست تر اور حقیر تر کے آگے سر جھکائے

اسلام نے انسانون کو یہ سمجھایا کہ یہ ساری دنیا تمھارے لئے بنائی گئی ہی،

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ (حج - ۹) کیا تم نے نہین دیکھا کہ خدا نے جو کچھ زمین مین ہی سب تمھارے بس مین دیدیا ہے،

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا، (بقرہ - ۳) اسی نے تمھارے لئے جو کچھ زمین مین ہے بنایا،

جانور تمھارے لئے پیدا ہوئے ہین،

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ (نحل - ۱) اور جانورون کو پیدا کیا، تمھارے لئے اُنکے اُون مین گرمی اور دوسرے فائدے ہین،

بارش، اس سے اُگنے والی سبزیان اور درخت تمھارے لئے ہین،

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ، يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (نحل - ۲) اسی (خدا) نے آسمان سے تمھارے لئے پانی اتارا، اس مین سے کچھ تم پیتے ہو اور کچھ سے درخت اُگتے ہین جس مین جانور چراتے ہو، وہی (خدا) تمھارے لئے کھیتی اور زیتون اور چھوہارے اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہی،

رات، دن، چاند، سورج اور تارے سب تمھارے لئے ہین،

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ، (نحل - ۲) اور اس نے رات اور دن اور چاند اور سورج کو تمھارے لئے کام مین لگایا، اور ستارے اس کے حکم سے کام مین لگے ہین،

دریا اور اس کی روانی بھی تمھارے لئے ہے،

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔ (نحل - ۲)

اور وہی (خدا ہے) جس نے دریا کو کام میں لگا رکھا ہے تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ، اور اس سے آرایش کے موتی پہننے کو نکالو، اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں سمندر کو پھاڑتی چلتی ہیں، اور تاکہ تم خدا کی مہربانی کو ڈھونڈھو اور شاید کہ تم اُسکا (شکر کرو)

اس معنی کی بہت سی اور آیتیں قرآنِ پاک میں ہیں، عارفِ شیراز نے اسی مطلب کو اس شعر میں ادا کیا ہے،

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ان آیتوں کے ذریعہ سے پیغامِ محمدیؐ نے یہ واضح کر دیا، کہ انسان کائنات کا سرتاج ہے، وہ خلافتِ الٰہی سے ممتاز ہے، وہ خلقِ کائنات کا مقصود ہے، اور لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ اس کا طغرا ہے، غور کرو کہ اس حقیقت کے فاش ہونے کے بعد انسان کے لئے کائنات کے کسی مظہر یا مخلوق کے آگے سر جھکانا جائز ہے؟ اور اس کے آگے خاک پر پیشانی رکھنا مناسب ہے؟

نادان انسانوں نے خود ایک دوسرے کو بھی خدا بنایا تھا، چاہے وہ اوتار بنکر آئے ہوں، یا تختِ جبروت پر قدم رکھکر فرعون و نمرود و شہنشاہ بنے ہوں، یا تقدس کا لبادہ اوڑھکر قسیس و راہب کہلائے ہوں، یا پوپ اور عالم و درویش بنکر اپنے کو معبود منوانا چاہا ہو، یہ بھی انسانیت کی تحقیر تھی، پیغامِ محمدیؐ نے اس کو جڑ سے کاٹ دیا،

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا اور نہ بنائے ہم میں سے ایک دوسرے کو اپنا ر(ب)

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ، (آل عمران - ۷) خدا کو چھوڑ کر،

یہان تک کہ نبیون کو بھی روا نہین کہ وہ یہ کہین،

کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (آلِ عمرٰن) خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ،

آنکھون سے پوشیدہ ہستیون مین فرشتے، اور آنکھون کے سامنے کی ہستیون مین انبیاؑ سب سے بلند ہین، مگر وہ بھی انسان کا معبود نہین ہو سکتے،

وَلَا یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا ، (آل عمران - ۸) اور وہ (خدا) یہ حکم نہین دیتا کہ فرشتون اور نبیون کو رب بناؤ،

الغرض انسانیت کا درجہ پیغامِ محمدیؐ کے ذریعہ سے اتنا بلند ہو گیا ہے کہ اس کی پیشانی سوائے ایک خدا کے کسی کے سامنے نہین جھک سکتی، اور اس کے ہاتھ اس ایک کے سوا کسی اور کے آگے نہین پھیل سکتے، جس سے وہ لینا چاہے اس کو کوئی دے نہین سکتا اور جس کو وہ دینا چاہے اس سے کوئی لے نہین سکتا،

وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ ، (زخرف - ۷) اور وہی آسمان مین خدا ہے، اور وہی زمین مین خدا ہے،

اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ، (اعراف - ۷) ہان اسی کے لئے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا،

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (انعام - ۷) حکومت صرف خدا کی ہے،

لَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ (فرقان - ۱) اس کی سلطنت مین کوئی شریک نہین،

اس پیغامِ محمدی کو سامنے رکھکر، ذرا توحید کے مسئلہ کو سمجھو تو معلوم ہو گا کہ علاوہ اس کے کہ اس نے انسانیت کے درجہ کو کہان تک بلند کیا، توحید کی حقیقت کو بھی کس طرح کھول دیا ہے، یہان "خدا" کے ساتھ کوئی "قیصر" نہین ہے، جو کچھ ہے اسی

خدا کا ہے، قیصر کا کچھ نہین، اسی کی حکومت ہے، اسی کی سلطنت ہی، اور اسی کی فرمانروائی ہے، اسی کا ایک حکم ہے، جو فرش سے عرش تک اور زمین سے آسمان تک جاری ہے،

عزیزو! اپنے سینون پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ، کہ ایک انسان اس نشۂ خلافت سے سرمست ہو کر کیا کسی غیر خدا کے آگے جھک سکتا ہے،؟ اندھیرا ہو یا روشنی، ہوا ہو یا پانی، بادشاہ ہو یا دشمن جنگل ہو یا پہاڑ خشکی ہو یا تری، کیا کبھی ایک صحیح مسلمان کا دل خدا کے علاوہ کسی سے ڈر سکتا ہے، اور کسی ہستی کی پروا کر سکتا ہی؟ ذرا اس روحانی تعلیم کی اخلاقی قوت کو دیکھو! اور پیغام محمدیؐ کی اس بلندی پر غور کرو،

۲- محمد رسول اللہ صلعم کا دوسرا اصولی اور بنیادی پیغام یہ ہے کہ انسان اصل خلقت مین پاک اور بے گناہ، اور اس کی فطرت کی لوح بالکل سادہ اور بے نقش ہے، وہ خود انسان ہی ہے، جو اپنے اچھے برے عمل سے فرشتہ یا شیطان، یعنی بیگناہ یا گنہگار بن جاتا ہے، اور اپنی فطرت کے سادہ دفتر کو سیاہ یا روشن کر لیتا ہے، یہ سب سے بڑی خوشخبری اور بشارت ہے، جو بنی نوع انسان کو محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ ملی، چین، برما اور ہندوستان کے تمام مذاہب آواگون اور تناسخ کے چکر مین مبتلا ہین، یونان کے بعض بے وقوف حکیم بھی اس خیال سے متفق ہین، مگر اس وہم نے انسانیت کو بے کار کر دیا، اور اس کی پیٹھ پر بڑا بھاری بوجھ رکھ دیا ہے، اس کے ہر عمل کو دوسرے عمل کا نتیجہ بتا کر اس کو مجبور کر دیا، اور اس کی ہر زندگی کو دوسری زندگی کے ہاتھ مین دے دیا ہے، اس عقیدہ کے مطابق کسی انسان کا دوبارہ پیدا ہونا ہی اس کی گنہگاری کی دلیل ہے، عیسائی مذہب نے بھی انسانیت کے اس بوجھ کو کم نہین کیا، بلکہ اور بڑھا دیا ہے، عیسائی مذہب نے یہ عقیدہ تعلیم کیا ہے کہ ہر انسان

اپنے باپ آدم کی گنہگاری کے سبب سے موروثی طور پر گنہگار ہے، خواہ اس نے ذاتی طور پر کوئی گناہ نہ کیا ہو، اس لئے انسانوں کی بخشایش کے لئے ایک غیر انسان کی ضرورت ہے جو موروثی گنہگار نہ ہو، تاکہ وہ اپنی جان دے کر بنی نوع انسان کے لئے کفارہ ہو جائے

لیکن محمد رسول اللہ صلعم نے اگر غمزدہ انسانوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ تم کو بشارت ہو کہ تم نہ اپنی پہلی زندگی اور کرم کے ہاتھوں مجبور و ناچار ہو، اور نہ اپنے باپ آدم کے گناہ کے باعث فطری گنہگار رہو، بلکہ تم فطرۃً پاک وصاف اور بے عیب ہو، اب تم خود اپنے عمل سے خواہ اپنی صفائی اور پاکی کو برقرار رکھو یا نجس و ناپاک بنجاؤ،

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ، وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ، لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ، ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (تین)

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر (مکہ) کی (کہ) البتہ ہم نے انسان کو بہترین اعتدال پر پیدا کیا، پھر ہم اس کو نیچے سے نیچے پہنچا دیتے ہیں، لیکن وہ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے

انسانوں کو پیغام محمدی کی یہ بشارت ہے، کہ انسان بہترین حالت، بہترین اعتدال اور راستی پر پیدا کیا گیا ہے، لیکن وہ اپنے عمل کی بنا پر نیک و بد ہو جاتا ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا، (شمس)

قسم ہے نفس کی، اور اس کے ٹھیک بنائے جانے کی، پھر ہم نے سمجھ دیدی اس کو بدی اور نیکی کی، تو کامیاب ہو وہ جس نے اس (نفس کو) پاک رکھا، اور ناکام ہوا وہ جس نے اس کو میلا کر دیا،

انسانیت کی فطری پاکی کے لئے اس سے زیادہ صاف پیغام اور کیا چاہئے،

سورۂ دہر مین پھر آتا ہے،

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا، اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا، (دہر ع-۱)	ہم نے انسان کو ایک بوند کے لچھے سے پیدا کیا، ہم پلٹتے رہے اس کو، پھر کر دیا ہم نے اس کو سنتا دیکھتا (انسان) ہم نے اسکو سوجھادی راہ، اب وہ یا حق مانتا ہے، "یا ناشکر ہے،

سورۂ انفطار مین ہے،

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ، فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ، (انفطار ع ۱)	اے انسان کاہے سے دھوکے مین پڑا تو اپنے بخشش والے رب کے متعلق جس نے تجھ کو پیدا کیا، پھر تجھ کو ٹھیک کیا، پھر تجھکو برابر کیا، جس صورت مین چاہا تجھ کو جوڑ دیا،

محمد رسول اللہ صلعم کی الہامی زبان مین دین اور فطرت ایک ہی معنی کے دو لفظ ہین، اصل فطرت دین ہے، اور گنہگاری انسان کی ایک بیماری ہے، جو باہر سے آتی ہے، قرآن مجید کہتا ہے،

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا، فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	سو تو باطل سے ہٹ کر اپنے آپکو دین پر سیدھا قائم رکھ، وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگون کو بنایا ہے، خدا کے بنائے مین بدلنا نہین، یہی سیدھا دین ہے، لیکن بہت

لَا یَعْلَمُوْنَ ، (روم - ۴) لوگ نہین جانتے ،

پیغمبر اسلام علیہ السّلام نے اپنے ایک پیغام مین اس آیت پاک کا مطلب پورے طور پر واضح کر دیا ہے، بخاری تفسیر سورۂ روم مین ہے کہ آپ نے فرمایا مَا مِنْ مولودٍ یولدُ اِلّا علی الفطرۃ، کوئی بچہ ایسا نہین جو فطرت پر پیدا نہین ہوتا، لیکن ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہین، جس طرح ہر جانور اصل مین صحیح و سالم بچہ پیدا کرتا ہے، کیا تم نے دیکھا کہ کوئی کان کٹا بچہ بھی وہ جنتا ہے، یہ کہکر آپ نے پھر اوپر کی آیت پڑھی،

غور کرو اس پیغامِ محمّدی نے بنی نوعِ انسان کو کتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے، اور انسان کے دائمی غم کو کس طرح مسرت سے بدل دیا، اور ہر انسان کو اپنی زندگی کے عمل مین کس طرح آزاد بنا دیا ہے،

۳ - ظہورِ محمّدی سے پہلے دنیا کی یہ کل آبادی مختلف گھرانون مین بٹی ہوئی تھی، لوگ ایک دوسرے سے ناآشنا تھے، ہندوستان کے رشیون اور منیون نے آریہ ورت سے باہر خدا کی آواز کے لئے کوئی جگہ نہین رکھی تھی، ان کے نزدیک پرمیشور صرف پاک آریہ ورت کے باشندون کی بھلائی چاہتا تھا، خدا کی رہنمائی کا عطیہ صرف انکی اور بہین کے بعض خاندانون کے لئے محفوظ تھا، زردشت خاکِ پاک ایران کی پاک نژاد کے سوا اور کہین خدا کی آواز نہین سنتا تھا، بنی اسرائیل اپنے خاندان سے باہر کسی رسول اور نبی کی بعثت اور ظہور کا حق نہین سمجھتے تھے، یہ پیغامِ محمّدی ہی ہے، جس نے پورب، پچھم، اُتر، دکھن ہر طرف خدا کی آواز سنی، اور بتایا کہ خدا کی رہنمائی کے لئے ملک قوم اور زبان کی تخصیص نہین، اس کی نگاہ مین فلسطین، ایران، ہندوستان اور عرب سب

برابر ہے، ہر جگہ اس کے پیغام کی بانسری بجی، اور ہر طرف اسکی رہنمائی کا نور چمکا،

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ — اور نہین ہر کوئی قوم مگر یہ کہ اس مین گذر چکا ایک

(فاطر) — ہشیار کرنے والا،

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ، (رعد) — اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے،

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا — اور ہم نے تجھ سے پہلے کتنے رسول انکی اپنی اپنی

اِلٰى قَوْمِهِمْ، (روم) — قوم کے پاس بھیجے،

ایک یہودی اپنی قوم سے باہر کسی پیغمبر کو تسلیم نہین کرتا، ایک عیسائی کے لئے بنی اسرائیل کے یا دوسرے ملکون کے رہنماؤن کو تسلیم کرنا ضروری نہین، اور ایسا کرنے سے اس کے سچے عیسائی ہونے مین کچھ فرق نہین آتا، ہندو دھرم کے لوگ آریہ ورت کے باہر خدا کی کسی آواز کے قائل نہین، ایران کے زردشتی کو اپنے ہان کے سوا دنیا ہر جگہ اندھیری معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ محمد رسول اللہ ہی کا پیغام ہے کہ ساری دنیا ایک ہی خدا کی مخلوق ہے، اور خدا کی نعمتون مین ساری قومین اور نسلین برابر کی شریک ہین، ایران ہو یا ہندوستان، چین ہو یا یونان، عرب ہو یا شام ہر جگہ خدا کا نور یکسان چمکا، جہان جہان بھی انسانون کی آبادی تھی، خدا نے اپنے قاصد بھیجے، اپنے رہنما اتارے، اور ان کے ذریعہ اپنے احکام سے سب کو مطلع فرمایا،

اسلام کی اسی تعلیم کا نتیجہ ہے، کہ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہین ہوسکتا، جب تک دنیا کے تمام پیغمبرون پر، پہلی آسمانی کتابون پر، اور گذشتہ ربانی الہامون پر یقین نہ رکھے، جن جن پیغمبرون کے قرآن مین نام ہین، ان کو نام بنام اور جن کے نام نہین معلوم یعنی قرآن نے نہین بتائے ہین وہ کہین بھی گذرے ہون،

اور ان کے جو نام بھی ہون ان سب کو سچا اور راستباز ماننا ضروری ہے مسلمان کون ہین؛

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ	جو ایمان رکھتے ہین اس پر جو اے محمد تم پر اترا اور
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۔ (بقرہ ۱)	اس پر جو تم سے پہلے اترا،

پھر سورۂ بقرہ کے بیچ مین فرمایا،

لٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ	لیکن نیکی اسکی ہے جو خدا پر، اور قیامت کے
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ	دن پر اور فرشتون پر اور کتاب پر اور تمام
وَالنَّبِیّٖنَ ۔ (بقرہ ۵)	نبیون پر ایمان لایا،

اسی سورہ کے آخر مین ہے کہ پیغمبر اور اس کے پیرو،

کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَ	سب ایمان لاے خدا پر، اور اس کے فرشتون
کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ	پر، اور اس کی کتابون پر، اور اس کے رسولون
اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۔ (بقرہ)	پر، ہم اسکے رسولون مین باہم فرق نہین کرتے،

یعنی یہ نہین کرسکتے کہ بعض پر ایمان لائین، اور بعض پر نہین، تمام مسلمانون کو حکم ہوتا ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ	اے ایمان لاچکنے والو! ایمان لاؤ، خدا پر، اور
وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ	اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے
عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ	اپنے رسول پر اتاری، اور اس کتاب پر
اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۔ (نساء ۲۰ ع)	جو پہلے اتاری گئی،

عزیزو! دنیا کی اس روحانی مساوات، انسانی اخوت و برادری، اور تمام سچے مذہبون، رہنماؤن اور پیغمبرون کے اس حقیقی ادب و تعظیم اور ان کی یکسان صداقت کا سبق محمد رسول اللہ صلعم کے سوا اور کس نے دیا ہے، اب بتاؤ کہ پیغمبر اسلام کی رحمت

عام ہمدردی اور رواداری کا دائرہ کتنا وسیع ہے، کہ اس سے انسانون کی کوئی بستی، اور بنی آدم کا کوئی گھرانا خالی نہین،

۴- تمام مذہبون نے عبد و معبود اور خدا و بندہ کے درمیان واسطے قائم کر رکھے تھے، قدیم تبخانون مین کاہن اور پوجاری تھے، یہودیون نے بنی لاوی اور ان کی نسل کو خدا اور بندہ کے درمیان عبادتون اور قربانیون مین واسطہ بنایا تھا، عیسائیون نے بعض حواریون اور ان کے جانشین پوپون کو یہ رتبہ دیا کہ وہ جو زمین پر باندھین گے وہ آسمان پر باندھا جائے گا، اور جو زمین پر کھولین گے وہ آسمان پر کھولا جائیگا، ان کو تمام انسانون کے گناہ معاف کرنے کا اختیار دیا گیا، ان کے بغیر کوئی عبادت نہین ہوسکتی، ہندوون مین برہمن خاص خدا کے داہنے ہاتھ سے پیدا ہوئے ہین، خدا اور بندہ کے درمیان وہی واسطہ ہین، ان کی وساطت کے بغیر کوئی ہندو عبادت نہین ہوسکتی، مگر اسلام مین پوجاریون کاہنون پوپون اور پادریون کی کوئی جماعت نہین ہے، یہان پریسٹ کلاس کا وجود نہین، یہان کھولنے اور باندھنے کا اختیار صرف خدا کو ہے، یہان گناہون کی معافی کا حق صرف اللہ کو ہے، عبد و معبود اور خدا اور بندہ کی عبادت اور راز و نیاز مین کسی غیر کو دخل نہین، ہر شخص جو مسلمان ہے نماز کا امام ہوسکتا ہے، قربانی کرسکتا ہے، نکاح پڑھا سکتا ہے، مذہب کے تمام مراسم بجالاسکتا ہے، یہان انسانون کو اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "اے لوگو! (بلا واسطہ) مجھے پکارو، مین تم کو جواب دونگا" کی صداے عام ہے، ہر شخص اپنے خدا سے باتین کرسکتا ہے، اپنی دعاؤن مین اس کو پکار سکتا ہے، اس کے آگے جھک سکتا ہے، اور دل کی عقیدت کے نذرانے بے واسطہ پیش کرسکتا ہے، یہان عبد اور معبود اور خدا و بندہ کے درمیان کوئی متوسط اور دخیل نہین، یہ سب سے بڑی آزادی ہے، جو محمد رسول اللہ

صلعم کے ذریعہ سے انسانون کو عطا ہوئی یعنی یہ کہ خدا کے معاملہ مین انسانون کو انسانون کی غلامی سے نجات ملی، ہر انسان اپنا آپ کاہن، پریسٹ، پوپ اور برہمن ہے،

۵- انسانون کی تعلیم و ہدایت کے لئے جو مقدس ہستیان وقتاً فوقتاً آتی رہین انکے متعلق ابتدا سے قومون مین صد درجہ عقیدتمندی کی افراط و تفریط رہی ہے، افراط یہ تھی، کہ نادانون نے ان کو خود خدا، یا خدا کا مثیل، یا خدا کا روپ اور مظہر ٹھہرایا، بابل، اسیریا، اور مصر کے ہیکلون مین کاہنون کی شان مثیلِ خدا کی تقرآتی ہو، ہندوون مین وہ اوتار کے رنگ مین مانے جاتے ہین، بودھون اور جینیون نے اپنے اپنے بودھون اور مہابیرون کو خود خدا تسلیم کر لیا، عیسائیون نے اپنے پیغمبر کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا، دوسری طرف تفریط یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے نزدیک ہر وہ شخص جو پیشین گوئی کر سکتا تھا، نبی اور پیغمبر تھا، ایک نبی کی نبوت کے لئے اتنا ہی کافی تھا، کہ وہ پیشین گوئی کرتا ہے، خواہ وہ گنہگار ہو، اخلاقی حیثیت سے قابلِ اعتراض ہو، خدا کی نگاہ مین اس کا کیسا ہی درجہ ہو، اس کا نیک اور معصوم ہونا بھی ضروری نہ تھا، اسی لئے بنی اسرائیل کے موجودہ صحیفون مین بڑے بڑے پیغمبرون کے متعلق ایسی حکایتین ملتی ہین جو صد درجہ لغو اور بیہودہ ہین،

اسلام نے اس منصبِ عظیم کی صحیح حیثیت مقرر کی، اور بتایا کہ انبیا، نہ خدا ہین نہ خدا کے مثیل ہین، نہ خدا کے اوتار ہین، نہ خدا کے بیٹے اور رشتہ دار ہین، وہ آدمی ہین، وہ محض آدمی ہین، وہ بشر ہین، اور خالص بشریت کے جامہ مین ہین، تمام انبیاؑ بشر تھے، اور آخری پیغمبر نے خود اپنے متعلق کہا کہ مین بشر ہون، کفار تعجب سے کہتے تھے، اَبَشَرًا رَّسُوْلًا، "کیا بشر رسول؟"

اسلام نے کہا، ہان!

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ، کہدے اے پیغمبر مین بھی تمھاری ہی طرح بشر ہون

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا، مین نہین ہون، لیکن بشر رسول،

خدا کے کارخانے کی کوئی چیز بالذات انبیاؑ کے اختیار مین نہین، اُن کو بالذات کسی مافوق طاقت بشری کام پر قدرت نہین انھون نے جو کچھ کیا وہ خدا کے اذن واشارہ سے

دوسری طرف یہ بتایا گیا ہے کہ وہ گو انسان اور بشر ہین، لیکن اپنے کمالات کی حیثیت سے تمام انسانون سے مافوق ہین، وہ خدا سے مکالمہ کرتے ہین، اُن پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے، وہ بے گناہ اور معصوم ہوتے ہین، تاکہ گنہگارون کیلئے نمونہ بنین، ان کے ہاتھون سے خدا اپنے اذن اور اشارہ سے اپنی قدرت کے عجائبات دکھاتا ہے، وہ لوگون کو نیکی کی تعلیم دیتے ہین، ان کی عزت وتعظیم اور اطاعت سب پر فرض ہے، وہ خدا کے خاص، سچے، اور مطیع بندے ہین جن کو خدا تعالیٰ اپنی رسالت اور پیغمبری کے منصب سے سرفراز کرتا ہے،

یہ ہے اعتدال اور درمیانی راہ جو پیغام محمدیؐ نے انبیاؑ اور رسولون کی نسبت قائم کی ہے، جو ہر قسم کی افراط وتفریط سے پاک ہے، اور اُس مذہب کے مناسب ہے جس نے دنیا مین توحید کی تکمیل کی،

دوستو! آج کی مجلس نے طول پکڑا، ابھی کہنے کی بہت کچھ باتین ہین،

شب آخر گشت وافسانہ از افسانہ می خیزد،

انشاء اللہ آیندہ مزید معروضات پیش کرونگا، رات زیادہ گئی ہے، اس لئے اب آج کی مجلس اس دائمی کامل اور عالمگیر معلم کے درود وسلام پر ختم ہوتی ہے،

۸

پیغامِ محمدیؐ

عمل

دوستو! آج میری اور آپ کی یک ماہہ ملاقات کا سلسلہ ختم ہوتا ہے، آج میری تقریر کی آٹھوین قسط ہے، مین نے چاہا تھا کہ ان دو اخیر تقریرون مین اسلام کے بنیادی امور کے متعلق تمام باتین آپکے سامنے پیش کردون مگر

صد سال می توان سخن از زلفِ یار بست

مسئلہ **توحید** کے متعلق تمام پہلے مذاہب مین جو حقیقت مین توحید ہی کا پیام لیکر اس دنیا مین آئے تھے، تین اسباب سے غلط فہمیان اور گمراہیان پیدا ہوئین، ایک جسمانی تشبیہ و تمثیل، دوسرے صفات کو ذات سے الگ اور مستقل ماننا، اور تیسرے افعال کی نیرنگی سے دھوکا کھانا، پیغامِ محمدیؐ نے ان گرہون کو کھولا، ان غلط فہمیون کو دور کیا، اور ان حقیقتون کو واضح کیا، سب سے پہلے تشبیہ و تمثیل کو لیجیے،

۱- خدا کو، خدا کی صفتون کو، اور خدا و بندہ کے باہمی تعلق کو واضح کرنے کے لئے خیالی یا مادی تشبیہین، اور تمثیلین، دوسرے مذاہب کے معتقدون نے ایجاد کین، نتیجہ یہ ہوا کہ

اصل خدا تو جاتا رہا، اور اس کی جگہ یہ تشبیہین اور تمثیلین خدا بن گئین، انہی تشبیہون اور تمثیلون نے مجسم ہو کر بتون کی شکل اختیار کر لی، اور بت پرستی شروع ہو گئی، خدا کو اپنے بندون کے ساتھ جو لطف و کرم، اور محبت اور پیار ہے اس کو بھی تشبیہ و تمثیل کے رنگ مین ادا کر کے مجسم کر دیا گیا، آرین قومون مین چونکہ عورت محبت کی دیبی ہے، اس لیے خدا اور بندہ کے تعلق کو، مان اور بیٹے کے لفظ سے ادا کیا گیا، اور اس لئے خدا ماتا کی شکل مین آگیا، بعض دوسرے ہندو فرقون مین اس بے کیف محبت کو زن و شو اور میان بیوی کے الفاظ مین ادا کیا گیا، سدا سہاگ فقیرون نے ساڑی اور چوڑی پہنکر اسی حقیقت کو نمایان کیا ہی، رومیون اور یونانیون مین بھی عورت ہی کی شکل مین خدا ظاہر ہوا ہے، سامی قومون مین عورت کا برملا ذکر تہذیب کے خلاف ہے، اس لئے خاندان کی اصل بنیاد باپ قرار دیا گیا ہے، اس طرح بابل واسیریا و شام کے کھنڈرون مین خدا مرد کی صورت مین جلوہ نما ہے، بنی اسرائیل کے ابتدائی تخیل مین خدا باپ اور تمام فرشتے اور انسان اس کی اولاد بتائے گئے ہین، بعد کو باپ خدا کی اولاد صرف بنی اسرائیل قرار پاتی ہے، بنی اسرائیل کے بعض صحیفون مین زن و شو کا تخیل بھی خدا اور بنی اسرائیل کے درمیان نظر آتا ہے، یہانتک کہ بنی اسرائیل اور یروشلم بیوی فرض کئے جاتے ہین، اور خدا شوہر بنتا ہے، عیسائیون مین باپ اور بیٹے کی تمثیل نے اصلیت اور حقیقت کی جگہ لے لی، عربون مین بھی اسی قسم کا تخیل تھا، خدا باپ تصور کیا جاتا تھا، اور فرشتے اس کی بیٹیان، پیغام محمدیؐ نے ان تمام تشبیہی اور تمثیلی صورتون، طریقون اور محاورون کو یک قلم موقوف کر دیا، اور ان کا استعمال شرک قرار دیا، اس نے صاف اعلان کیا لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ "اس جیسی اور اس کی مثل کوئی چیز نہین"۔ اس

ایک آیت نے شرک کی ساری بنیادون کو ہلا دیا، پھر ایک نہایت ہی چھوٹی سورہ کے ذریعہ سے انسانون کے سب سے بڑے وہم کو دور کیا،

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ٥

(اخلاص)

کہدے (اے پیغمبر) اللہ ایک ہی، اللہ (خود ہر چیز سے) بے نیاز ہے (اور تمام چیزین اسکی نیازمند ہین) نہ وہ جنتا ہو (جو اسکے اولاد ہو) اور نہ وہ جنا جاتا ہو (جو کسی کی اولاد ہو کر پھر خدا ہو) اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، (جو زن و شو کا رشتہ قائم ہو سکے،)

اس ایک سورہ مین جو قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورہ ہے، توحید کی نکھری ہوئی صورت ظاہر ہوئی ہے، جس کی بنا پر دینِ محمدیؐ ہر قسم کے شرک کے مغالطون سے پاک ہو گیا ہے،

دوستو! اس کے یہ معنی نہین ہین کہ پیغامِ محمدیؐ نے خدا اور بندہ کے درمیان محبت، پیار اور لطف و کرم کے تعلقات کو توڑ دیا ہے، نہین اس نے ان تعلقات کو اور زیادہ پیوستہ اور مضبوط کر دیا ہے، لیکن ان تعلقات کے ادا کرنے مین جو جسمانی تعبیرین مختلف انسانی شکلون مین تھین صرف اُن کو توڑ دیا ہے، اسلئے کہ اول تو یہ انسانی طریقۂ ادا حقیقت سے بہت کم رتبہ ہے، یعنی اس کی نگاہ مین عبد و معبود کے درمیان جو تعلق ہے اس کے مقابلہ مین باپ، بیٹے، مان بیٹیان یا زن و شو کا تعلق محض ہیچ اور بالکل کم درجہ ہے، دوسرے یہ کہ ان تعبیرون سے شرک کی غلطیان پیدا ہوتی ہین، اسی لئے اسلام نے یہ کہا اُذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ

اٰبَآءَ کُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا، تم اللہ کو اسی طرح یاد کرو جیسے اپنے باپون کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بہت بڑھ کر (یاد کرو) دیکھو کہ اس آیت مین محبت الٰہی کو ادا کرنا تھا تو یہ نہین کہا کہ "خدا تمھارا باپ" یعنی خدا اور باپ کے رشتہ کو مشبہ اور مشبہ بہ نہین بنایا، بلکہ خدا کی محبت اور باپ کی محبت کو باہم مشبّہ اور مشبّہ بہ قرار دیا، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اس نے اس جسمانی رشتہ کو گو چھوڑ دیا، لیکن اس جسمانی رشتہ کی محبت کو باقی رکھا، آگے بڑھ کر اس نے کہا، بلکہ باپ سے بہت زیادہ خدا سے محبت رکھنی چاہئے؛ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا، اس سے ظاہر ہوا کہ اس رشتہ کی محبت کو وہ خدا اور بندہ کی محبت اور تعلق کے مقابلہ مین کم رتبہ اور ہیچ سمجھتا ہے، اور اس مین ترقی کی ضرورت محسوس کرتا ہے، وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ "ایمان والے سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہین"، اسلام خدا کو ابو العالمین دنیا کا باپ نہین کہتا بلکہ رَبُّ الْعَالَمِیْن دنیا کا پالن ہار کہتا ہے، کیونکہ اس کی نگاہ مین اَبْ سے رَبّ کا رتبہ بہت بلند ہے، باپ کا تعلق بیٹے سے آنی اور عارضی ہے، مگر رب کا تعلق اپنے مربوب سے اس کی خلقت اور وجود کے اولین لمحہ سے لیکر آخرین لمحہ تک برابر بلا انقطاع قائم رہتا ہے، اسلام کا خدا وَدُوْدٌ ہے یعنی محبت والا رَءُوْفٌ ہے، یعنی ایسی رافت اور محبت والا، جو باپ کو اپنے بیٹے سے ہے، حنّان ہے، یعنی ایسی محبت والا جیسی مان کو اپنے بیٹے سے ہے، مگر وہ نہ باپ ہے اور نہ مان بلکہ ان تشبیہون سے پاک ہے،

۲- حضرات اقدیم مذاہب کے عقیدۂ توحید مین غلط فہمیون کا دوسرا سبب صفات کا مسئلہ ہے یعنی صفات کو ذات الٰہی سے الگ مستقل وجود کے طور پر تسلیم کرنا، ہندوون

کے عام مذہب مین جو خداؤن کا لاتعداد لشکر نظر آتا ہے، وہ حقیقت مین اسی غلطی کا نتیجہ ہے، کہ ہر ایک صفت کو انھون نے ایک علٰحدہ اور مستقل وجود مان لیا، اور اس طرح ایک خدا کے ۳۳ کرور خدا بن گئے۔ تعداد چھوڑ کر صفات کی تشبیہ اور تمثیل بھی انھون نے مجسم کر کے پیش کی، خدا کی صفت قوت کو ظاہر کرنا تھا، تو انھون نے اسے واقعی ہاتھ کے ذریعہ سے ظاہر کیا، اور اس کی جسمانی تمثیل مین کئی کئی ہاتھ بنا دیئے، خدا کی حکمت بالغہ کو سمجھانا تھا، تو ایک سر کے بجائے دو سر کی مورت کھڑی کر دی،

ہندو مذہب کے فرقون پر غور کرو، تو معلوم ہوگا کہ وہ اسی ایک مسئلہ صفات کے تجسم اور مستقل وجود کے تخیل سے مختلف فرقون مین بٹ گئے ہین، خدا کی تین بڑی صفتین ہین خالقیت، قیومیت اور ممیتیت، یعنی پیدا کرنے والا، قائم رکھنے والا، اور فنا کر دینے والا ہندو فرقون نے ان صفتون کو تین مستقل شخصیتین تسلیم کر لیا، اور برہما، وشنو، اور شیو یعنی خالق، قیوم، اور ممیت، تین مستقل ہستیان بن گئین اور برہمن، وشنو پرست اور شیو پرست تین الگ الگ فرقے ہو گئے، اور تینون کے پوجنے والے الگ ہو گئے، لنگایت فرقہ نے خالقیت کی صفت کو اپنا خدا ٹھہرا کر مرد و عورت کے آلات تولید کو اس خالق کا مظہر مان لیا، اور اُن کی تصویر پوجنی شروع کر دی،

عیسائیون نے خدا کی تین بڑی صفتون، یعنی حیات، علم، اور ارادہ کو تین مستقل شخصیتین تسلیم کر لیا، حیات باپ ہے، علم روح القدس ہے، اور ارادہ بیٹا ہے،

اسی قسم کی چیزین رومی، یونانی اور مصری تخیل مین بھی ملتی ہین لیکن محمد رسول اللہ صلعم کے پیغام نے اس غلطی کا پردہ چاک کر دیا، اور صفات کی نیرنگی سے دھوکا کھا کر ایک کو چند سمجھنا انسان کی جہالت اور نادانی قرار دیا، قرآن نے کہا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب خوبیان اسی ایک پروردگار عالم اللہ کے لئے ہین، وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى سب اچھی صفتین اسی کے لئے ہین، اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ ہی آسمان و زمین کا نور ہے، عرب مین اسی ہستی کو صفت رحم سے متصف کرکے عیسائی اس کو رحمان کہتے تھے، عام مشرکین عرب اس کو اللہ کہتے تھے، قرآن نے کہا، قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یعنی اس کو اللہ کہکر پکارو یا رحمان کہہ کر، جو کہہ کر پکارو، سب اچھے نام یا اچھی صفتین اسی کی ہین، فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (شوریٰ) پس خدا وہی یار ہے، یا وہی کام بنانے والا ہے، وہی مردون کو زندہ کرتا ہے، اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ، ہشیار بے شک وہی خدا غفور اور رحیم ہے، بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے، هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ط وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ (دخان) "وہی آسمان مین خدا ہے، اور وہی زمین مین خدا ہے، اور وہی حکیم و علیم حکمت والا اور جاننے والا ہے" اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (دخان) "وہی سننے والا علم والا ہے، جو آسمانون کا اور زمین کا اور جو کچھ آسمانون اور زمین کے بیچ مین ہے سب کا رب ہے، اگر تم کو یقین آئے، اس کے سوا کوئی خدا نہین، وہی جلاتا ہے، اور وہی مارتا ہے، وہی تمھارا اور تمھارے پہلے باپ دادون کا رب ہے" یعنی وہی برہما ہے، وہی شیو ہے، وہی وشنو ہے، تینون ایک ہی کی صفتین ہین، صفات کے تعدد اور اختلاف سے موصوف مین تعدد اور اختلاف نہین،

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ
الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ
الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ،

(جاثیہ ع ۴)

خداہی کے لئے سب خوبی ہے، جو رب ہے آسمانون
کا اور رب ہے زمین کا، رب ہے سارے جہان
کا، اور اسی کو ہے سب بڑائی آسمانون مین
اور زمین مین، اور وہی زبردست (اور)
حکمت والا ہے،

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ اللّٰهُ
الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ
الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ
الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ، هُوَ
اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى، يُسَبِّحُ لَهٗ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ،

(حشر ع ۳)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی اللہ نہین،
چھپے اور کھلے کا جاننے والا، وہی ہے مہربان
رحم والا، وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی
اللہ نہین وہ بادشاہ، پاک، صلح و
امن، امن دینے والا، پناہ مین لینے
والا، زبردست دباؤ والا ہے، بڑائیون
والا، پاک ہے اللہ ان باتون سے جنکو
یہ مشرک لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہین
وہی خدا ہے جو خالق ہے، جو عدم سے لانے والا
ہے، جو صورتگری کرنے والا ہے، اسی کیلئے
ہین سب اچھے نام (یا سب اچھی صفتین)
جو کچھ آسمانون مین اور زمین مین (مخلوقات)
ہے، سب اس کی تسبیح پڑھتی ہین وہی
غالب (اور) دانا ہے،

ان صفتون والے خدا کو ہم نے صرف پیغام محمدیؐ ہی کے ذریعہ سے جانا ہے، ورنہ دوسرون نے تو ذات سے صفات کو الگ کرکے ایک خدا کے چند ٹکڑے کر ڈالے تھے، سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ سے مراد وہی شرک ہے جو صفات کو ذات سے الگ کرکے لوگون نے اختیار کیا تھا، اس آخری پیغام نے بتایا کہ وہی اللہ ہے، وہی خالق ہے، وہی باری ہے، وہی مصوّر ہے، وہی مَلِک ہے، وہی قدوس ہے، وہی مومن ہے، وہی عزیز و جبّار ہے اور وہی رحمان و رحیم ہے، ایک ہی ذات کی یہ سب صفتین ہین، اور وہ ایک ہے،

۳۔ شرک کا تیسرا سرچشمہ افعالِ الٰہی کی نیرنگی ہے، لوگون نے غلطی سے یہ سمجھا کہ ان مختلف افعال کی کرنے والی مختلف ہستیان ہین، کوئی مارتی ہے، کوئی جلاتی ہے، کوئی لڑائی لڑواتی ہے، کوئی صلح کراتی ہے، کسی کا کام محبت ہے، کسی کا کام عداوت ہے، کوئی علم کا دیوتا ہے، کوئی دولت کی دیبی ہے، غرض ہر کام کے لئے الگ الگ سیکڑون خدا ہین، اسلام نے ان نادانون کو بتایا کہ یہ سب ایک ہی خدا کے کام ہین،

تمام افعال کی دو بڑی تقسیمین ہین، ایک خیر اور ایک شر، یا یون کہو کہ ایک اچھی اور دوسری بُری، اس خیال سے کہ ایک ہی ذات سے خیر و شر کے دو متضاد کام نہین ہو سکتے، زر وشتیون نے خیر اور اچھے کامون اور اچھی چیزون کے لئے الگ خدا، شر اور برے کامون اور بری چیزون کے لئے الگ خدا ٹھہرایا، پہلے کا نام یزدان اور دوسرے کا نام اہرمن رکھا، اور دنیا کو اس یزدان اور اہرمن کی باہمی کشمکش کا معرکہ گاہ ٹھہرایا، یہ غلطی اس لئے ہوئی کہ وہ خیر و شر کی حقیقت نہین سمجھ سکے، دوستو! خیر و شر دنیا مین کوئی چیز نہین ہے، کوئی شے اپنی اصل کے لحاظ سے نہ خیر ہے نہ شر، وہ خیر اور شر

انسانون کے صحیح استعمال یا غلط استعمال سے بنجاتی ہے، فرض کرلو آگ ہے، اگر اس سے کھانا پکاؤ یا انجن چلاؤ یا غریب کو تاپنے کو دو تو یہ خیر ہے، اور اگر اسی سے کسی غریب کا گھر جلادو تو یہ شر ہے، آگ اپنی اصل کے لحاظ سے نہ خیر ہے نہ شر تم اپنے استعمال سے اس کو خیر یا شر بنا دیتے ہو، تلوار خود نہ خیر ہے نہ شر تم اس کو جیسا استعمال کرو، ویسی ہی ہے، تاریکی نہ خیر ہے نہ شر، اگر تم اس کو لوگون کے گھر مین چوری کا ذریعہ بناؤ تو شر، اور اگر اپنے کو چھپا کر نیکیون کے کرنے کا وقت بناؤ، یا انسان کے حواس کے آرام و سکون اور راحت کا ذریعہ بناؤ تو خیر ہے،

خدا نے یہ کائنات بنائی، آسمان و زمین بنائے، مادہ کو خلق کیا، اشیا مین خاصیتین رکھین، اور ان کو مختلف قوتین بخشین، پھر انسان کو بنایا، اس کو دل و دماغ بخشا، عقل و حکمت دی، اب دیکھو کہ ایک انسان اس کائنات کی ترتیب، اشیا کی ترکیب اور خاصیتون کو دیکھ کر ایک خالق و قادر کی صنعت کاری اور صورت گری پر تعجب کرتا ہوا فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ پڑھ کر حضرت ابراہیمؑ کی طرح یہ پکار اٹھتا ہے، اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ "مین نے اپنا منھ سب طرف سے پھیر کر اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانون کو اور زمین کو پیدا کیا، اور مین مشرکون مین نہین ہون" دوسری طرف اسی مادہ اور اس کی قوتون اور خاصیتون کی ظاہر داریون مین پھنسکر انسان کے دل و دماغ کی عقل و حکمت خدا کا انکار کر بیٹھتی ہے، اور مادہ ہی کو اصل کائنات اور علۃ العلل سمجھنے لگتی ہے، اور یہ کہہ اٹھتی ہے، وَمَا هِیَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (جاثیہ) "اس دنیاوی زندگی کے علاوہ پھر کوئی دوسری زندگی نہین،

ہم مرتے اور جیتے ہین، اور ہم کو زمانہ کے سوا کوئی اور نہین مارتا" کائنات اور اس کے عجائبات اور خواص، ہر شخص کے سامنے ایک ہی ہین، البتہ دماغ ہزارون ہین، اُن کو دیکھ کر ایک دماغ خداپرست ہوجاتا ہے، اور دوسرا گمراہ اور دہریہ بنجاتا ہے، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ایک ہی چیز ہے، جو ہدایت کرنے والی اور گمراہ کرنے والی دونون ہے، یا یون کہو کہ کائنات اپنی اصل کے لحاظ سے نہ ہدایت کرنے والی ہے، نہ گمراہ کرنیوالی، تم اپنی عقل کے اختلاف سے ہدایت پاتے ہو، یا گمراہ ہوجاتے ہو، تو گویا ایک ہی کائنات ہادی بھی ہے، اور مضل بھی، جس طرح خدا کے اس کام (مادہ) کے دونون نتیجے ہین، اسی طرح خدا کے پیغام کے بھی دونون نتیجے ہین، اسی قرآن یا انجیل کو پڑھ کر ایک انسان خدا کو پہچانتا ہے، اور تسلی پاتا ہے، اور دوسرے کے دل مین شبہے پیدا ہوتے ہین، خطرات آتے ہین، اور انکار کی طرف مائل ہوجاتا ہے، پیغام ایک ہے، البتہ دل دو ہین، اور یہ دونون دل اور دونون دماغ ایک ہی خالق کے مخلوق ہین، دو خالق نہین ہین، نتیجہ کیا نکلا؟ یہ نکلا کہ افعال کی دوئی فاعل کی دوئی کی دلیل نہین، یہ تمام نیرنگیان ایک ہی قدرت کے تماشے ہین، خیر و شر دونون اسی کے ہاتھ مین ہین، ہدایت اور ضلالت دونون ادھر ہی سے ہے،

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا، وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ	اپنے اس کلام کے ذریعہ وہ (خدا) بہتون کو راہِ راست نہین دکھاتا، (یا گمراہ کرتا ہے،) اور بہتون کو راہِ راست دکھاتا ہے، انہی کو راہِ راست نہین دکھاتا جو خدا کے عہد کو باندھکر توڑتے ہین، جو اس کو کاٹتے ہین، جس کے

فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ　　جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے، اور جو زمین مین

(بقرہ ۳-۳)　　فساد کرتے ہین یہی ہین گھاٹا اٹھانے والے،

وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ (بقرہ ۳۶) خدا کافرون کو ہدایت نہین دیتا،

ان آیتون سے معلوم ہوگا کہ ہدایت اور ضلالت دونون کی علۃ العلل وہی ہے، مگر دونون کے لئے ابتدائی محرکات تمھارے ہی ہوتے ہین، تم نے فسق کیا، قطع رحم کیا، فساد کیا، کفر کیا تو اس کے بعد ضلالت آئی، ضلالت پہلے، اور فسق و فجور بعد کو نہین آیا،

خدا نے انسان کو پیدا کیا، اور بتا دیا کہ یہ راستہ منزلِ مقصود کو جاتا ہے، اور یہ عمیق غار ہین اُن کو بیجا کے گرا دیتا ہے، فرمایا،

اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا　　ہم نے راستہ اس کو دکھا دیا، (تو) وہ (پھر)

وَّاِمَّا کَفُوْرًا۔ (دھر)　　یا شکر گذار بنجاتا ہے، یا کافر بنجاتا ہے،

تمام دنیا کی اچھی بُری چیزون کا وہی ایک خالق ہے، ارشاد ہوا،

اَللّٰہُ رَبُّکُمْ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰہَ　　اللہ تمھارا رب ہر چیز کا وہی خالق ہے اس کے

اِلَّا ھُوَ، (مومن)　　سوا کوئی اللہ نہین،

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ،　　اور خدا نے تم کو پیدا کیا اور جو تم بناتے ہو

(صافات ۳)　　اس کو پیدا کیا،

لیکن:-

اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی　　اس نے ہر چیز کو اسکی صورت بخشی، پھر ہدایت

(طٰہٰ ۲)　　دے دی،

اب تم ہو جو اسکو ہدایت اور ضلالت اور خیر و شر بنا لیتے ہو، اگر غلط راہ پر چلے تو ضلالت ہوئی، صحیح راہ پر چلے تو ہدایت ہوئی، صحیح مصرف مین استعمال کیا تو خیر، اور غلط استعمال کیا تو شر، ورنہ کوئی چیز اپنی اصل کی رو سے ہدایت ہے نہ ضلالت، خیر ہے نہ شر، اس لئے خیر و شر کو دو چیزین سمجھ کر دو خدا کی ضرورت نہین، بلکہ ایک ہی خدا ہے، جو ان دونون کا خالق ہے،

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ، (فاطر ع - ۱)

کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، وہی تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہین، تو تم کدھر الٹے جاتے ہو،

خدا نے اپنا پیغام تمھارے سپرد کر دیا، اب تم اس کو مانو یا نہ مانو،

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ، (فاطر ع - ۴)

پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندون مین سے چن لیا تو اُن مین کوئی اپنی جان کا برا کرتا ہے، اور کوئی اُن مین سے بیچ کی چال چلتا ہے، اور کوئی خدا کے حکم سے خوبیان لیکر آگے بڑھ جاتا ہے،

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ، (شوریٰ ع - ۴)

اور جو پڑے تم پر مصیبت، سو اس کا بدلہ ہے جو تمھارے ہاتھون نے کمایا، اور وہ معاف کرتا ہے بہت سی باتون کو،

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ

ہر نفس مین خدا نے اس کی گنہگاری اور

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ، (شمس)

نیکو کاری الہام کردی ہو تو جس نے اس (نفس) کو پاک کیا، اس نے نجات پائی اور جس نے اس کو مٹی مین ملایا وہ ناکام ہوا،

۴۔ خدا کی عبادت ہر مذہب مین تھی اور ہے لیکن قدیم مذاہب مین ایک عام غلط فہمی پھیل گئی تھی کہ عبادت کا مقصود جسم کو تکلیف دینا ہے، یا دوسرے لفظون مین یہ کہو کہ یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ جس قدر اس ظاہری جسم کو تکلیف دیجائے گی، اسی قدر روحانی ترقی ہوگی، اور دل کی اندرونی صفائی اور پاکی بڑھے گی، اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوؤن مین عام طور سے جوگ اور عیسائیون مین رہبانیت پیدا ہوئی، اور بڑی بڑی مشکل ریاضتون کا وجود ہوا، اور اُن کو روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھا گیا، کوئی عمر بھر نہانے سے پرہیز کرلیتا تھا کوئی عمر بھر ٹاٹ یا کمل اوڑھے رہتا تھا، کوئی ہر موسم مین یہانتک کہ شدید جاڑون مین بھی ننگا رہتا تھا، کوئی عمر بھر کھڑا رہتا تھا، کوئی عمر بھر کے لئے غار مین بیٹھ جاتا تھا، کوئی ساری عمر دھوپ مین کھڑا رہتا تھا، کوئی عمر بھر کے لئے کسی چٹان پر بیٹھ جاتا تھا، کوئی عہد کرلیتا تھا، کہ پوری زندگی صرف درختون کی پتیان کھا کر گذارے گا، کوئی عمر بھر تجرد مین گذار دیتا تھا، اور قطعِ نسل کو عبادت سمجھتا تھا، کوئی ایک ہاتھ ہوا مین کھڑا رکھکر سکھا ڈالتا تھا، کوئی حبس دم یعنی سانس روکنے کو عبادت جانتا تھا، کوئی درخت مین اُلٹا لٹک جاتا تھا، یہ تھا اسلام سے پہلے خدا پرستی کا اعلیٰ درجہ اور روحانیت کی سب سے ترقی یافتہ شکل، پیغامِ محمدی نے آکر انسانون کو ان مصیبتون سے نجات دلائی، اور بتایا کہ یہ روحانیت نہین جسمانی تماشے ہین، ہمارے خدا کو جسم کی شکل نہین، بلکہ دل کا رنگ مرغوب ہے، طاقت سے زیادہ تکلیف اس کی شریعت مین نہین،

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا، خدا کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ کا
(بقرہ - ۴۰) حکم نہین دیتا،

اسلام نے اس رہبانیت کو بدعت قرار دیا اور کہا،

وَرَہْبَانِیَّۃَ ابْتَدَعُوْہَا، مَا اور رہبانیت جس کو انھون (عیسائیون) نے
کَتَبْنٰہَا عَلَیْہِمْ، دین مین داخل کر دیا ہم نے اُن پر اس کو فرض
(حدید - ۴) نہین کیا تھا،

اور آنحضرت صلعم نے اعلان کیا،

لَا صَرُوْرَۃَ فِی الْاِسْلَامِ (ابوداؤد) اسلام مین رہبانیت نہین،

جن لوگون نے خدا کی پیدا کی ہوئی جائز لذتون کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، اُن سے قرآن نے یہ سوال کیا،

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ کہو کس نے اللہ کی آرایش جسکو اس نے اپنے
لِعِبَادِہٖ، (اعراف - ۴) بندون کیلئے پیدا کیا، حرام کی،

یہان تک کہ خود پیغمبر اسلام علیہ السّلام نے ایک دفعہ اپنے اوپر شہد حرام کر لیا تو تنبیہ ہوئی،

یٰٓاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اے پیغمبر خدا نے جس کو تیرے لئے حلال کیا ہے
اللّٰہُ لَکَ، (تحریم - ۱) اس کو حرام کیون کرتا ہے،

پیغامِ محمدیؐ نے سب سے پہلی دفعہ دنیا کو بتایا کہ عبادت کا مقصود فقط ایک ہے اور وہ یہ کہ بندہ خدا کے آگے اپنی بندگی کا اقرار کرے،

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ جو میری عبادت سے سرکشی کرتے ہین عنقریب

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (مومن ع۶) جہنم مین ذلت کیساتھ داخل ہونگے،

یعنی عبادت یہی ہے کہ بندہ مین سرکشی نہ ہو، یہی چیز عبادات کے مختلف ارکان کو بجا لاکر انسان ظاہر کرتا ہے، کہ وہ خدا سے سرکش نہین، بلکہ اس کا اطاعت گذار اور فرمانبردار ہے،

اسلام مین عبادت کی غایت اور نتیجہ کیا ہے؟ فقط حصولِ تقویٰ،

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ	اے لوگو! تم اپنے اس رب کی عبادت کرو
الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ	جس نے تم کو اور تم سے پہلون کو پیدا کیا تاکہ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ، (بقرہ ع ۳)	تم کو تقویٰ حاصل ہو،

نماز سے فائدہ یہ ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ	یقیناً نماز کھلی بدکاریون اور ناپسندیدہ
وَالْمُنْكَرِ، (عنکبوت ع ۵)	باتون سے روکتی ہے،

روزون سے مقصود یہ ہے،

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ	اے مسلمانو! تم پر اسی طرح روزہ فرض کیا
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ	گیا، جس طرح تم سے پہلون پر فرض کیا،
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ، (بقرہ ع ۲۳)	تاکہ تم کو تقویٰ حاصل ہو،

حج سے مطلب یہ ہے،

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا	تاکہ اپنے نفع کی جگہون پر لوگ پہنچین اور تاکہ
اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى	چند معلوم دنون مین جو جانورون کی روزی

مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ، (حج ع۴) اللہ نے انکو دی ہو، اس پر اللہ کو یاد کرین،

زکوٰۃ سے مقصود اپنے دل کی صفائی اور غریبون کی مدد ہے،

اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی، وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی (اللیل)	جو دیتا ہے اپنا مال دل کی صفائی کرنے کو اور نہ اس لیے کہ کسی کا کوئی احسان اس کے ذمہ ہے جس کا بدلہ چکانا ہے، صرف خدائے برتر کی طلب رضا مقصود ہے،

نکاح کرنا، اور نسل کو ترقی دینا اسلام کے پیغمبر کی سنت ہے، آپنے فرمایا،

النکاح من سنتی ومن رغب عن سنتی فلیس منی ۔	نکاح میرا طریقہ ہے، اور جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہین،

قرآن مجید نے اولاد و ازواج کو آنکھون کی ٹھنڈک بتایا، اور مسلمانون کو اس خواہش کا متمنی قرار دیا،

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ ۔ (الفرقان ع ۶)	اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ خداوندا ہم کو ہماری بیبیون اور بچّون کے ذریعہ سے آنکھون کی ٹھنڈک عطا کر،

منجملہ دوسری عبادتون کے ایک عبادت قربانی بھی تھی، لوگ اپنے آپ کو دیوتاؤن پر قربان کر دیتے، اپنی اولاد کو اپنی ملک سمجھتے اور ان کو بھینٹ چڑھا دیتے تھے، دیوتاؤن کو خون کے چھینٹے دیئے جاتے تھے، جو جانور قربانی کئے جاتے تھے اُن کا گوشت جلایا جاتا تھا، کہ اس کا دھوان دیوتاؤن کو خوش آتا تھا، یہودی اسی لئے قربانی کے گوشت کو جلاتے تھے، لیکن محمدؐ رسول اللہ صلعم نے آکر بتایا کہ قربانی سے مقصود کیا ہے، آپ کے پیغام نے انسانون کی قربانی قطعاً موقوف کر دی

جانورون کی قربانی جائز رکھی، مگر نہ تو اُن کے خون کے چھینٹے دینے کا حکم دیا، اور نہ گوشت کے جلانے کا، اس نے قربانی کی مصلحت یہ بتائی،

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ، لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا، وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ۔

(حج - ۵)

اور حج کی قربانیون کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے نام کی نشانی بنائی، تمہارے لئے ان قربانیون میں بھلائی ہے، تو اُن پر اللہ کا نام پڑھو قطار باندھ کر، اور جب وہ ذبح ہو چکین تو ان مین سے کچھ تم خود کھاؤ، اور باقی صابر اور بے قرار غریبون کو کھلا دو، اسی طرح ہم نے یہ جانور تمہارے بس مین دیدیئے ہین، تاکہ تم ہمارا شکرادا کرو، ہرگز اللہ کو ان قربانیون کا گوشت اور خون نہین پہنچتا، لیکن تمہارے دل کا تقویٰ اس کو پہنچتا ہے، اسی طرح ان کو تمہارے بس مین دے دیا تاکہ اس بات پر کہ خدا نے تم کو راہ سوجھائی، اس کی بڑائی کرو، اور نیکی والون کو (اے پیغمبر) بشارت سنا دے،

اسی قربانی کے غلط عقیدہ نے یہ مسئلہ پیدا کر دیا تھا کہ ہر انسان کو اپنی جان پر آپ قابو ہے، اور وہ اس کی ملکیت ہے، اسی طرح اس کی اولاد کی جان بھی اسکی ملکیت ہے، بیوی کی جان اس کے شوہر کی ملکیت ہے، اس ایک غلط اصول نے خودکشی، دخترکشی، اولاد کو بھینٹ چڑھا دینا، یا ان کو مار ڈالنا، اور شوہر کے مرنے

کے بعد بیوی کا ستی ہو جانا، سیکڑون انسانیت کش رسوم پیدا کر دیئے تھے، پیغام محمدی نے ان سب کی بیخ کنی کر دی، اس نے اپنا اصول یہ مقرر کیا کہ تمام جانین، صرف خدا کی ملکیت ہین، اور ان کا قتل صرف خدا کے حق کی بنا پر ہو سکتا ہے، اسی لئے غیر خدا کے نام پر جو جانور ذبح کیا جائے اس کا کھانا جائز ہے، خودکشی کرنے والون پر اپنی جنت بھی اس نے حرام کر دی، اسلام کے سوا تمام دنیا مین اور اس وقت بھی یورپ اور امریکہ جیسے مہذب ملکون مین مشکلات سے بچنے کی بہترین تدبیر خودکشی سمجھی جاتی ہے، قانون اس کو روکنا چاہتا ہے، اور نہین روک سکتا، کیونکہ ہر شخص اپنی جان کو اپنی ملکیت سمجھ رہا ہے، اور اس کو دنیا کی مصیبتون سے چھٹکارے کا ذریعہ یقین کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس موت کے بعد یا تو کوئی زندگی نہین، اور اگر ہے بھی تو خدا ہم سے ہمارے اس فعل کی کچھ باز پرس نہ کرے گا، مگر اسلام نے بتایا کہ ہر جان ہماری نہین، بلکہ خدا کی ملکیت ہے، اور اس لئے خودکشی کے ذریعہ سے مصیبتون سے چھٹکارے کا خیال غلط ہے، کیونکہ اس طرح سے اپنی جان دینے پر دوسری دنیا مین مصیبتون سے بھی زیادہ پُر مصیبت زندگی شروع ہو جائے گی،

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا، وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ؕ (نساء ع ۵)	اور نہ مارو جان جو منع کی ہو اللہ نے مگر حق پر اور اپنے آپ کو نہ مارو، بے شک خدا تم پر مہربان ہے (اور اس لئے مہربانی کے سبب سے تم کو یہ حکم دیتا ہے) اور جو خدا کے حکم سے آگے بڑھکر اور اپنے آپ پر ظلم کر کے ایسا کریگا، تو ہم اسکو دوزخ کی آگ مین بٹھائین گے

دخترکشی عرب مین جاری تھی، ہندوستان کے راجپوتون مین جاری تھی، دنیا کے اور ملکون مین جاری تھی، عرب مین تو یہ سنگدلی تھی کہ لڑکیون کو زندہ دفن کردیتے تھے، پیغام محمدی کے ایک فقرہ نے اس رسم باطل کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا،

وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۔ (تکویر)

اور جس دن زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ وہ کس گناہ مین ماری گئی،

اپنی اولاد کو قتل کرنا عرب مین جرم نہ تھا، آج بھی اس تہذیب کے عالم مین کثرت سے بچے اس لئے قتل کردیئے جاتے ہین کہ اُن کی پرورش کا پاس سامان نہین، کہا جاتا ہے کہ ملک کی پیداوار کم ہے، اس لئے مردم شماری کو بڑھنے سے روکنا چاہئے، عرب مین اور دوسری قومون کے قانون مین بچہ کے پیٹ سے گرا دینے یا ایسے بچہ کے قتل پر کوئی پرسش نہ تھی، یونان مین نومولود بچون کا معائنہ کیا جاتا تھا اور اُن مین سے کمزور بچون کے جینے کا کوئی حق نہین سمجھا جاتا تھا، اس کو پہاڑ سے نیچے گراکر مار ڈالتے تھے، اور آج بھی ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کے نام سے یہی کچھ کیا جارہا ہے،

اسلام نے یہ اصول بتایا کہ روزی کوئی کسی کو نہین دیتا، وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا ۔ کوئی چلنے والا نہین لیکن اُسکی روزی خدا پر ہے، اسلئے اس نے کہا،

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَھُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ۔ (بنی اسرائیل)

اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مار ڈالو، ہم روزی دیتے ہین ان کو اور تم کو بیشک ان کا مارنا بڑی غلطی ہے،

دنیا کی عظیم الشان غلطیون مین سے، جو اب بھی دنیا کے اُس حصہ مین قائم ہین، جہان محمد صلعم کا پیغام قبول نہین کیا گیا، ایک یہ ہے کہ لوگون نے خدا کے بندون کے

درمیان حسب و نسب، مال و دولت، رنگ روپ، صورت و شکل کی دیوارین قائم
کردی ہین، ہندوستان نے ابتدا سے آج تک اپنے سوا سب کو ملیچھ اور ناپاک قرار
دیا، اور خود اپنے کو چار ذاتون مین تقسیم کرکے ان مین عزت اور حقوق کی ترتیب قائم
کی، شودرون کو مذہب کا بھی حق نہ تھا، قدیم ایران مین بھی یہ چار ذاتین اسی طرح قائم
تھین، رومنس نے اپنے کو آقائی اور اپنے سوا سب قومون کو غلامی کے لئے مخصوص
کرلیا، بنی اسرائیل نے صرف اپنے آپ کو خدا کی اولاد قرار دیا، اور سب کو جینٹل
(چنڈال) قرار دیا، اور خود اپنی قوم کے اندر بھی مختلف بیرونی مدارج قائم کردیئے، خود
یورپ کا اس تہذیب اور انسانی محبت و مساوات کے دعویٰ کے باوجود کیا حال ہے؟
سپید آدمی تہذیب و تمدن کا ٹھیکہ دار اور اس بار گران کا امین قرار دیا گیا ہے، کالی
قومین اس کی برابری کے لائق نہین ہین، ایشیائی قومین ان کے ساتھ سفر مین بھی ایک
جگہ نہین بیٹھ سکتین، بعض ملکون مین ان کے محلون (کوارٹرس) مین رہ بھی نہین سکتین،
اور اُن کے حقوق کی برابری نہین کرسکتین، امریکہ کے انسانیت پرستون کی نگاہ مین
وہان کے حبشی باشندون کو جینے کا بھی حق نہین ہے، اور جنوبی و مشرقی افریقہ مین تو
حبشیون بلکہ ہندوستانیون بلکہ ایشیائیون کو بھی انسانی حقوق کی برابری نہین مل سکتی،
حقوق دنیاوی سے گذر کر یہ تفرقے خدا کے گھرون مین بھی قائم ہین، کالون کے گرجے
الگ ہین، اور گورون کے الگ، خدا کے یہ دونون کالے اور گورے بندے ایک
ساتھ ایک خدا کے آگے نہین جھک سکتے، پیغام محمدی نے ان تمام تفرقون کو مٹادیا،
اس کے نزدیک حسب و نسب، مال و دولت، شکل و صورت ان مین سے کوئی چیز
امتیاز نہین پیدا کرسکتی، وہ قریش جنکو اپنے حسب و نسب پر غرور و ناز تھا، فتح مکہ کے

دن کعبہ کے حرم مین کھڑے ہو کر ان کو آپنے یہ بتایا،

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمہا بالآباء الناس من آدم وآدم من تراب، (ابن ہشام)

اے قریش کے لوگو! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹا دیا، تمام انسان آدم کی نسل سے ہین، اور آدم مٹی سے بنے ہین،

حجۃ الوداع کے مجمع مین پھر اعلان کیا،

لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی، کلکم ابناء آدم وآدم من تراب، (مسند احمد)

عرب کو عجم پر، اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہین ہے، تم سب کے سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے،

پھر بتایا کہ اصلی فرق عمل کا ہے،

ان اللہ اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ وفخرھا بالآباء انما ھو مومن تقی وفاجر شقی، الناس کلھم بنو آدم وآدم خلق من تراب، (ترمذی وابوداؤد)

خدا نے جاہلیت کے زمانہ کے غرور اور نسب کے فخر کو مٹا دیا، انسان اب یا متقی ایماندار ہے اور یا گنہگار بدبخت ہے، تمام انسان آدمؑ کے بیٹے ہین، اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے،

وحی محمدیؐ نے تمام انسانون کو مخاطب کرکے بتایا،

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اے انسانو! تم سب کو خدا نے ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے، اور تم کو قبیلہ قبیلہ اور خاندان خاندان صرف اس لئے بنا دیا ہے،

أَتْقٰىكُمْ، تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو خدا کے نزدیک سب سے

(حجرات ع-۲) شریف وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو،

دوسری جگہ ارشاد فرمایا،

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ نہ تمہاری دولت اور نہ تمہاری اولاد وہ چیز ہے

بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا جو تمہارا درجہ ہمارے پاس نزدیک کردے،

مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لیکن جو کوئی ایمان لایا، اور اس نے اچھا کام

لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (سبا ع-۵) کیا ان کو اپنے کام کا دونا بدلہ ملے گا،

تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی کا رتبہ دیا، اور یہ پیغام ملا کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ "تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں" اور آپ نے اسی کے مطابق حجۃ الوداع میں ایک لاکھ انسانوں کے سامنے یہ اعلان کیا، کہ المسلم اخو المسلم "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے" اس برابری اور برادری نے کالے گورے، عجمی، عربی، ترکی، تاتاری، زنگی، اور فرنگی کا فرق اٹھا دیا، اور خدا نے ان پر اپنا یہ احسان جتایا، کہ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا "خدا کے فضل سے تم سب کے سب اب بھائی بھائی ہوگئے" خدا کے گھر میں کوئی فرق نہیں، حسب و نسب کا کوئی فرق نہیں، پیشہ اور منصب کا کوئی فرق نہیں، غربت اور امارت کا کوئی فرق نہیں، خدا کے آگے سب برابر ہیں، یہاں نہ کوئی برہمن ہے نہ شودر، قرآن سب کے ہاتھ میں دیا جائے گا، نماز سب کے پیچھے پڑھی جائے گی، رشتہ ناتا ہر ایک کا ہو سکتا ہے، علم ہر ایک کا حق ہے، اور حقوق سب کے یکساں ہیں، یہاں تک کہ خون بھی سب کا برابر ہے، النفس بالنفس "جان کے بدلے جان"

تیرے دربار مین آئے تو سبھی ایک ہوئے

عزیز نوجوانو! میرا دل چاہتا تھا کہ تمھارے سامنے پیغامِ محمدیؐ کے احسانات
کو ایک ایک کرکے گنا دون، مگر افسوس کہ بقدرِ حوصلہ فرصت نہین، اور اس بحرِ ناپیدا
کنار کی تھاہ بھی نہین، عورتون کو جو حقوق پیغامِ محمدیؐ نے دیئے ہین، اور غلامون کو
جس حد تک اس نے عزت دی ہے جی چاہتا تھا کہ اس کو بھی تمھارے سامنے
پھیلاؤن اور دکھاؤن کہ یورپ باایہمہ دعواے بلندی، ہنوز اسلام کے اوجِ خیال
سے نیچے ہے، مگر افسوس کہ وقت نہین،

دنیا مین جس چیز نے سب سے زیادہ گمراہی پھیلائی، وہ دین اور دُنیا کا فرق
ہے، دین کا کام الگ کیا گیا، اور دنیا کا کام الگ، خدا کا حکم الگ ٹھہرایا گیا،
اور قیصر کا حکم الگ، دنیا کے حصول کا الگ راستہ بتایا گیا، اور دین کے حصول کا الگ
نونہالانِ اسلام! یہ سب سے بڑی غلطی تھی، جو دنیا مین پھیلی تھی، اس غلطی کا پردہ پیغامِ محمدیؐ
کی نور افگن شعاعون نے چاک کردیا، اس نے بتایا کہ اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ
اسی دنیا کے کامون کو خدا کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انجام دینا دین ہی،
یعنی خدا کے اصول کے مطابق دنیا داری ہی دینداری ہے، لوگ سمجھتے ہین کہ ذکرو
فکر، گوشہ نشینی و عزلت گیری کسی غار اور پہاڑ کے کھوہ مین بیٹھکر خدا کو یاد کرنا دینداری
ہی اور دوست و احباب، آل و اولاد، ماں باپ، قوم و ملک اور خود اپنی آپ مدد فکرِ
معاش اور پرورش اولاد دنیا داری ہے، اسلام نے اس غلطی کو مٹایا اور بتایا کہ خدا
کے مطابق ان حقوق اور فرائض کے بخوبی ادا کرنا بھی دینداری ہی ہے،

اسلام مین نجات کا مدار دو چیزون پر ہے' ایمان اور عملِ صالح، ایمان پانچ

چیزون پر اعتقاد رکھنے کا نام ہے، خدا پر، نیکی کی راہ بتانے والے پیغمبرون پر، پیغمبرون تک خدا کا پیغام لانے والے فرشتون پر، اُن کتابون پر جن مین خدا کے یہ پیغام ہین، اس پیغامِ الٰہی کے مطابق عمل کرنے والون یا عمل نہ کرنے والون کی جزا و سزا پر، انھی پانچ باتون پر یقین رکھنا ایمان ہے، اسی ایمان پر عمل کی بنیاد قائم ہے، کیونکہ اس ایمان و یقین کے بغیر نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کوئی عمل نہین ہو سکتا، دوسری چیز عمل ہے، یعنی یہ کہ ہمارے کام صالح اور نیک ہون، عمل کے جیسا کہ مین نے ساتوین خطبہ مین کہا ہے، تین حصے ہین، ایک عبادات یعنی وہ عمل جن کے ذریعہ خدا کی بڑائی اور بندہ کی بندگی کا اظہار ہوتا ہے، دوم معاملات یعنی انسانون کے آپس کے لین دین، کاروبار اور نظمِ ملت کے قوانین اور قاعدے جن کی وجہ سے انسانی معاشرت بربادی اور ہلاکت سے بچی رہتی ہے، اور ظلم مٹ کر عدل قائم ہوتا ہے، اور سوم اخلاق، یعنی وہ حقوق جو باہم ایک دوسرے پر گو قانونی حیثیت سے فرض نہین ہین، مگر روح کی تکمیل اور معاشرت کی ترقی کے لئے ضروری ہین، انھی چار چیزون، یعنی، ایمان، عبادات، معاملات اور اخلاق کی سچائی اور درستی ہماری نجات کا ذریعہ ہے،

نوجوانو! مجھے صفائی کے ساتھ یہ کہنے دو کہ خاموشی، سکون، خلوت نشینی، اور متفردانہ زندگی اسلام نہین ہے، اسلام جد و جہد، سعی و عمل اور سرگرمی ہے، وہ موت نہین حیات ہے، اس کا فرمان یہ ہے:-

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (نجم-۳) انسان کے لئے وہی ہے جو وہ کوشش کرے،

اور

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (مدثر) ہر جان اپنے کام کے ہاتھون گرو ہی

اسلام سرتاپا جہاد اور مجاہدہ ہے، لیکن خلوت مین بیٹھ کر نہین، بلکہ میدان مین نکل کر، محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی تمہارے سامنے ہے، خلفاے راشدینؓ کی زندگی تمہارے سامنے ہے، عام صحابہؓ کی زندگی تمہارے سامنے ہے، وہی تمہارے لئے نمونہ ہے، اور اسی مین تمہاری نجات ہے، اور وہی تمہارا ذریعۂ فلاح ہے، اور وہی ترقی و سعادت کی راہ ہے، محمد صلعم کا پیغام بودھ کے پیغام کی طرح ترک خواہش نہین ہے بلکہ تصحیحِ خواہش ہے، محمد صلعم کا پیغام حضرت مسیحؑ کے پیغام کی طرح دولت اور قوت کی تحقیر اور ممانعت نہین ہے، بلکہ اُن کے حصول اور صرف کے طریقون کی درستی، اور اسکے صحیح استعمال اور مصرف کی تعیین ہی،

دوستو! ایمان اور اس کے مطابق عملِ صالح یہی اسلام ہی، اسلام عمل ہے، ترکِ عمل نہین، اداے واجبات ہے، عدمِ واجبات نہین، اداے فرض ہے ترکِ فرض نہین، اس عمل اور ان واجبات اور فرائض کی تشریح تمہارے پیغمبر اور اُن کے یارانِ باصفا کی زندگیون اور سیرتون مین ملیگی جن کا نقشہ یہ ہے،

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ — محمد خدا کے رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ہین

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ — وہ کافرون پر بھاری آپس مین رحمدل ہین، ان کو

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ — دیکھوگے کہ وہ رکوع اور سجدہ مین ہین، وہ خدا کی

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (فتح - ۴) مہربانی اور خوشنودی کو ڈھونڈھ رہے ہین،

کافرانِ حق کیساتھ جہاد بھی قائم ہی، آپس مین برادرانہ الفت کے جذبات بھی ہین، خدا کے سامنے رکوع مین جھکے اور سجدہ مین گرے بھی ہین، اور پھر دنیا مین خدا کی مہربانی اور رضا کے

طالب بھی ہین، خدا کی مہربانی "فضل" قرآنِ پاک کی اصطلاح مین روزی اور معاش کو کہتے ہین، اس روزی اور معاش مین بھی دین کی طلب جاری ہے،

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (نور - ۵) یہ وہ لوگ ہین جنکو تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہین کرتی،

تجارت، خرید و فروخت اور کاروبار بھی جاری ہین، اور خدا کی یاد بھی قائم ہے، وہ ایک کو چھوڑکر دوسرے کو نہین ڈھونڈھتے، بلکہ دونون کو ساتھ ساتھ،

درکفے جامِ شریعت درکفے سندانِ عشق

مسلمانون اور رومیون مین جنگ ہے، صحابہؓ فوج کے سپاہی ہین، رومی سپہ سالارون نے مسلمان سپاہیون کی حالت دیکھنے کے لئے اسلامی کیمپ مین چند جاسوس بھیجا ہے، وہ یہان آکر اور مسلمانون کو دیکھ کر واپس جاتے ہین، تو سرتاپا اثر مین ڈوبے ہوتے ہین، وہ جاکر رومی سپہ سالار کو بتاتے ہین کہ مسلمان کیسے سپاہی ہین ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان وہ راتون کے راہب ہین اور دن کے شہسوار- یہی اسلام کی اصلی زندگی ہے،

حضرات! آج سلسلۂ تقریر کا آخری دن تھا میرا خیال تھا کہ مین آٹھ تقریرون مین سیرتِ محمدی اور پیغامِ محمدیؐ کے متعلق سب کچھ کہہ سکونگا، مگر آٹھ تقریرون کے بعد بھی موضوع تفصیل کا تشنہ ہے، سب کچھ کہا مگر کچھ بھی نہ کہا،

دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر

ما ہمچنان در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین،

رسول اللہ صلعم کے حالات وغزوات، اخلاق وعادات اور تعلیم وارشاد کا یہ عظیم الشان کتابی ذخیرہ جس کا نام سیرۃ النبیؐ عام طور سے مشہور ہو، مسلمانوں کے موجودہ ضروریات کو سامنے رکھکر صحت و اہتمام کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے،

اب تک اس کتاب کے پانچ حصے شائع ہو چکے ہیں، پہلے میں ولادت سے لیکر فتح مکہ تک کے حالات اور غزوات ہیں، اور ابتدا میں ایک نہایت مفصل مقدمہ لکھا گیا ہے، جس میں فن سیرت کی تنقید و تاریخ ہے، دوسرے حصہ میں تکمیل دین، تاسیس حکومت الٰہی، وفات، اخلاق وعادات، اعمال وعبادات اور اہلبیت کرام کے سوانح کا مفصل بیان ہو،

تیسرے حصہ میں آپکے معجزات وخصائص نبوت پر بحث ہو، اس میں سب سے پہلے عقلی حیثیت سے معجزات پر متعدد اصولی بحثیں کیگئی ہیں، پھر اُن معجزات کی تفصیل ہو جو بروایت صحیحہ ثابت ہیں، اُسکے بعد ان معجزات کے متعلق غلط روایات کی تنقید و تفصیل کیگئی ہو، چوتھے حصہ میں ان اسلامی عقائد کی تشریح ہے جو آپکے ذریعہ مسلمانوں کو تعلیم کئے گئے ہیں، کوشش کیگئی ہو کہ اس میں قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے اسلام کے صحیح عقائد لکھے جائیں،

پانچویں حصہ میں عبادت کی حقیقت، عبادات کی تفصیل و تشریح اور ان کے مصالح و حکم کا بیان ہے اور دوسرے مذاہب کے عبادات سے اُن کا مقابلہ وموازنہ ہو،

چھٹا حصہ جو اخلاق پر مشتمل ہے اس وقت زیر طبع ہے،

قیمت باختلاف کاغذ حصہ اول تقطیع خورد للعہ/ حصہ دوم تقطیع کلاں ۳/ تقطیع خورد ۵/ و ۳/ حصہ سوم تقطیع کلاں سے للعہ/ تقطیع خورد عہ و صہ/ حصہ چہارم تقطیع کلاں عہ و سے/ تقطیع خورد عہ و عہ/ حصہ پنجم تقطیع کلاں صہ و للعہ/

(منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ)

سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا

(طبع دوم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالاتِ زندگی اور اُن کے مناقب و فضائل واخلاق اور ان کے علمی کارنامے اور اجتہادات اور صنفِ نسوانی پر احسانات اور اسلام کے متعلق اُن کی نکتہ سنجیاں اور معترضین کے جوابات، ے/ ۴

ارض القرآن

(حصہ اول)

عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد و ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل، کی تاریخ، اس طرح لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثارِ قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ہوتی ہے، قیمت عہ/

ارض القرآن

(حصہ دوم)

اقوامِ قرآن میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قومِ ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث،

صفحہ ۲۵۱- قیمت عہ/ ۱۲

(منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ)

(طابع و ناشر محمد ادریس و کارتی)